

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ ﴿٣٠﴾

بے شک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لیے

# دُرُّ الْمَعَارِفِ

ملفوظات

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ

جامع

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

ابوالنضر انس فاروقی مجددی

ناشر

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی

۲۳۵۸، درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، بازار چتلی قبر، دہلی۔ ۶

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ ﴿٢٠﴾

بے شک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لیے

# دُرُّ الْمَعَارِفِ

کلمات بے بہائے شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ

۸ • ۲ • ۶

جامع

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

ابوالنصر انس فاروقی مجددی

ناشر

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی

۲۳۵۸، درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، بازار چٹلی قبر، دہلی-۶

© جملہ حقوق محفوظ

۱۴۲۹ھ / ۲۰۰۸ء

نام کتاب	:	دُرّ المعارف
	:	ملفوظات حضرت عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ
مؤلف	:	حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	:	ابوالنصر انس فاروقی مجددی
تعداد	:	۵۰۰
صفحات	:	۳۰۴
قیمت	:	۲۴۰ روپے
کمپوزنگ	:	نصیر کمپیوٹر گرافک
ناشر	:	حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی
	:	۲۳۵۸، درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، بازار چتلی قبر، دہلی۔ ۶

فہرست

صفحہ	مضامین	تاریخ مجلس
۱۹	پیش لفظ از جناب ماسٹر شبیر احمد صاحب۔ بہرائچ	
۲۱	عرض مترجم	
۲۲	حالات حضرت شاہ غلام علی دہلوی	
۳۰	حالات مؤلف شاہ رؤف احمد مجددی	
۳۲	حواشی	
۳۵	دیباچہ از مؤلف شاہ رؤف احمد	
۳۹	لفظ ”فقیر“ کی تشریح، اہل سماع کی صفات، شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سماع کی کیفیت، انسان کی جامعیت۔	۱۲۳۱ھ ۱۲ ربیع الآخر
۴۳	آسمانی صحیفوں کے نزول کی حکمت، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے کمالات کا بیان، شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے اخلاص نامہ کا ذکر، حضرات یعنی خواجہ سعید و خواجہ محمد معصوم قدس سرہما کے کمالات کا بیان۔	۱۳ ربیع الآخر
۴۶	سالمین کو توجہ دینے کا طریقہ، ازالہ مرض کے لیے توجہ دینا، طفرہ کا طریقہ، بڑی جماعت پر توجہ دینا، طالب کے لیے ذات بحت کو طلب کرنا۔ طریقہ شریفہ کے اکابرین کی توجہات مبارکہ کا بیان، امام الطریقہ خواجہ محمد نقشبند رضی اللہ عنہ کے کمالات کا بیان، اندراج النہایہ فی البدایہ کا بیان۔	۱۴ ربیع الآخر

- ۵۱ ذکر کے وقت انوار و فیوض کا پرکھنا، وقت کا محاسبہ، ذکر کرنے کا طریقہ، صوفیہ کا نکاح کرنا اور اسکے بارے میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی رائے، حضرت مرزا صاحب گو طریقہ قادریہ سے فائدہ پہنچنا توجہ کی تیزی۔
- ۵۲ طریقہ نقشبندیہ میں کیا چیز فرض ہے، مسئلہ زکات، وصل عریانی کا حصول، قلب سالک پر نسبت کی کیفیات۔
- ۵۵ صوفی کو نکاح نہ کرنا چاہیے، صوفی کے لیے احتیاط، حضرت غوث الثقلینؒ کا زیارت کعبہ معظمہ کو جانا، اور آپ کی تاریخ ولادت و وفات۔
- ۵۸ انبیاء و اولیاء کے لیے فاتحہ پڑھنا اور ان سے فیضیاب ہونا۔
- ۵۸ حضوری کی قسمیں، حضور دائمی کے حصول کی کیفیت، مرتبہ کمالات نبوت میں خطرات ضرر رساں نہیں، صوفیا کا کھانا، ہارون رشید کے بیٹے شیخ احمد سبئی کا واقعہ، سابقین کا فقر و رویشی کرنا، مؤلف شاہ رؤف احمد گو حضرت شاہ صاحب کی تحریر۔
- ۶۳ طریقہ نقشبندیہ کا مطلب، مقامات عشرہ کا حصول، لطائف کا بیان۔
- ۶۵ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام کمالات نبوت و رسالت و ولایت کے جامع ہیں، ہر کمال کا ظہور موقت ہے، نفس کے اطمینان کا بیان۔
- ۶۷ سلوک نقشبندیہ کا بیان، حضرت مجدد قدس سرہ اس ہزار سال کے اولیاء کے ہموزن ہیں۔
- ۷۱ حضرت ابن قصاب علیہ الرحمۃ کا واقعہ بے نفسی، ایک صابر بزرگ کا واقعہ، شیخ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کا ما سوا اللہ سے رخ پھیرنا۔

۷۳	حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا احسان۔	۲۴ ربیع الآخر
۷۳	حضرت شاہ غلام علیؒ کا ایصالِ ثواب کا طریقہ، درویشوں کے مقامات، لفظ ولایت کا معنی، کثیر کرامات کی شروعات، طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد۔	۲۵ ربیع الآخر
۷۵	طریقہ نقشبندیہ میں دو چیزیں اختیار کرنا، اصحاب کرام کا درجہ، خطرات (وسوس و خیالات) کا زائل کرنا، الہام کا حصول اور اسکی قسمیں۔	۲۶ ربیع الآخر
۷۶	فنا کا مطلب، مقربین پر مصائب کا ہونا، سمجھدار آدمی کا طریقہ۔	۲۷ ربیع الآخر
۷۷	ایمان باللہ کا بیان، راہِ حق میں محبت و محبوب کی کیفیت، سماع کا ذکر۔	۲۸ ربیع الآخر
۸۰	حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰات والتسلیمات کا طریقہ، فقراء کا شب کو بھوکا رہنا، حضور مع اللہ کی کیفیت، لطیفہ قلب و نفس کی سیر، تابعین میں افضل کون؟	۲۹ ربیع الآخر
۸۱	انوار و ظلمات کا عرفان، خواب کی تعبیر، پیر کی بے ادبی پر زجر، بیت اللہ شریف کے نام سے انوار کا چھا جانا، صوفی کی حالت، نسبت مجددیہ کی طلب میں دعا کرنا،	۳۰ ربیع الآخر
۸۳	حضرت شاہ صاحب کی شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے ملاقات، عصائے پیر بجائے پیر، اولیاء کا صبر، مقام وحدۃ الوجود کے مجتہد، کیفیت و جودی پر مبنی اشعار، حضرت مجدد الف ثانیؒ کی توجہ توحید و جودی کے اولیاء کو ان کے مقام سے نکال سکتی ہے۔	یکم جمادی الاولیٰ
۸۷	مشائخین کے اقوال سے فنا کا مطلب، فنائے لطائف کا بیان۔	۲ جمادی الاولیٰ
۸۸	لطائف کا بیان، صوفیا کا روزی کمانا اور ان کا طریقہ، امام قشیری کا واقعہ، دعا کے انوار و برکات، غیر حق جل و علا سے مدد چاہنا، پیشہ اختیار کرنا، اسباب کی قسمیں، حضرت امیر خسرو کی حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ سے ملاقات۔	۳ جمادی الاولیٰ

- ۹۳ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انداز عا جزانہ۔ ۴ جمادی الاولیٰ
- ۹۴ رسالہ مراقبات ۵ جمادی الاولیٰ
- ۹۸ بزرگوں سے ملاقات کا طریقہ، خاموش رہنے کی کوشش اور اسکے فوائد، بیعت کی قسمیں۔ ۶ جمادی الاولیٰ
- ۱۰۰ سختیوں میں گرفتار شخص کی کیفیت، ٹوٹنا اور جڑنا، منظوم حکایت از مؤلف، مزاح کرنا۔ ۷ جمادی الاولیٰ
- ۱۰۵ اوقات کا ضائع کرنا، نوافل کا بیان، دعائے استخارہ، نماز تہجد میں ساٹھ مرتبہ سورہ یاسین پڑھنا، لسانی اذکار کا بیان۔ ۸ جمادی الاولیٰ
- ۱۰۸ نفس مطمئنہ کی کیفیت، نسبت نقشبندیہ کا بیان، خواجہ قطب الدین کا کی اور خواجہ نظام الدین کی توجہ ۹ جمادی الاولیٰ
- ۱۰۹ حضرت شاہ صاحب کو عارضہ ضعف، سیرالی اللہ، حضرت مرزا صاحب کا عارضہ ضعف، حضرت شاہ صاحب کا ہمت صرف کرنا، سلوک مقامات کی دو قسمیں، طفرہ کا بیان، ۱۰ جمادی الاولیٰ
- ۱۱۱ حضرت شاہ صاحب کی ملاقات شاہ عبدالعزیز و شاہ رفیع الدین صاحبان سے، حضرت مجدد الف ثانی کی فضیلت، خانقاہ شریف کی وسعت کی طلب، اپنے جانشین کا اظہار، حضرات خواجگان نقشبند جن کا ختم مشہور ہے۔ ۱۱ جمادی الاولیٰ
- ۱۱۳ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما صحابی ہیں یا تابعین؟ روایت حدیث کی کثرت و قلت، حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا توجہ فرمانا، شیخ طاہر لاہوری کا مرتبہ اور انکا واقعہ، تقدیر کی قسمیں، نسبت جو خواجہ باقی باللہ سے پہنچی اسکی حفاظت، حضرت غوث الاعظم کی بیعت اور آپ کے واقعات، شاہ احمد سعید پر توجہ ڈالنا۔ ۱۲ جمادی الاولیٰ

۱۱۹	ذکر اسم ذات ونفی واثبات کی تاثیر، حضرت مجدد الف ثانی سے پہلے کا طریقہ ذکر، فنا کی ضرورت۔	۱۳ جمادی الاولیٰ
۱۱۹	حضرت خضر اور ایک بزرگ کا واقعہ، کمال اولیاء، شیخ آدم نبویؒ کا تجربہ۔	۱۴ جمادی الاولیٰ
۱۲۰	مَنْ يَطْعُ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ پر بیان، حضرت ابوسعید ابوالخیر کا واقعہ، مسنون طریقہ پر نماز کی ادائیگی۔	۱۵ جمادی الاولیٰ
	فنا کا بیان، مولوی شیر محمد صاحب کو اجازتِ طریقہ، طریقہ	۱۶ جمادی الاولیٰ
۱۲۲	مجددیہ میں اجازت کا مقام، حضرت مجدد الف ثانی کی نیاز دینا۔	
۱۲۳	حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کا واقعہ، طریق علیہ مجددیہ میں بیعت کرنا، اسرار الہیہ کی چار نہریں، ائمتہ طُرق اسرار الہی کا مخزن ہیں، آدمی چار قسم کے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کا مشاہدہ۔	۱۷ جمادی الاولیٰ
۱۲۶	داروں کا بیان، معیت ذاتِ حق کی کیفیت۔	۱۸ جمادی الاولیٰ
۱۲۷	پیری و مسند نشینی کے لائق شخص	۱۹ جمادی الاولیٰ
۱۲۷	کشف و وجدان کا فرق، اکابر سلسلہ کی ترغیب۔	۲۰ جمادی الاولیٰ
۱۲۸	ایک خواب اور اسکی تعبیر، خانقاہ کے صوفیوں کا جائزہ، خواجہ باقی باللہؒ کا محبت نامہ۔	۲۱ جمادی الاولیٰ
۱۳۰	خواجہ محمد زبیر کے تحت شریف کی زیارت، ایک شخص پر توجہ ڈالنا	۲۲ جمادی الاولیٰ
۱۳۰	تحت شریف پر مراقبہ، قبلہ عالم خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف میں شرکت، مکتوبات شریف کا درس اور اسکے معارف، خواجہ معین الدین چشتی کے احوال، شیخ آدم نبویؒ کا واقعہ۔	۲۳ جمادی الاولیٰ
۱۳۳	مکتوبات شریفہ کا درس، ایک ولایت سے دوسری ولایت میں لے جانا۔	۲۴ جمادی الاولیٰ



۱۳۴	شیخ طریقہ کا استخارہ کرنا۔	۲۵۔ جمادی الاولیٰ
۱۳۵	طریقہ قادریہ اور طریقہ نقشبندیہ میں بیعت کرنا۔	۲۶۔ جمادی الاولیٰ
۱۳۶	ادائے نماز کی نصیحت، نماز کے اجر میں کمی و بیشی، روشن روح کا جلوہ فرمانا، حضرت مجدد الف ثانیؒ کی روح کا تشریف لانا،	۲۷۔ جمادی الاولیٰ
۱۳۸	مکتوبات شریفہ کے فیوضات، مختلف بلاد و ولایت کے مخلصین پر توجہ، حضرت شاہ صاحب پر الہام	۲۸۔ جمادی الاولیٰ
۱۳۹	لا الہ الا اللہ پڑھنے کی مختلف کیفیات۔	۲۹۔ جمادی الاولیٰ
۱۴۰	خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ کی روح کا جلوہ فرمانا، خدمت شیخ سے حالت قبض کا رفع ہونا۔	۳۰۔ جمادی الاولیٰ
۱۴۱	اُسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بھوک کی مشقتیں، متقدمین کی ریاضتیں، شاہ نقشبندیؒ کا طریقہ توسط (درمیانی راہ)۔	یکم جمادی الآخرہ
۱۴۱	اللہ کے وعدوں کا دھیان رکھنا، خانقاہ کی توسیع چاہنا۔	۲۔ جمادی الآخرہ
۱۴۲	خانقاہ کے صوفیوں کے حالات معلوم کرنا۔	۳۔ جمادی الآخرہ
۱۴۳	بارگاہ حق جل و علا کے آداب، نماز کی کیفیات کا لحاظ رکھنا، فنا و عدم، شفاء مریض کے لیے پانی پر دم کرنا، حضرت شاہ صاحب کے خلفاء کے تذکرے۔	۴۔ جمادی الآخرہ
۱۴۵	لطیفہ قلب و نفس و قالب کی سیر۔	۵۔ جمادی الآخرہ
۱۴۶	مکہ معظمہ سے ایک شخص کی آمد۔	۶۔ جمادی الآخرہ
۱۴۶	نسبت نقشبندیہ کا مطلب	۷۔ جمادی الآخرہ
۱۴۶	حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے چند خاص مقامات کا اظہار ہوا۔ لطیفہ قلب و نفس اور عناصر ثلاثہ کی سیر کا مختصر تذکرہ، عبادت و ریاضت کا فرق، شاہ گلشنؒ کی ریاضت، خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق عبادت اور آپ کی سواری کی کیفیت۔	۸۔ جمادی الآخرہ

۱۴۹	خطرات اور وسوسوں کی قسمیں۔	۹ جمادی الآخرہ
۱۵۰	مقام قرب و اقسام یقین۔	۱۰ جمادی الآخرہ
۱۵۱	حضرت شاہ صاحب کے والد کی کیفیت وفات۔	۱۱ جمادی الآخرہ
۱۵۱	مخلصین کو پسند و نصیحت	۱۲ جمادی الآخرہ
۱۵۲	راہ معرفت الہی۔	۱۳ جمادی الآخرہ
۱۵۲	شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ علم کا سمندر تھے۔	۱۴ جمادی الآخرہ
۱۵۳	حضرت شاہ گلشنؒ کا واقعہ، بزرگوں کی تحریر میں انوار و برکات کا مشاہدہ۔	۱۵ جمادی الآخرہ
۱۵۴	حضرت شاہ صاحب کی تربیت سے تیار ہوئے افراد۔	۱۶ جمادی الآخرہ
۱۵۴	نفس مطمئنہ کب ہوتا ہے، حضرت مرزا صاحبؒ کے احوال تربیت و کیفیت فنائیت۔ فنائے انا چاہنا، لا الہ الا اللہ کی کثرت کے فوائد۔	۱۷ جمادی الآخرہ
۱۵۷	ذکر قلبی کے دلائل قرآن سے، بزرگوں کا جانشین، حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مقدسہ۔	۱۸ جمادی الآخرہ
۱۵۹	جنیدی بزرگ۔	۱۹ جمادی الآخرہ
۱۵۹	لطیفہ نفس پر توجہ۔	۲۰ جمادی الآخرہ
۱۶۰	طریقہ نقشبندیہ کی شرط اور اس کا رکن اعظم۔	۲۱ جمادی الآخرہ
۱۶۱	مراقبہ احدیت کا بیان۔	۲۲ جمادی الآخرہ
۱۶۱	محبوب حقیقی کے ذاکرین، ”فقیر“ سے مراد، ”فاقہ“ کی فضیلت، توحید و جود۔	۲۳ جمادی الآخرہ
۱۶۳	احادیث شریفہ کے پڑھنے سے انوار و برکات کا ظہور، مدینہ منورہ کی حاضری تخیل میں، بارگاہ رسالت میں عقیدت و محبت کا اظہار، خواجہ باقی اللہ قدس سرہ کے عرس شریف کی رات، جناب باری تعالیٰ میں دل سے سجدہ کرنا۔	۲۴ جمادی الآخرہ

۱۶۵	عاشقوں کی کیفیت۔	۲۵ جمادی الآخرہ
۱۶۶	مراقبہ اقربت کی تلقین۔	۲۶ جمادی الآخرہ
۱۶۷	خواجہ محمد زبیر کے تحت شریف کی کیفیت۔	۲۷ جمادی الآخرہ
۱۶۷	توجہ ڈال کر رخصت کیا۔	۲۸ جمادی الآخرہ
۱۶۷	اُکڑوں بیٹھے شخص کی کیفیت۔ لطائف خمسہ کے ذکر کی کیفیت۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ میں سوائے نبوت کے ہر قسم کے کمالات جلوہ افروز ہوئے۔	۲۹ جمادی الآخرہ
۱۷۰	مجلس سماع سے حضرت شاہ صاحب کا پرہیز کرنا، نسبت اویسی۔	یکم رجب المرجب
۱۷۰	تکمیل سلوک کی مدت، خصائل رذیلہ کا دور ہونا، وجدان کا حاصل ہونا۔	۲ رجب المرجب
۱۷۱	عنصر خاک پر توجہ، مراقبہ اسم الباطن و اسم الظاہر	۳ رجب المرجب
۱۷۲	اللہ تعالیٰ کی عنایات و نوازشات، بارگاہِ الہی میں عاجزی پیش کرنا۔	۴ رجب المرجب
۱۷۳	خانقاہ شریف میں راہِ خدا کے طالبین کا ہجوم، برہمن بچہ کا اسلام قبول کرنا۔	۵ رجب المرجب
۱۷۵	خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کا دن اور آپ کے حالات، مولانا بدر الدین سرہندی کی روایت، خواجہ نقشبند قدس سرہ نے ایک دیگ پکائی، سلف صالحین کے درجات۔	۶ رجب المرجب
۱۷۷	جو شخص دنیا میں پھنسا، حضرت فاطمہ زہرا کا واقعہ، اصحاب صفہ میں سے ایک کی رحلت، صحابہ کرام میں جاہ و حشمت، حضرت فرید الدین عطار کی منظوم نصیحت۔	۷ رجب المرجب
۱۸۱	حضرت عائشہ کی فضیلت۔	۸ رجب المرجب

- ۱۸۱ ۹ رجب المرجب تین کتابیں اپنی مثال نہیں رکھتیں۔ حضرت مجددِ قدس سرہ کے کمالات، پیرانِ طریقت کی اقسام، شیخِ سعدی کے اشعار۔
- ۱۸۳ ۱۰ رجب المرجب ترک و تجرید پر بیان اور مختلف شعراء کے اشعار۔
- ۱۸۶ ۱۱ رجب المرجب مشائخِ چشتیہ و نقشبندیہ کی طبیعتوں کا فرق، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ، شاہ ناصر الدین قادری کا یوم وصال، حضرت غوثِ الاعظم کے پیرانِ مبارک۔
- ۱۸۸ ۱۲ رجب المرجب ذکر اسم ذات و نفی و اثبات کس لیے کرتے ہیں؟ اولیاء اللہ کا انتقال۔
- ۱۸۹ ۱۳ رجب المرجب حدیث ”أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي“ کے معنی، اشعارِ محبتِ الہی، مضامینِ حدیث کے مطابق اشعار، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی کا واقعہ، اولیاءِ کرام کے تصرفات۔
- ۱۹۲ ۱۴ رجب المرجب کشفِ کونی، تجلیات کا ورود، عقل دو قسم پر ہے، شاہ عبدالرحیم دہلوی کا واقعہ۔
- ۱۹۴ ۱۵ رجب المرجب طریقہ نقشبندیہ کی بناء، حضرت غوثِ الاعظم پر تجلی، جو مشغول ہے وہی مقبول ہے، مرشد کی اتباع۔
- ۱۹۵ ۱۶ رجب المرجب حضرت شاہ غلام علیؒ کی طرف سے اجازتِ طریقہ۔
- ۱۹۶ ۱۷ رجب المرجب سیرِ آفاقی و سیرِ انفسی، سفرِ دروٹن، اصطلاحاتِ طریقہ نقشبندیہ، دل کبھی بیکار نہیں بیٹھتا، دل کو دشمن سے باز رکھو۔
- ۲۰۲ ۱۸ رجب المرجب ذکر لا الہ الا اللہ میں معنی کا لحاظ اور صحیح ادائیگی۔
- ۲۰۳ ۱۹ رجب المرجب لطیفہٴ نفسِ کارنگ۔
- ۲۰۳ ۲۰ رجب المرجب کلمہ طیبہ کے اقسام فیض، مختلف معنی کا لحاظ، تجرید و تفرید، قرآن پڑھنے کی کیفیت، دنیا کی محبت۔

۲۰۵	موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، چاروں فقہی مذاہب کی خصوصیات۔	۲۱ رجب المرجب
۲۰۵	تجدید بیعت کرنا اور کلاہ تبرک و خرقة عطا کرنا، مثنوی شریف کا درس۔	۲۲ رجب المرجب
۲۰۶	احوالی بروز اور کموں، پنکھا جھلانا اور حضرت مرزا صاحب کا کشف، حضرت سید نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ۔	۲۳ رجب المرجب
۲۰۷	حضرت شاہ صاحب کے بعض مشاہدات، مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ، عباد الرحمن اور عباد اللہ کا فرق۔	۲۴ رجب المرجب
۲۰۹	شیخ ابن عربی کا مقولہ۔	۲۵ رجب المرجب
۲۱۰	مخلصین کو مکاتیب ارسال کیے، انکے مضمون۔	۲۶ رجب المرجب
۲۱۰	بارگاہِ الہی میں تضرع کرنا، سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصیدہ بردہ کا شعر پڑھنا۔	۲۷ رجب المرجب
۲۱۱	بعض مخلصین کو آنا کی فنا کے لیے ترغیب دینا۔	۲۸ رجب المرجب
۲۱۱	حق سبحانہ کی معیت پر بحث، کفر طریقت، متعدد شیوخ سے بیعت، واردات کا ذکر۔	۲۹ رجب المرجب
۲۱۳	برکات رمضان المبارک، صوفیائے زمانہ کی کیفیت۔	یکم شعبان
۲۱۴	صوفی کے لیے جلوت سے پرہیز۔	۲ شعبان
۲۱۵	حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں۔	۳ شعبان
۲۱۶	حضرت شاہ صاحب کا حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے کا بیان۔	۴ شعبان
۲۱۶	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے توحید و جود و شہودی کو لفظی نزاع قرار دیا۔ حضرت مجدد کے معارف ایک سمندر کی حیثیت رکھتے ہیں، حق تعالیٰ بے نہایت ہے حد نہیں رکھتا۔	۵ شعبان

۲۱۷	فقر چند اعمال کا نام ہے جن پر سالک کو عمل کرنا ضروری ہے، ولی کی ولایت کا تذکرہ، اکابرین کی ولایت باقی رہتی ہے۔	۶/شعبان
۲۱۸	طریقہ نقشبندیہ میں مجاہدات و ریاضات اور چلہ کشیاں نہیں ہیں۔ نفی و اثبات کا طریقہ۔	۷/شعبان
۲۱۹	حضرت شاہ صاحبؒ کا القائے توجہ۔	۸/شعبان
۲۱۹	مکتوبات حضرت مجددؒ کا درس اور ان کی توصیف۔	۹/شعبان
۲۲۰	طریقہ عالیہ کی پانچ بنیادی چیزیں۔	۱۰/شعبان
۲۲۱	مثنوی شریف کے درس کی کیفیت، محبت الہی کی کیفیت۔	۱۱/شعبان
۲۲۲	عارف کون ہے؟	۱۲/شعبان
۲۲۳	اندراج النہایہ فی البدایہ، راہ ولایت کی کشودگی کے وسائل۔	۱۳/شعبان
۲۲۳	شدت گرما کی شکایت کرنے پر تنبیہ، حضرت مرزا صاحب کا کشف	۱۴/شعبان
۲۲۴	نماز تمام عبادتوں کی جامع ہے۔	۱۵/شعبان
۲۲۵	خانقاہ معلیٰ کے فقراء میں نذرانہ کی تقسیم۔	۱۶/شعبان
۲۲۵	حدیث شریف۔ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ كَابِيَانٍ، مولف شاہ رؤف احمدؒ کو حضرت کی طرف سے تحریر عنایت ہونا۔	۱۷/شعبان
۲۲۷	جناب مؤلف کی طرف سے دوسری عرضداشت پر جواب۔	۱۸/شعبان
۲۲۷	غیر مسلم کے مجاہدات کا ذکر، اہل حق کے مجاہدات کا تذکرہ۔	۱۹/شعبان
۲۲۸	سیر و سلوک کا خلاصہ، لطیفہ قلب و لطیفہ نفس کے اسرار، حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ۔	۲۰/شعبان
۲۳۰	نسبت کا معنی، اہل ہنود کی چار کتابیں۔	۲۱/شعبان
۲۳۰	مدت سلوک کا بیان۔	۲۲/شعبان
۲۳۱	مکتوبات شریف کا درس۔	۲۳/شعبان

۲۳۲	ہر شخص اپنی زبان سے اپنے محبوب کی یاد کرتا ہے۔	۱۲۳۱ ۲۴ شعبان
۲۳۲	خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ کی وصیت، ذکر خفی کا تذکرہ۔	۲۵ شعبان
۲۳۳	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر جو معارف منکشف ہوئے وہ تین طرح کے ہیں، حضرت مجدد کے بیعت اور نسبت حاصل کرنے کے احوال۔	۲۶ شعبان
۲۳۴	کفر طریقت، منصور حلاج کی پانچ سو رکعت کی ادائیگی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو طرح کے علم حاصل ہوئے، حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کا ذکر، بزرگوں کے تبرک میں اسرار پنہاں اور بے حد فوائد ہوتے ہیں۔	۲۷ شعبان
۲۳۶	ایمان کی تین قسموں کا بیان، شیخ نظام الدین اولیاء کی دعا کا قبول ہونا۔	۲۸ شعبان
۲۳۷	حضرت شاہ صاحب کا اپنے احوال بیان کرنا، عشق درکار ہے۔	۲۹ شعبان
۲۳۸	حافظ شیرازی کا شعر اور نسبت قلب کا ظہور، نماز کی ادائیگی کا بیان۔	۳۰ شعبان
۲۳۹	پیرومرشد کی خدمت کرنا، حضرت شاہ صاحب کے مجاہدات۔	یکم رمضان
۲۴۰	جدوجہد کرنے کی ترغیب، حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی کیفیت بیان کرنا، فناء الفنا کا بیان، بے شعوری کی کیفیت، صوفیا و علماء کا کام۔	۲ رمضان
۲۴۱	حضرت زہرہ بطول (فاطمہ) رضی اللہ عنہا کے عرس کا دن، ولایت و امامت میں فرق، حضور سید انبیا علیہ صلاۃ والسلام کی جامعیت۔	۳ رمضان
۲۴۳	حضرت امام اعظم اور امام مالک رضی اللہ عنہما کی ملاقات کا ذکر، حضرت امام شافعی کا امام اعظم کے مزار پر حاضر ہونا، توحید و جود کی کیفیت، اولیائے کرام کا (باطنی) مقامات کا سمجھنا۔	۴ رمضان

۲۳۶	ابتدائی مراقبات کی تفصیل، حضرت شاہ غلام علیؒ کے والد محترم کا ذکر، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے مزار پر عید کے دن حاضر ہونا۔	۵/رمضان
۲۳۷	ایک صوفی پر عتابِ خداوندی، حضرت شاہ غلام علیؒ کا اپنی کیفیتِ بیزاری کا بیان کرنا۔	۶/رمضان
۲۳۸	دنیا میں رویتِ باری تعالیٰ ناممکن ہے، حضرت شاہ صاحب کا کلام الہی سماعت فرمانا اور اپنے مشاہدات و احوال کا بیان فرمانا۔	۷/رمضان
۲۳۹	ایک مریض کو شفاء کی آیت تلقین کرنا، نیز ایک رباعی کا پڑھنا۔	۸/رمضان
۲۵۰	تراویح کی بیس رکعت پر بیان، وجود ممکنات کا ذکر۔	۹/رمضان
۲۵۱	صوفی کے لیے نصیحت۔	۱۰/رمضان
۲۵۱	حلقہ کے وقت ذکر نہ کرنا چاہیے، توجہ کی تاثیر۔	۱۱/رمضان
۲۵۲	اللہ جل سلطانہ کے وعدے میرے خزانے ہیں۔	۱۲/رمضان
۲۵۲	حضرت شاہ صاحب کی وصیت، حیا کی قسمیں۔	۱۳/رمضان
۲۵۳	مدار اور مداہنت کا معنی، ہرنبی کی ایک دعا مقبول ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تمام عالم کے واسطہ رحمت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہونے اور آپ کے ارشادات کی تاویل کے بیان میں۔	۱۴/رمضان
۲۵۵	حضرت شاہ صاحب کا اپنے آپ کو ہر کمال و لیاقت سے خالی پانا۔	۱۵/رمضان
۲۵۶	حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کی انکساری، حضرت شاہ صاحب کی محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت۔	۱۶/رمضان
۲۵۷	امراء اور مشکوک لوگوں کے کھانوں سے پرہیز کرنا۔	۱۷/رمضان
۲۵۷	حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت شیخ محمد عابد سنائیؒ کی فاتحہ کرنا۔	۱۸/رمضان



۲۵۸	رمضان المبارک کی خیر و برکات کا بیان ”مجدد الف ثانی“ کے معنی پر بیان۔	۱۹ رمضان
۲۵۹	شب قدر پر بیان۔	۲۰ رمضان
۲۵۹	”یقین“ کی قسموں پر بیان۔	۲۱ رمضان
۲۶۰	اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔	۲۲ رمضان
۲۶۰	پاک پانی کی کیفیت اور اس کا مسئلہ۔	۲۳ رمضان
۲۶۱	اجازت طریقہ کے لئے ٹوپیاں تیار کرانا، قابل اجازت شخص، اہل سماع کا تذکرہ۔	۲۴ رمضان
۲۶۲	مقامات ثلاثہ کا بیان۔	۲۵ رمضان
۲۶۲	طلب حق جل و علا میں آئے لوگوں کے لیے شرائط، مولف شاہ روف احمد کے لیے انکے پیر محترم کے دست خاص کی تحریر۔	۲۶ رمضان
۲۶۳	حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ کا خواجہ حسام الدین کو تعلیم طریقہ کی اجازت دینا اور ان کا قبول نہ کرنا۔	۲۷ رمضان
۲۶۳	مولف شاہ روف احمد کا اپنے شیخ کے اوصاف و کمال کا بیان کرنا۔	۲۸ رمضان
۲۶۴	طریقہ مجددیہ کے بلند معارف کا بیان۔	۲۹ رمضان
۲۶۴	جناب مؤلف اور دوسرے حضرات کو اجازت طریقہ عطا ہونا۔	یکم شوال

فہرست

خاتمہ کتاب

(تاریخ و دن کے تعین کے بغیر ملفوظات)

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۲۶۶	حضرت شاہ صاحب کی خاندان قادریہ میں بیعت۔	(۱)
۲۶۷	خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کے طریقہ کی خصوصیات۔ شاہ درگاہی سے جناب مؤلف کی بیعت اور اجازت سلاسل۔	(۲)
۲۶۸	ذکر و اشغال نقشبندیہ کا بیان۔	(۳)
۲۶۸	کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا بیان۔	(۴)
۲۷۰	کھانا کھانے کے آداب۔	(۵)
۲۷۰	جسے حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت زیادہ ہو۔	(۶)
۲۷۱	جزئیات مسائل میں مذہب حنفیہ کی پیروی بہتر و انسب ہے۔	(۷)
۲۷۲	قرآن پڑھنے کا طریقہ، کھانے پینے کے بعد دعا، صوفیہ کا روزہ۔	(۸)
۲۷۳	خرقہ تین قسم کا ہوتا ہے، چند اشعار۔	(۹)
۲۷۴	اقطاب کا منصب۔	(۱۰)
۲۷۴	شریعت اور طریقت۔	(۱۱)
۲۷۵	حضرت مجدد کے مخصوص معارف اولیاء کرام کے کسی کلام میں نہیں پائے جاتے۔	(۱۲)
۲۷۵	حضرت مجددؒ روئے زمین کے جملہ اولیاء کے مقابل، نسبت چشتیہ کا کسب۔	(۱۳)
۲۷۶	عمامہ عنایت کرنے کی روایات۔	(۱۴)
۲۷۶	لقمہ کی احتیاط۔	(۱۵)

۲۷۷	حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری۔	(۱۶)
۲۷۷	حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری، خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کا قول۔	(۱۷)
۲۷۷	چلہ لگانا۔	(۱۸)
۲۷۸	رویت باری تعالیٰ، مولف کے عناصر ثلاثہ پر توجہ۔	(۱۹)
۲۷۸	حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا ذکر۔	(۲۰)
۲۷۹	نفسِ رحمانی کا ذکر۔	(۲۱)
۲۷۹	بردیقین۔	(۲۲)
۲۷۹	گھر میں کتا اور تصویر ہونا، خانقاہ میں ایک مخلص کی تدفین۔	(۲۳)
۲۸۰	”یارب“ کا وظیفہ، حضور ﷺ کی بشارت۔	(۲۴)
۲۸۰	حضرت شاہ سراج احمد، قرب خدا کی راہیں، ایک عارف کی حکایت۔	(۲۵)
۲۸۱	نماز میں خشوع، حضرت علی و امام زین العابدین رضی اللہ عنہما کا واقعہ۔	(۲۶)
۲۸۱	خدمتِ ترقیاتِ باطن کا سبب ہے، جنگل سے چارہ لانے کا واقعہ۔	(۲۷)
۲۸۲	بزرگوں کے مجاہدات کے واقعات۔	(۲۸)
۲۸۳	نسبت کا کمال۔	(۲۹)
۲۸۳	حضرت شاہ صاحب کی دعائیں، اور آپ کا خیال ہی خیال میں کعبہ معظمہ جانا۔	(۳۰)
۲۸۵	صوفی کے لیے ضروری۔	(۳۱)
۲۸۷	حضرت اشرف جہاں گیر رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ۔	(۳۲)
۲۸۷	حضرت شاہ صاحب کی علالت۔	(۳۳)
۲۸۷	مریض کی عیادت۔	(۳۴)
۲۸۸	آتشِ دوزخ کا خوف۔	(۳۵)
۲۸۹	میرا ہدیہ کیوں نہ بھیجا، آنحضرت ﷺ کا خواب میں تشریف لانا۔	(۳۶)
۲۹۰	مولف شاہ رؤف احمد کو چاروں طریقوں میں اجازت مرحمت ہونا۔	(۳۷)
۲۹۱	حضرت مولف کو کوٹہ و سرونج کو رخصت کرنا۔	(۳۸)
۲۹۳	دُعائیہ کلمات مخطوطات کے عکس	

## پیش لفظ

ہمارے مخدوم زادے محترم ڈاکٹر محمد ابوالفضل صاحب فاروقی نور اللہ مرقدہ کی محنتوں سے جو ادارہ تقریباً تیس سال قبل دینی کتب کی طباعت و اشاعت کے لیے قائم ہوا تھا، الحمد للہ آج بھی بنا کسی نفع و تجارتی مقصد کے خدمات علمی و دینی میں مشغول ہے۔ صد آفریں کہ یہ ادارہ حضرت مرشدی شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات (۲ دسمبر ۱۹۹۳ء) کے بعد بھی چند نئی کتب طبع کر چکا ہے۔ اب پھر ایک اہم اور مبارک تالیف ”دُرُّ المعارف“ زیور طباعت سے آراستہ ہے۔

”دُرُّ المعارف“ ملفوظات قطب الارشاد حضرت عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ کے مؤلف صاحب ملفوظات کے معروف خلفاء میں سے ہیں۔ یہ کتاب تصوف و رموز طریقت میں اہم مقام کی حامل ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ حضرت شاہ صاحب کا نام نامی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخین میں معروف ہے۔ آپ کی ذات گرامی اور آپ کی خانقاہ ارشاد پناہ مرجع خلائق تھی۔ عالم اسلام کے مختلف علاقوں اور شہروں سے اہل علم و فضل راہ سلوک طے کرنے اور معرفت الہی کے حصول کے لیے یہاں آتے تھے اور بصد شوق و ذوق یہاں کی خدمات بجالاتے تھے۔ الحمد للہ تصفیہ، قلب و تہذیب نفس کے حصول میں اس خانقاہ شریف کو ہر دور میں امتیاز حاصل رہا ہے۔

موجودہ وقت میں ہمارے مرشد برحق کے جانشین و خلیفہ حضرت انس صاحب مدظلہ جن کا وجود ہمارے لیے تسکین قلب و روح کا سبب ہے اب اس خانقاہ شریف کی ذمہ داریاں اور اس دینی ادارہ کی سرپرستی بڑے استقلال و بلند ہمتی سے انجام دے رہے ہیں۔

آپ کے لیے ہمارے مرشد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۹۲ء میں دوران قیام بہرائچ بھری مجلس میں ارشاد فرمایا تھا کہ ”جو یہ ہیں، وہ میں ہوں اور جو میں ہوں، وہ یہ ہیں“۔ چنانچہ اس ارشاد کے اثرات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ظاہر ہوتے چلے گئے۔ اور ایک کامل و مکمل کے منہ سے نکلی بات کیوں نہ اثر رکھتی کہ۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود  
 جن ایام میں آپ نے یہ ارشاد اپنے نور نظر و جانشین کے لیے فرمایا تھا، اس سے قبل ہی آپ کی  
 دینی تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا۔ اور ساتھ ساتھ بی۔ کام کی پڑھائی بھی چل رہی تھی۔ قبلہ حضرت مرشدی رحمۃ  
 اللہ علیہ کی وفات کے بعد سے مستقل طور پر عربی قواعد، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ درس نظامی کی مروجہ کتب شیخ  
 الحدیث حضرت مولوی اکرام الحق صاحب مدظلہ العالی (گھوسی، ضلع متو) کی نگرانی میں پڑھنی شروع کیں۔  
 اس سلسلہ میں محترم مولانا مظاہر حسین صاحب سے اکثر کتب کا درس لیا۔ بالآخر نومبر ۲۰۰۱ء میں آپ نے  
 دارالعلوم خیر فیض عام (گھوسی، ضلع متو، یوپی) کی طرف سے سند علمی حاصل کی۔ حضرت سجادہ صاحب  
 کی درس نظامی پڑھنے کی خواہش اور پھر اس میں پوری توجہ کے ساتھ منہمک ہونا حقیقہً اپنی مثال آپ  
 ہے۔ اور ہم متوسلین متواتر آپ کے معاملات میں پختگی اور علمی و ذہنی فکر میں بلندی مشاہدہ کر رہے ہیں۔  
 آستانہ عالیہ میں آرام فرما مشائخین حضرات کے احوال و مقامات کو اردو زبان میں منظر عام پر  
 لانے کی کوشش کے تحت یہ کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کا ایک ترجمہ تقریباً سترہ سال قبل پاکستان سے  
 شائع ہوا تھا۔ مگر لفظی تصحیح کرتے ہوئے ہمارے حضرت سجادہ صاحب نے از سر نو ترجمہ کرنے کا ارادہ بعد  
 خیر طلبی کے کیا۔ نہایت مشغولیت کی بنا پر یہ کام آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ بالآخر اس سال ماہ اپریل میں یہ کام مکمل  
 ہوا اور مئی کے اختتام پر اس کی پروف ریڈنگ مکمل ہو سکی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت محنت اور تحقیق  
 کے ساتھ یہ کام انجام دیا ہے۔ انشاء اللہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی خدمات میں یہ سعی بہت مبارک و  
 مفید ثابت ہوگی۔

راقم الحروف کی خوش نصیبی ہے کہ ۱۹۶۳ء (بعم ۳۲ سال) سے اس خانقاہ عالیہ سے وابستہ  
 اور اس خاندانِ عالیشان سے جڑا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ اس تعلق کو عالمِ آخرت میں بھی قائم رکھے۔ آمین  
 بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ اجمعین

خاکِ پائے اولیاء اللہ

شبیر احمد بن محمد ہاشم مرحوم

بی۔ ایس۔ سی؛ ایم۔ اے؛ بی۔ ایڈ (علیگ)

رٹائرڈ ٹیچر۔ آزاد انٹر کالج

ضلع بہرائچ، یوپی

بروز ہفتہ ۹ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ

۱۳ جون ۲۰۰۸ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## عرض مترجم

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ مَحَبَّةَ عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ الْمُتَّقِينَ سَبَبًا لِعِنَايَتِهِ وَرَحْمَتِهِ  
وَإِكْرَامِهِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَى حَبِيبِهِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ وَعَلَى آلِهِ  
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ.

(سب تعریف اللہ کو جس نے کیا اپنے نیک، ڈرنے والے بندوں کی محبت کو اپنی عنایت، رحمت اور اکرام کا سبب مؤمنین پر اور درود و سلام نازل ہوا کے حبیب رحمت عالمیان پر اور ان کی تمام آل و اصحاب پر) اسرار و معارف کے موتیوں کا مجموعہ موسوم بہ ”دُرُّ الْمَعَارِفِ“ تیرہویں صدی کے سلسلہ علیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم المرتبت شیخ، قیوم وقت حضرت عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ کے ملفوظات مبارکہ ہیں۔ اس کے مولف حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی آپ کے مشہور خلفا میں سے ہیں۔ یہ مجموعہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ تاریخ و دن کے تعیین کے ساتھ مجالس کے بیانات پر مبنی ہے۔ جس کی ابتداء ۱۲/ ماہ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ سے ہوئی اور انتہا یکم شوال ۱۲۳۱ھ کو ہوئی۔ کل ۱۶۷/ مجالس کا بیان ہے۔ اور دوسرا حصہ ”خاتمہ کتاب“ کے نام سے جناب مولف نے قلمبند کیا ہے، جس میں حضرت والا کے کلام کو تاریخ و دن کے تعیین کے بغیر تحریر کیا ہے۔ ملفوظات کو جمع کرنے کی ترغیب جناب مولف کو اپنے خالہ زاد بھائی حضرت زکی القدر شاہ ابوسعید مجددی کی طرف سے ہوئی۔ جو حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ تھے اور پھر بعد میں آپ کے جانشین بھی ہوئے۔

اپنے وقت میں یہ تالیف خانقاہ شریف حضرت شاہ غلام علی کے متوسلین کے درمیان معتبر و مشہور رہی۔ بعد کے دور میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ مظہر یہ کے خلفا کی چند معروف اور مستند تصانیف میں شامل ہوئی۔

معلومات کے اعتبار سے اس کتاب کا دائرہ وسیع ہے۔ مختلف نصاب اور نکات سے مملو ہے۔ مثلاً شریعت مطہرہ پر پابند رہنے کی ترغیب، سنت کی اتباع پر تلقین، معمولات مشائخ کا تذکرہ، امور طریقت کا شریعت سے ربط و تعلق، سلوک مجددیہ کا خاطر خواہ بیان، طریقت کے آداب و مراتب، بزرگان

دین کے واقعات، ان کے مشاہدات مکاشفات کا بیان، مشائخین طریقہ کے مناقب و کمالات کا بیان، مکتوبات امام ربانی و مثنوی شریف مولانا روم کے درس کی کیفیات، تصفیہ قلب و تزکیہ نفس کے رموز، راہ معرفت الہی کی نزاکتیں وغیرہم جیسے نکات عام فہم انداز میں بیان ہوئے ہیں۔

یہ ملفوظات گرامی طبیعت پر نہایت اثر انگیز ہیں۔ مبتدی ہو یا منتہی، ہر ایک اپنے اپنے فہم اور ظرف کے مطابق، اس کے نایاب گہر سے اپنا دامن بھر سکتا ہے۔

یہ مجموعہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ مطبع نادری، بریلی سے ۱۳۰۴ھ میں؛ محبوب المطالع، دہلی سے ۱۹۲۷ء میں؛ ملتان سے ۱۹۶۰ء میں اور مکتبہ ایشق، استنبول (ترکی) سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہوا۔

در المعارف کا اردو ترجمہ پہلی مرتبہ ”عنایتیہ فاؤنڈیشن، پاکستان کی طرف سے ۱۳۱۳ھ/۱۹۹۲ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے مترجم جناب محمد فضل الرحمن نقشبندی مجددی ہیں۔ اس ترجمہ کو شائع کرنے کا ارادہ شاہ ابوالخیر اکاڈمی دہلی سے کیا گیا۔ مگر لفظی تصحیح کرتے ہوئے کچھ جگہ عبارت مغلط معلوم

ہوئی تو فارسی نسخہ مطبوعہ محبوب المطالع دہلی سے تقابلی جائزہ کیا۔ یہ احساس ہوا کہ ایک مرتبہ پورا ترجمہ متن کے ساتھ پڑھا جائے۔ چنانچہ راقم الحروف نے تو کلاً علی اللہ اس کام کی شروعات کی۔ فارسی نسخہ میں جہاں کہیں سہو کتابت معلوم ہوا، تو اس کو اپنے کتب خانہ کے موروثی قلمی نسخہ ”در المعارف“ کی مدد سے ٹھیک کیا۔ یہ مخطوطہ ۱۲۵۹ھ میں جناب خورشید احمد مجددی، کابلی نے اپنے پیرومرشد، سراج الاولیاء حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہم کے لیے تحریر کیا تھا۔ اس نسخہ کے ابتداء پر حضرت شاہ ابوالخیر مجددی کی دو مہری لگی ہوئی ہیں اور حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی کے دستخط ہیں۔ یہ نسخہ حضرت شاہ احمد سعید کے زیر مطالعہ رہا تھا۔

چنانچہ دُرُ الْمَعَارِفِ پر یہ محنت وقت طلب ثابت ہوئی اور کثرت مشغولیت کی بنا پر یہ کام دو سال سے زائد عرصہ میں مکمل ہوا۔

عنایتیہ فاؤنڈیشن پاکستان کے ترجمہ کو جہاں تک ہوسکا برقرار رکھا گیا ہے اور جہاں ضرورت سمجھی گئی وہاں عبارت درست کی، چند مقامات پر زبان کا محاورہ بھی بدلا اور طویل عبارت کو اختصار میں لانے کی کوشش کی ہے۔ فارسی اشعار بعض جگہ رہ گئے تھے، وہ بھی تحریر کئے، اسی طرح عربی عبارتیں مع ترجمہ دی گئی ہیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ متن فارسی کو عام فہم انداز میں بنا کسی زیادتی کے اردو جامہ پہنا دیا جائے تاکہ قارئین کو اصل فارسی عبارت سمجھنی آسان ہو سکے۔ وضاحت کے لیے عبارت

توسین میں دی گئی ہے۔

نکتہ: توسین "[ ]" - "( )" کے اندر جو بھی عبارت ہے، وہ اشعار یا عربی

عبارتوں کا ترجمہ ہے۔ یا پھر متن کی عبارت کو واضح کرنے کے لیے ہے۔

اس کتاب کی افادیت اور شائقین صاحبان کے درمیان اس کی طلب نے مجبور کیا کہ یہ کتاب

عمدہ پیرائے میں طبع کرا کے ہندوستان میں اردو جامہ کے ساتھ منظر عام پر لائی جائے۔ اللہ رب العزت کا

بے پناہ شکر و احسان ہے جس نے اس عاجز کو اس کام کی توفیق بخشی اور راہ آسان کی۔

اس مبارک و اہم کام کو کرنے میں عاجز کے عم محترم حضرت مولوی ابو حفص عمر مجددی فاروقی

مدظلہ (ساکن کوئٹہ، بلوچستان) نے ہمت بندھائی اور ضروری رہنمائی فرمائی۔ عاجز انکی شفقت و محبت کو

باری تعالیٰ کی اعانت و توفیق کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب سمجھتا ہے۔ حق تعالیٰ ان کے ظاہری و

باطنی کمالات سے مستفیض ہونے کی سعادت سے ہم کو بہرور فرمائے۔ اس کے ساتھ ساتھ دہلی کے جناب

پروفیسر سید یونس جعفری صاحب ماہر لسانِ فارسی و اردو کا بھی مشکور ہے جنہوں نے عاجز کے استفسار پر

بعض اشعار پر مفید اشارے دیئے۔

اب قارئین صاحبان کو جہاں کہیں کمی معلوم ہو، اُس سے راقم الحروف کو آگاہ کر کے مشکور

فرمائیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کو درست کیا جاسکے۔

والحمد لله اولاً و آخراً و الصلوٰة والسلام علی رسولہ الکریم

وعلی آلہ و صحبہ اجمعین

خاکسار

ابوالنصر انس فاروقی مجددی

عفی عنہ

جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ جون ۲۰۰۸ء

خانقاہ حضرت شاہ غلام علی

المعروف بہ

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہم

دہلی - ۶



## مختصر حالات

### حضرت عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلویؒ

مرتب: ابو النصر انس فاروقی مجددی

- ولادت - ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء کو قصبہ بٹالہ، صوبہ پنجاب میں ہوئی۔ (۱)
- وفات - ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء کو شہر دہلی میں آپ کی خانقاہ شریف میں ہوئی۔
- مدفن - اپنے پیر و مرشد حضرت حبیب اللہ شمس الدین مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں جانبِ غرب سپردِ خاک ہوئے۔

آپ علوی سادات میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ مرتاض و مجاہدہ تھے۔ حضرت شاہ ناصر الدین قادری دہلوی قدس سرہ (م ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء) سے طریقہ قادریہ میں بیعت تھے۔ (۲) آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والدین و چچا نے نیک خوابات دیکھے۔ چنانچہ اپنے اپنے خواب سے اشارہ پا کر آپ کے والد نے آپ کا نام ”علی“، والدہ نے ”عبدالقادر“ اور چچا نے ”عبداللہ“ رکھا۔ آپ اپنا نام ”عبداللہ عرف غلام علی“ لکھتے تھے۔ عوام و خواص میں آپ کی شہرت ”حضرت شاہ غلام علی دہلوی“ سے ہوئی۔

آپ کے ابتدائی حالات کا ذکر تذکروں میں نہیں ملتا۔ اپنے آبائی مقام بٹالہ سے دہلی میں آمد ۱۰ رجب ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء کو ہوئی۔ (۳) اپنے احوال میں آپ نے لکھا ہے کہ ”جب دہلی آمد ہوئی تو علم حدیث و تفسیر سے مناسبت پیدا ہو گئی تھی۔ والد کی مرضی اپنے پیر و مرشد سے بیعت کرانے کی تھی۔ مگر جس دن میری دہلی آمد ہوئی، اسی رات شاہ ناصر الدین دہلوی رحلت فرما گئے تھے۔ چنانچہ دہلی میں موجودہ شیوخ کی صحبت اختیار کی۔ ان حضرات میں حضرت ضیاء اللہ اور شاہ عبدالعدل، یہ دونوں قطب عالم حضرت خواجہ محمد زبیر مجددی رحمۃ اللہ علیہم کے خلیفہ تھے اور خواجہ میر درد بن خواجہ ناصر، مولوی شاہ فخر الدین، شاہ نانو اور شاہ غلام سادات چشتی اور دیگر اہل نسبت کی صحبت میں رہا۔“

۱۱۷۸ھ (۴) میں جب آپ کی عمر بائیس سال کی تھی، آپ حضرت مرزا مظہر شہید سے طریقہ قادریہ میں بیعت ہوئے مگر تلقین طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں ملی تھی۔ حضرت مرزا مظہر کی بقیہ حیات تک ان سے وابستہ رہے۔ اور اجازت مطلقہ حاصل کی۔ حضرت مرزا صاحب کے وصال (۱۰ محرم الحرام ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) کے بعد با تفاق دیگر خلفا آپ کے جانشین ہوئے۔ (۵) جس حویلی میں حضرت مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین ہوئی اس میں آپ نے خانقاہ تشکیل فرمائی۔ کامل پینتالیس سال آپ مسند ارشاد پر متمکن رہے۔

علمی معیار آپ کا نہایت بلند تھا۔ اپنے پیر و مرشد سے بھی حدیث شریف پڑھی اور شاہ ولی اللہی خاندان سے بھی سند حدیث حاصل کی۔ (۶) آپ کلام اللہ الجید کے حافظ تھے مگر اکثر لوگ اس بات سے ناواقف تھے۔

حلقہ ذکر و مراقبات اور القائے توجہ و تربیت مریدین میں مصروفیت کے علاوہ درس کتب بھی اپنے حلقہ میں دیا کرتے تھے۔

آپ کا حلقہ ارشاد نہایت وسیع تھا۔ وصال سے نو سال قبل ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء میں جب حضرت شاہ رؤف احمد مجددی نے ملفوظات جمع کئے تو اس وقت ہند و بیرون ہند کے طالبان حق کثیر تعداد میں خانقاہ شریف میں موجود تھے۔ (۷) بعض تو آنحضرت ﷺ کے خواب میں حکم دینے سے خدمت میں پہنچے تھے۔

آپ کے معمولات حد درجہ منضبط تھے۔ آپ اتباع سنت و اخلاق حمیدہ کی اپنی مثال آپ تھے۔ جس کا اثر آپ کے صحبت یافتہ اصحاب میں بھی پختگی کے ساتھ رونما تھا۔ مشاہدات عجیبہ و مکاشفات صحیحہ آپ کی سوانح سے پڑھے جاسکتے ہیں۔ کثیر کرامات کا ظہور آپ سے ہوا۔ آپ کے خلفا کے تذکرے پڑھنے سے بھی آپ کی جلالت شان کا اظہار ہوتا ہے۔

آپ کے سوانح نگار حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی نے ”جواہر علویہ“ میں اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددی محدث دارالہجرۃ (علی صاحبہا الف والف التحیہ والسلام) نے ”ضمیمہ مقامات مظہری“ میں تشفی آمیز معلومات فراہم کی ہے۔ شاہ رؤف احمد رافت کی تصنیف جواہر علویہ اصل ماخذ رہی ہے۔ اسی

طرح آپ کے ملفوظات شریفہ کا یہ مجموعہ آپ کے حالات و افکار پر روشنی ڈالتا ہے۔ آپ کے علمی سرمایہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اب تک آپ کی جتنی تالیفات، رسائل، ملفوظات و مکتوبات کی علم ہوا ہے ان کی تعداد سترہ ہے۔ ان کا مجموعی تعارف کرایا جا رہا ہے۔ (۸)

۱۔ ایضاح الطریقہ: (مطبوعہ) طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے اصول، اذکار اور اصطلاحات پر مبنی یہ رسالہ آپ نے ۱۲۱۲ھ میں تالیف کیا۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ رسائل سب سے زیادہ، مطبوعہ مطبع نقشبندی ۱۲۸۴ھ میں اور جواہر علویہ و مکاتیب شریفہ میں بھی یہ رسالہ شامل ہے۔

۲۔ احوال بزرگان: (مخطوطہ) اس میں شاہ صاحب نے چند معروف مشائخین طریقت کے نہایت مختصر حالات لکھے ہیں۔ اس رسالہ کے آخر میں مولانا خالد کردی کے حاضر خدمت ہونے کا بھی ذکر ہے۔ اور ان کی آمد ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء میں دہلی میں ہوئی۔ اس کا خطی نسخہ جناب حاجی معین الدین، لاہور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۳۔ رسالہ در ذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجدد: (مخطوطہ) اس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے حالات و مناقب، خلفا و اولاد کے حالات کا تذکرہ ہے۔ اس کے مخطوطات خانقاہ شریف مولوی غلام نبی اللہی، اللہ، ضلع جہلم (پاکستان)، خانقاہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، (پاکستان) اور کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد دکن (ہندوستان) میں موجود ہے۔

۴۔ رسالہ طریق بیعت و اذکار: (مطبوعہ) یہ رسالہ ”رسائل سب سے زیادہ“ میں چھپ چکا ہے۔

۵۔ رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبندی: (مطبوعہ) یہ مختصر رسالہ ہے۔ یہ ”رسائل سب سے زیادہ“ اور مکاتیب شریفہ (نمبر ۸۶) میں شامل ہے۔

۶۔ رسالہ در احوال حضرت خواجہ سید بہاؤ الدین نقشبندیہ رضی اللہ عنہ: (مطبوعہ) یہ رسالہ بھی ”رسائل سب سے زیادہ“ اور مکاتیب شریفہ (نمبر ۸۷) میں شامل ہے۔

- ۷۔ رسالہ اذکار: (مطبوعہ) یہ مختصر رسالہ ”رسائل سبعمہ سیارہ“ میں شامل ہے۔
- ۸۔ رسالہ مراقبات: (مطبوعہ) اس رسالہ کا ذکر ”در المعارف“ کی مجلس ۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ مکاتیب شریفہ (نمبر ۱۰۰) اور ”رسائل سبعمہ سیارہ“ میں شامل بھی ہے۔
- ۹۔ رسالہ در ردّ اعتراضات شیخ عبدالحق بر کلام حضرت مجدد: (مطبوعہ)  
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو حضرت مجدد الف ثانی سے بعض علمی اعتراضات شروع میں ہوئے تھے۔ اس کے جوابات نہایت مثبت طریقہ سے آپ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع میں دیے ہیں۔ یہ مکاتیب شریفہ (مکتوب نمبر ۸۸) اور رسائل سبعمہ سیارہ میں شامل ہے۔
- ۱۰۔ رسالہ در ردّ مخالفین حضرت مجدد: (مطبوعہ) یہ رسالہ پانچ فصول پر مشتمل ہے۔ اس موضوع پر دوسرے رسالہ سے زیادہ مفصل ہے۔ یہ بھی ”رسائل سبعمہ سیارہ“ میں طبع ہوا ہے۔
- ۱۱۔ رسالہ مشغولیہ: (غیر مطبوعہ) یہ رسالہ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کی بیاض میں شامل ہے اور انھوں نے اس کو حضرت شاہ غلام علی کی تصنیف بتایا ہے۔ (بیاض در کتب خانہ مرکز تحقیقات فارسی، ایران و پاکستان واقع راولپنڈی)
- ۱۲۔ سلوک راقیہ نقشبندیہ: (مخطوطہ) کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت، مدینہ منورہ میں موجود ہے۔ (فہرست نسخہ خطی فارسی ۲/۱۲۰۰) بقیہ تفصیل سے آگاہی نہیں۔
- ۱۳۔ مکاتیب شریفہ: یہ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے ایک سو پچیس مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ جو آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی نے جمع کیا ہے۔ سال ترتیب ”مظہر عجائب“ سے ۱۲۳۱ھ برآمد ہوتا ہے۔ ان مکاتیب میں تصوف کے عام فہم مسائل و نکات سے لے کر اسرار و رموز پر بیان ہوا ہے۔ جا بجا بزگوں سے متعلق حالات و واقعات کا ذکر ہے۔

مخلصین طریقہ کو ذکر و فکر اور اصلاحی نکات کی تلقین کی ہے۔ نیز حضرت مجدد پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات بھی دیے گئے ہیں۔ یہ مکاتیب مطبع عزیزی، مدراس سے ۱۳۳۲ھ میں چھپے تھے۔ پھر حکیم عبدالمجید سیفی نے انہیں ۱۳۷۱ھ میں لاہور سے طبع کرایا۔ اس ایڈیشن کو بصورت عکس حسین حلمی آفندی نے استانبول، ترکی سے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔ حضرت شاہ غلام علی کا ایک مکتوب جو اردو زبان میں ہے کتاب ارشاد المستر شدین (ص ۱۳۷) میں موجود ہے۔

۱۳۔ کمالات مظہری (مخطوطہ): یہ کتاب اپنے پیر و مرشد حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ کے احوال و افکار پر حضرت شاہ غلام علی نے آخری ایام میں تحریر کی تھی۔ اس کا تذکرہ حضرت شاہ محمد مظہر مجددی فرزند و خلیفہ حضرت شاہ احمد سعید مجددی قدس سرہما نے ”مناقب احمدیہ“ میں کیا ہے۔ اب تک اس کا صرف ایک ہی خطی نسخہ دستیاب ہے۔ جو حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی کتب خانہ واقع درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، دہلی میں موجود ہے۔ مولف کی طرف سے اس کتاب کے لیے کوئی نام تجویز نہیں ہوا تھا۔ حضرت زید نے ہی اس کے مطالعہ کے بعد اس کا نام ”کلمات مظہریہ“ سرورق پر لکھا ہے۔ یہ دراصل کتاب مقامات مظہری کا خلاصہ ہے۔

۱۵۔ مقامات مظہری: (مطبوعہ) یہ کتاب بھی حضرت میرزا مظہر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے روز ولادت سے یوم شہادت تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ آپ کے ملفوظات و مکتوبات کا انتخاب بھی دیا گیا ہے۔ یہ کتاب اپنے اعتبار سے ایک علمی، ادبی، تاریخی اور اصلاحی شاہکار ہے۔ حضرت مرزا مظہر کی صحبت خاص میں گزرے ہوئے آپ کے آخری سترہ سالہ زندگی کی آئینہ دار ہے۔ اور حضرت مرزا مظہر کی وفات کے تقریباً پندرہ سولہ سال بعد تالیف ہوئی۔ (جو فصل سولہویں کی عبارت سے عیاں ہوتا ہے) یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اور اردو ترجمہ اسی ادارہ (حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی، دہلی) سے ۲۰۰۵ء میں چھپ چکا ہے۔

۱۶۔ ملفوظات شریفہ: (مطبوعہ) حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ملفوظات کا یہ مجموعہ آپ کے معروف خلفا میں سے حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری (پاکستان) نے جمع کئے تھے۔ (ولادت ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۷ء وفات ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء)

۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں جب آپ (شاہ غلام محی الدین قصوری) حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے، انہیں ایام میں آپ نے یہ ارشادات قلمبند کئے۔ اگرچہ چند روزہ قیام کے ہیں لیکن اس لحاظ سے اہم ہیں کہ یہ دور آخر کے تمام تجربات کا حاصل ہیں۔ (۹) ملفوظات کے سات خطی نسخہ پاکستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ (۱۰) اس کا اردو ترجمہ جناب اقبال احمد فاروقی نے کیا جو ۱۹۷۸ء میں مکتبہ نبویہ، لاہور سے شائع ہوا تھا۔

۱۷۔ دُرِّ المَعَارِف (مطبوعہ): ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی کا یہ مجموعہ جو اب ہمارے ہاتھوں میں ہے، آپ کے معروف خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی کا جمع کردہ ہے۔ اس کتاب کی تفصیلی معلومات ”عرض مترجم“ میں تحریر ہے۔



حالات مولفِ کتاب ”دُرُّ المَعَارِفِ“

## حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی

مرتب: ابو النصر انس فاروقی مجددی

ولادت: ۱۲۰۱ھ وفات: ذی قعدہ ۱۲۵۳ھ (۱۱)

حرمین شریفین کو جاتے ہوئے دوران سفر یَلْمَمَ مقام کے نزدیک جہاز میں آپ کی وفات ہوئی۔ پیر علی کے قریب جس کا لقب یلمم ہے تدفین ہوئی۔ (۱۲)

آپ نسا مجددی فاروقی اور مذہباً حنفی تھے۔ نسب نامہ کی تفصیل: شاہ رؤف احمد بن شاہ شعور احمد بن شاہ محمد مشرف بن شیخ رضی الدین بن شیخ زین العابدین بن شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہم (۱۳)

ابتدائی تعلیم و تربیت کی تفصیل آپ کے حالات سے نہیں ملتی۔ جواہر علویہ میں آپ نے اپنے حالات کے ضمن میں لکھا ہے کہ سند حدیث آپ کو اپنے خالو، عالم شہیر، محدث حضرت سراج احمد مجددی اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما سے حاصل تھی۔ جب معرفت الہی کی طلب پیدا ہوئی تو اپنے خالہ زاد بھائی حضرت زکی القدر شاہ ابوسعید مجددی کے ہمراہ حضرت شاہ درگاہی قدس سرہ (۱۴) سے طریقہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ سخت ریاضت و مجاہدے کئے۔ چھ سلاسل نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ اور قلندریہ میں خلافت حاصل کی۔ کمالات نسبت مجددیہ کے کسب کے لیے خانقاہ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ (۱۵) حضرت شاہ غلام علی کی بیشار عنایات آپ کو حاصل ہوئیں۔ از ابتداء تا انتہا مکمل سلوک کی تکمیل فرما کر آپ کو اجازت مطلقہ سے نوازا۔ جمیع سلاسل سبعہ میں آپ کو اجازت عطا کر کے بھوپال و سرونج بھیجا۔ زیادہ تر قیام آپ کا بھوپال میں رہا۔ وہاں آپ کو قبول عام حاصل ہوا۔ امراء و فقراء آپ کے حلقہ میں شامل ہوئے۔ کئی خلفاء، تکمیل سلوک کے بعد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی خدمات میں مشغول ہوئے۔

اولاد زینہ میں آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ حضرت شیخ خطیب احمد و شیخ حبیب احمد رحمۃ اللہ علیہما۔ بڑے صاحبزادے عالم و فاضل اور بلند کیفیات کے حامل تھے۔ سلوک نقشبندیہ مجددیہ اپنے والد سے طے کر کے خلافت حاصل کی۔ اور آپ کے جانشین ہوئے۔ چھوٹے صاحبزادے بھی علم و فضل اور تقویٰ میں کمال رکھتے تھے۔

تذکرہ تصانیف: شاہ رؤف احمد رافت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف جن کے ناموں سے واقفیت ہوئی۔

- ۱۔ درالمعارف: تعارف کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔
- ۲۔ مکاتیب شریفہ: حضرت شاہ غلام علی کا عملی سرمایہ کے تحت تذکرہ کیا جا چکا ہے۔
- ۳۔ جواہر علویہ: فارسی زبان میں آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے حالات واقعات، ملفوظات و خلفاء کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ دیگر نقشبندی بزرگوں اور کچھ دیگر مشائخ کے مجمل حالات قلمبند کئے ہیں۔ اپنے ابا و اجداد کا ذکر نام بہ نام کیا ہے۔ آخر میں اپنے حالات اور اپنے خلفا کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۲۴۹ھ میں مکمل ہوئی۔ اس کا اردو ترجمہ لاہور سے ۱۹۱۹ء میں طبع ہوا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک شائع ہونے کی خبر نہیں ہے۔
- ۴۔ مراتب الوصول: سلوک نقشبندیہ مجددیہ پر جامع رسالہ ہے۔ تحریر کرنے کے بعد حضرت شاہ غلام علی کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے پسند فرمایا اور کچھ تحریر بھی اس کے لیے لکھ کر دی۔ یہ غیر مطبوعہ ہے۔ ایک قلمی نسخہ کتب خانہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر میں بھی ہے۔
- بقیہ تصانیف جن کا ذکر جا بجا تذکروں سے ملتا ہے۔
- ۵۔ ارکان الاسلام: (اردو) فقہ حنفی میں آپ نے یہ رسالہ تحریر کیا ہے۔ مطبع نظامی کانپور سے طبع ہوا۔
- ۶۔ مجمع الفوائد: اسکی تفصیل سے آگاہی نہیں ہے۔
- ۷۔ تفسیر رؤفی: یہ بھی مشہور تصنیف ہے۔ کئی کتب خانوں میں اس کے خطی نسخے موجود ہیں۔ غیر مطبوعہ ہے۔
- ۸۔ رسالہ تفسیر تبارک الذی: رضا لاہوری، راپور میں اس کا خطی نسخہ موجود ہے۔ یہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔
- فن شاعری میں ایک دیوان فارسی اور ریختہ میں چھ دیوان ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں۔
- ۹۔ رسالہ مولود منظوم: ۱۰۔ مولود احمد ۱۱۔ دیوان رؤفی ۱۲۔ یوسف زلیخا منظوم (اردو)
- شعراء کے تذکرہ نویسوں نے آپ کے کلام کو خوب سراہا ہے۔ اور اس بات کے معترف ہیں کہ آپ (شاہ رؤف احمد) جمیع اصناف سخن پر قادر تھے۔



## حواشی

- ۱۔ جواہر علویہ (ص ۱۳۹) از شاہ رؤف احمد رافت (اردو ترجمہ مطبوعہ، لاہور)  
نیز تاریخ ولادت ۱۱۵۸ھ ضمیمہ مقامات مظہری (ص ۳۱۲) از شاہ عبدالغنی مجددی  
(اردو ترجمہ) مطبوعہ شاہ ابوالخیر اکاڈمی، دہلی
- ۲۔ حضرت شاہ ناصر الدین قادری مدفون جس پورہ عقب عید گاہ محمد شاہی، دہلی  
ضمیمہ مقامات مظہری (ص ۳۱۲)؛ مزارات اولیائے دہلی۔ (ص ۱۱)
- ۳۔ تحقیق تاریخ از مجلس ۱۱ رجب ۱۲۳۱ھ (در المعارف)  
و تحقیق متن از جواہر علویہ (اردو) ص ۱۲۰ مطبوعہ لاہور
- ۴۔ ۱۱۷۸ھ از جواہر علویہ؛ ۱۱۸۰ھ از ضمیمہ مقامات مظہری
- ۵۔ اس میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے کہ حضرت مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا کوئی جانشین نہیں چھوڑا تھا۔  
اجازتِ مطلقہ سے کئی مصاحبین اہلیانِ طریقہ کو نوازا تھا۔
- ۶۔ حضرت مرزا مظہر نے اپنے پیر صحبت و استاد حدیث حضرت محمد افضل سیالکوٹی سے سند حدیث  
حاصل کی، جن کو حضرت عبدالاحد وحدت سے سند حاصل تھی اور ان کو اپنے والد ماجد و مرشد  
و حضرت خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید مجددی سے اور انکو اپنے والد و مرشد حضرت امام ربانی مجدد  
الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم سے۔
- نیز حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی حضرت محمد افضل سیالکوٹی سے کتب حدیث پڑھیں تھیں۔ اور  
ان سے سند حاصل کی تھی۔
- ۷۔ مجلس ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ از در المعارف
- ۸۔ مقدمہ مقامات مظہری از ڈاکٹر محمد اقبال مجددی (ص ۱۶۳) اردو سائنس بورڈ، لاہور۔
- ۹۔ مولانا قصوری کا علمی معیار بلند تھا۔ اپنے وقت کے مشاہیر علما سے کتب کا درس لیا۔

دہلی میں قیام کے دوران حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے صحاح ستہ کی سند لی تھی۔

(مقدمہ ملفوظات شریف (اردو) ص ۵۶ مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مقدمہ ملفوظات شریفہ (اردو) از ڈاکٹر محمد اقبال (ص ۷۵)

مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور

تاریخ ولادت و تاریخ وفات از ترجمہ حضرت جامع مکاتیب (مکاتیب شریفہ صفحہ نمبر ۳،

مطبوعہ مطبع عزیز، مدراس، ۱۳۳۲ھ)

ضمیمہ مقامات مظہری صفحہ ۳۶۲، مطبوعہ شاہ ابوالخیر اکاڈمی، دہلی

جواہر علویہ از شاہ رؤف احمد ص ۱۲۸-۱۵۰ (مخطوطہ) کتب خانہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، دہلی

حضرت شاہ درگاہی کی ولادت تخت ہزارہ ضلع پنجاب میں ۱۱۶۲ھ کو ہوئی۔ آپ مادر زاد ولی

تھے۔ قوی جذبہ رکھتے تھے۔ اکثر مغلوب الحال رہتے تھے۔ مگر نمازوں کے وقت افاقہ ہو جاتا

تھا۔ طریقہ قادریہ میں حضرت حافظ شاہ جمال اللہ قادری رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

ہو کر سلوک کا کسب کیا اور خلافت حاصل کی۔

آپ کی وفات ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء کو رامپور میں ہوئی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔

ضمیمہ مقامات مظہری صفحہ ۳۲۷ مطبوعہ شاہ ابوالخیر اکاڈمی، دہلی؛ نزہۃ الخواطر ۱/۱۶۵، رشحات

عزربیہ حواشی؛ جواہر علویہ، ص ۲۷۱ مطبوعہ لاہور

ملاحظہ ہو: اردو ادب میں بھوپال کا حصہ مولفہ سلیم حامد رضوی؛ جواہر علویہ (خودنوشت

حالات) ص ۲۴۴-۳۰۹ مطبوعہ لاہور سخن شعراء ص ۱۸۷؛ تذکرہ کالمان رامپور ص

۱۳۳-۱۳۷؛ نزہۃ الخواطر ۱/۱۸۸، مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ص ۵۴



# دُرُّ المَعَارِفِ

ملفوظات

حضرت عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلوی  
قدس سرہ

ترجمہ

ابوالنصرانس فاروقی مجددی



دیباچہ کلام فصحاء کے عروس کی زیبائش اس اُحد بے ابتداء کی ستائش کے خلعت سے ہے جو کہ جوہر احسان کے عارض کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان فیض ترجمان سے رونق رنگ و جلادیتی ہے۔

اور مقدمہ بُلغاء کے شاہد کا سنورنا اس واحد بے انتہا کی تعریف کے زیور سے ہے جو گوہر عرفان کے رخسار کو اولیائے عظام کی موتی بکھیرنے والی زبان کی تری سے تازگی و روشنی بخشتی ہے۔ شعر:

انبیاء را جوہر احسان دہی اولیا را گوہر عرفان دہی  
(انبیاء کو جوہر احسان ملا اولیاء کو گوہر عرفان ملا)

اس تعالیٰ شانہ کے اسماء و صفات کی ادنیٰ حقیقت سے بھی عاقلوں کی عقل دائرہ کی طرح سرگرداں ہے اور بڑوں کی سمجھ اس ذات (سبحانہ تعالیٰ) کے مختصر سے مقام کو سمجھنے میں صورت آئینہ کی طرح حیران ہے۔ شعر۔

زعلیا اعلیٰ وبالا زبالا بلندی ہم نمی گنجد در آنجا  
مقاش از عقول انبیا پاک رُسل را ہم بکہنش نیست ادراک  
(”وہ تمام بلندیوں سے بلند و بالا ہے کہ بلندی کی حد کو بھی وہاں گنجائش نہیں۔ انبیاء

(عظام) کی عقلیں اس مقام تک پہنچ نہیں سکتیں، رسولوں کو بھی اس کی قدیمی کادراک نہیں۔)  
 سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ.  
 (پاک ہے اللہ اور تمام تعریفوں کا بھی مستحق وہی اللہ ہے اور نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے  
 سوا اور اللہ سب سے بلند و برتر ہے اور نہیں ہے پھرنا (گناہوں سے) اور نہ قوت (طاعت و  
 عبادت پر) مگر اللہ کی توفیق سے) اور رحمتِ کاملہ دعا و سلامتی و پاکیزگی ہو اس روح پر فتوح پر  
 جو نبیوں کا سردار اور متقیوں کا رہبر، ہمائے اوج رسالت، عنقواء (کوہ) قافِ قُرْبَت، ربِّ جلیل کا  
 برگزیدہ دوست، خداوند جمیل کی راہ کار ہنما، اونوں میں اول، دلائل کی دلیل، انوارِ الہیہ کا مبتداء،  
 عروجِ کمالیہ کا منتہاء، اعلاءِ الہیہ کی مثال، غیر متناہیہ عالموں کا ہیولی، تمام انبیاء کی امتوں کی  
 شفاعت کرنے والا، تمام بیماریوں اور علتوں کا شفا دینے والا، دونوں جہانوں کا سردار، دین و دنیا کا  
 سالار، نبیوں کا امام، ولیوں کا پیشوا، روزِ قیامت کا شفیع، محبوب کبریا، فخرِ اصفیا، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

اما بعد فقیر روف احمد جو از روئے نسب اور طریقہ کے مجد دی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی  
 خطاؤں سے درگزر فرمائے، عرض کرتا ہے کہ جب اخوتِ پناہ والا دستگاہ، شریعت و طریقت کے  
 رموز کے کھولنے والے، حقیقت و معرفت کے انوار سے واقف، حافظ کلام اللہ المجید شاہ ابوسعید  
 سلم اللہ تعالیٰ کہ السَّعِيدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهِ (سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل  
 کریں) کے اسرار ان کی روشن پیشانی سے ظاہر ہیں اور السَّعِيدُ مَنْ سَعِدَ فِي بَطْنِ أُمَّه  
 (سعادت مند وہ کہ جسکو ماں کے پیٹ میں سعادت ملی) کے انوار مبارک ان کے جبین نور افشاں  
 سے ہویدا ہیں۔ اس ناکارہ اور کم جاننے والے پر زور ڈالا کہ حضرت پیر دستگیر، قطبِ دوراں، قیوم  
 زماں، مہرِ سپہرِ ولایت، ماہِ سماءِ ہدایت، نیرِ بُرْجِ اتقا، گوہرِ درجِ اجتہا، مطلعِ ارشاد کے آفتاب، افق  
 امداد کے ماہتاب، سراجِ محفلِ صفا، چراغِ بزمِ رضا، مظہرِ اسرارِ الہیہ، مصدرِ انوارِ لامتناہیہ، موردِ  
 فیوضِ سبحانی، مصدرِ برکاتِ رحمانی، مروّجِ طریقہِ مجدِ دیہ، مکملِ کمالاتِ احمدیہ، سالکِ مسالکِ

صراطِ مستقیم، شریعت و ایمان، رہبرِ مناجیحِ سبیلِ طریقت و احسان، کاشفِ اسرارِ خلت و محبت،  
واقفِ انوارِ محبت و محبوبیت، مجدِّ دماستہِ ثالثِ عشر، مروّجِ شریعتِ خیرِ البشر۔

### قصیدہ فارسی

امامِ جملہ خلاقِ امیرِ ہر دوسرا  
بشیرِ معرفت و بادشاہِ ہر دو جہاں  
نجیرِ سرِ خدا مرشدِ رہِ یزداں  
دوائے دردِ دُرون و شفاءِ جملہِ علل  
رحیلِ راہِ الہی کفیلِ شرعِ نبی  
صفائے عارضِ خوبی کمالِ محبوبی  
ضیاءِ مہرِ ولایتِ مہِ عروجِ کمال  
طیبِ علتِ دلِ طائرِ ریاضِ قدس  
فقیرِ درگہِ داوڑِ امیرِ انس و ملک  
قسیمِ فیضِ نعتِ قرارِ مشتاقاں  
کتابِ رازِ خدا و صحیفہِ اسرار  
ولہی ایزد و واقفِ جملہِ سر و علن  
ہدایتِ دو جہاں ہادیِ زمین و زماں  
گلیمِ پوشِ محبتِ بطور و نہجِ کلیم  
شہِ زمین و زماں حضرتِ غلامِ علی  
(یعنی) جملہ خلاق کے پیشوا، دونوں جہانوں کے سردار، رحمت کے سمندر، بخشش  
کے دریا اور بحرِ عطاء، معرفت کی بشارت دینے والے، دونوں جہاں کے بادشاہ، راہِ گم کرنے

والوں کو خضر کی طرح راہ دکھانے والے، رموزِ خدا کے خبر رکھنے والے، جو دو سخا کے ساتھ خدا کی راہ کے بتلانے والے، اُمت کے امام، دین کے سردار، باطن کے درد کی دوا، تمام بیماریوں کے لئے شفا، اور علم و فہم کی بدولت وحدت کی دلیل اور دین کے برہان۔ راہِ الہی کے رحیل (کوچ کرنے والے) اور شرعِ نبی کے کفیل، انسانوں کے سردار، فرشتوں سے انسیت رکھنے والے اور خدا کے جلیس، صفائے عارضِ خوبی کمالِ محبوبی ذاتِ الہی کے حبیب، اہل صفا کے محبت، ولایت کے سورج کی روشنی، عروج کمال کے چاند، قطبِ رحا (چکی) کی طرح تمام مخلوق کا انتظام کرنے والے، دل کی بیماریوں کے طبیب، ریاضِ قدس کے طائر، ذاتِ انبیاء کے رنگ میں گناہوں سے پاک رہنے والے، دربارِ عطا کے فقیر، انسانوں اور فرشتوں کے امیر، فیضِ الہی سے مستفیض اور صالحین کے مقتداء، فیضِ محبت کے تقسیم کرنے والے، مشتاقِ دلوں کے قرار، عزت و بلندی کے ساتھ بارگاہِ کبریا کے خلیل، راز ہائے خدا کی کتاب اور صحیفہٴ اسرار (بھید)، دنیا کے لئے کریم و محبوب اور سب سخیوں کے سخی، اللہ تعالیٰ کے دوست اور تمام پوشیدہ و ظاہر سے واقف، نورِ مظہر کے وجود اور شیر و فنا کی آواز۔ دو جہاں کے لئے ہدایت، زمین و زماں کے ہادی، صفا کی بلندیوں کے مثالی پرندے اور ریاضِ علا کے طائر، کلیم کے ڈھنگ و طریقہ پر محبت کی گدڑی اوڑھنے والے، حضرتِ حق کے کلیم اور تجلّی مولا کے طور، زمین و زمان کے بادشاہ حضرت غلامِ علیؑ، تمام بیماریوں کے لئے شفا اور قیامت کے دن شفاعت کرنے والے۔)

اللہ تعالیٰ ان کے اسرار و انوار کی بدولت ہمیں پاک کرے کہ ان کی محفلِ قدسی منزل میں گوہرِ بکھیرنے والی زبان سے معارف و نصائح کے جو آبدار موتی نکلتے ہیں اور سلوک و جذبہ کے عمدہ جواہر زبانِ فیضِ ترجمان سے بیان فرماتے ہیں، انہیں رشتہٴ تحریر میں پرولو، اور رقم کرلو۔ لہذا آنجناب (شاہِ ابوسعیدؒ) کے حکم سے جس کی بجا آوری ضروری تھی یہ کمترین خاکروبانِ خانقاہِ عرشِ اشتباہ حضرت پیرِ دستگیر باوجود بے لیاقتی کے آنحضرت کے کلامِ فیضِ نظام کا محرّ ربنا۔ وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ وَالْمُعِينُ وَبِهِ نَسْتَعِينُ (اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا اور مددگار ہے اور اسی سے ہم

مدد طلب کرتے ہیں)

جاننا چاہیے کہ حضرت پیر دستگیر کے ملفوظات اس ڈھنگ پر لکھے گئے کہ پہلے وہ تاریخ و دن لکھا ہے کہ جس دن اس فقیر کے روبرو زبان گوہر فشاں سے جو کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے لکھ لیا جائے اور حضرت پیر دستگیر کے نام نامی کے بجائے حرف ”حضرت والا“ یا ”آنجناب“ کا لفظ لکھا ہے اور اس تالیف سے میری غرض سوائے ثواب کے کوئی دوسری بات ملحوظ نہیں ہے۔ حضرت حق جل شانہ کی بارگاہ سے اُمید ہے کہ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کے درختِ ثمرہ سے فیض یاب ہو جاؤں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ وَهُوَ حَسْبِي وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (نہیں ہے مجھکو توفیق مگر اللہ کی طرف سے اور وہ مجھکو کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔)

## یوم منگل تاریخ ۱۲، ماہ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

فدوی محفل مبارک میں حاضر ہوا، اسی اثنا میں حضور فیض گنجور کے سامنے لفظ ”فقیر“ کا ذکر ہوا۔ آنحضرت نے زبان گہر بار سے ارشاد فرمایا کہ لفظ ”فقیر“ میں حرف ”فا“ کا مطلب فاقہ کرنا اور توکل کے ساتھ بیٹھنا ہے اور حرف ”قاف“ سے مراد قناعت کرنا اور رشتہ جستجو توڑنا۔ اور حرف ”یا“ کا مقصد یادِ الہی کرنا اور دونوں جہاں کو بھلا دینا اور حرف ”را“ کے معنی ریاضت کرنا اور مجاہدہ میں مشغول رہنا ہے۔ پس جس نے ان باتوں پر عمل کیا وہی درحقیقت فقیر ہے اور ”فا“ سے فضل (حق) ”قاف“ سے قرب (باری) اور ”یا“ سے یاری (مولی) اور ”را“ سے رحمت و رویت کی دولت پائی ورنہ ”فا“ سے فضیحت، ”قا“ سے قہر، ”یا“ سے یاس (ناامیدی)، ”را“ سے رسوائی ہاتھ آئے گی۔ نعوذ باللہ عن ذلک (ہم پناہ لیتے ہیں اللہ کی ان امور سے)۔

اسی دن سماع کا ذکر آیا۔ آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ اہل سماع وہ لوگ ہیں جو ماسوا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ ہی کی جانب متوجہ رہتے ہیں، جو کچھ سنتے ہیں حق کی جانب سے سمجھتے ہیں اور غیریت ان کی نظر سے اٹھی ہوئی رہتی ہے۔ اور فرماتے تھے کہ حضرت نظام الدین اولیاء رضی اللہ



عنه فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں سماع میں ہی مر جاتا۔ و نیز فرمایا کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ آخر عمر تک اسی حسرت میں رہے کہ ایک دن جب حضرت فرید گنج شکر قدس سرہ نے ازراہ عنایت و توجہ بیغایت مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو مجھ سے مانگ لو، میں نے ان سے استقامت طلب کی اور سماع کی حالت میں مرنے کی درخواست نہ کی۔ افسوس کہ موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ اور (آنجناب نے) فرمایا کہ وجد اور تواجد میں فرق ہے۔ وجد بے اختیار رقص کرنے کو کہتے ہیں لیکن تواجد اختیار کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور نیز فرمایا کہ درستی نیت کے ساتھ تواجد بھی صوفیاء میں جائز ہے۔ چنانچہ حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ کی مجلس میں ہوتا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ حضرت نظام الدین کی مجلس میں سماع ہوتا تھا مگر نہ تو اس میں باجا تھا اور نہ عورتیں اور نہ نابالغ ہوتے تھے بلکہ تالیوں کی آواز بھی نہیں ہوتی تھی۔ اور اس قسم کا سماع شریعت میں بھی جائز ہے جیسا کہ (کتاب) فوائد الفوائد اور سیر الاولیاء میں لکھا ہوا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ حضرت قطب المحققین خواجہ بختیار اوشی کا کی قدسنا اللہ بسرہ الاقدس (اللہ ہم کو پاک کرے ان کے پاک بھید سے) سماع مترنم میں (یعنی خوش آواز کی کے ساتھ اشعار عاشقانہ سنتے ہوئے) اس شعر پر دارفانی سے دار جاویدانی (ہمیشگی کے مکان) کی طرف رحلت فرما گئے تھے۔ شعر:

کُشتگانِ خنجرِ تسلیمِ را ہر زماں از غیبِ جانِ دیگرست

(تسلیم و رضا کے خنجر سے قتل ہوئے لوگوں کے لیے غیب سے ہر لمحہ ایک نئی زندگی ہے)

اللہ اللہ (حضرت) احمد جام کا کیا کلام ہے کہ جام وصال پلاتا ہے اور ہستی کی قید سے

چھڑاتا ہے اور اسی دن کی محفل میں انسان کی جامعیت کا ذکر آیا، تو آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ

حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعة نے لکھا ہے کہ انسان تمام کائنات کا مجموعہ اس لحاظ

سے ہے کہ جو کچھ عالم میں الگ الگ پایا جاتا ہے، وہ سب انسان میں موجود ہے۔ مثلاً سر مثل

آسمان کے اور خیالات مثل فرشتوں کے اور ہڈیاں پہاڑوں کی طرح اور خون بمنزلہ دریا کے اور

رگیں درختوں کے شکل میں پھیلی ہوئیں اور دونوں آنکھیں مثل چمکتے سورج اور روشن چاند کے۔ اسی

طرح اور چیزوں پر قیاس کر لو۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ انسان تمام ممکنات کا جامع اس لحاظ سے ہے کہ تمام عالم اسماء و صفات کا مظہر ہے لیکن انسان مظہر ذات ہے اور ذات تمام صفات کی جامع ہے (یعنی ذات ہی سے تمام صفات کا ظہور ہوتا ہے) و نیز فرماتے تھے کہ انسان کا دل آئینہ جہاں نما ہے (یعنی وہ آئینہ ہے جس میں سارا عالم دکھائی دیتا ہے) لیکن عارف ہی دیکھتا ہے کہ تمام عالم میرے دل میں ہے بلکہ حضرت حق جل و علا بھی میرے دل میں جلوہ گر ہے۔ اکثر اولیاء اسی حالت میں وحدۃ الوجود کے قائل تھے اور (حالت کیف میں) اَنَا الْحَقُّ (میں حق ہوں) اور سُبْحَانِي مَا اعْظَمُ شَانِي (پاکی ہے مجھ کو میری کیا بڑی شان) یا لَيْسَ فِيَّ جُبَّتِي سِوَى اللَّهِ (میرے جبے میں اللہ کے سوا کوئی نہیں) کا نعرہ لگاتے تھے۔ مولانا جام نے فرمایا:

ما آئینہ جہاں نمائیم	ما نورِ جمالِ کبریا نئیم
موجود بجز وجودِ مانیت	در ہرچہ نگہ کنی تو مانیم
ہر قطرہ کہ بنگری زدریا	دریاب کہ قطرہ نیست مانیم
۱ ہم آئینہ جہاں نما ہیں	ہم نورِ جمالِ کبریا ہیں
۲ میرے سوا ہے اور کیا چیز	جس سمت نظر اٹھاؤ ہم ہیں
۳ دریا کا ہر ایک قطرہ دیکھو	قطرہ نہیں ہے ہم ہیں

اور عارف شہیر مولانا عبدالرحمن جامی بھی اسی مقام کی جانب اشارہ فرماتے ہیں:

ممکن زتنگنائے عدم ناکشیدہ رخت	واجب ز بارگاہِ قدم نانہادہ گام
در حیرتم کہ ایں ہمہ نقش عجیب چست	بر لوح صورت آمدہ مشہودِ خاص و عام
بادہ نہاں و جام نہاں آمدہ پدید	در جام عکس بادہ و در بادہ رنگِ جام
جامی معاد و مبداءِ ما وحدت و بس	ما در میان کثرت موہوم و السلام

ترجمہ:

۱۔ ممکن نے ابھی عدم کی تنگ و تاریک راہوں سے اپنا نشان ظاہر نہ کیا، اور واجب (ذات

واجب الوجود) نے اپنی بارگاہِ قدم (وہ مقام کہ جس کے قدیم ہونے کی مدت نہ معلوم ہو) سے اپنا قدم (اپنی حقیقت کو) ظاہر نہیں کیا۔

۲- میں حیرت میں ہوں یہ عجیب نقش کیا ہے کہ وہ ایک صورت کی طرح ظاہر ہوا اور ہر عام و خاص اس کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ (یعنی حقیقی اعتبار سے وہ قدیم ذات ظاہر نہیں ہوئی مگر اس کی مختلف نشانیاں مختلف کیف و صورتوں میں ہر ایک کے سامنے ہیں)

۳- چھپی ہوئی شراب (یعنی چھپا ہوا عشق) اور چھپا ہوا جام (وہ قلب جو عشق و محبت کا ذوق رکھتا ہو) ظاہر ہو گئے۔ (اور اب کیفیت یہ ہے کہ) جام میں شراب کا عکس پڑھ رہا ہے اور شراب میں جام کا رنگ ظاہر ہو رہا ہے۔

۴- اے جامی! ہماری واپسی کا مقام اور ہمارا مقام ابتداء ایک ہی ہے اور ان دونوں کے درمیان جو (واقعات کی) کثرت ہے وہ وہم و خیال ہے، بس۔ والسلام

اور اولیائے کرام کی ایک جماعت توحید شہودی کی قائل ہے اور وہ حضرات فرماتے ہیں کہ عالم آئینہ خانہ کی طرح ہے کہ چہرہ معشوق حقیقی کے آفتاب کے انوار اس میں چمک رہے ہیں۔ عکس روئے تو چو در آئینہ جام افتاد عارف از خندہ مئے در طمع خام افتاد (تیرے چہرے کا عکس جب جام کے شیشے پر پڑا، تو عارف شراب کے چھلکنے کے باعث بے بنیاد لالچ میں پڑ گیا۔ یعنی محبوب کے جمال کے نظارے نے کچھ ایسی بے خودی پیدا کی جس سے طبیعت متغیر ہو گئی، اس کو یہ احساس ہوا کہ وہ محبوب سے وصل پا گیا جب کہ یہ امر بے بنیاد ہے۔)

فائدہ: مؤلف عنفی عنہ عرض کرتا ہے کہ سماع اس آواز کو کہتے ہیں جو بغیر باجوں کے ہو لیکن غنا (گانا مع آلات باجہ وغیرہ) کے ہوتا ہے پس علماء میں سے کسی ایک کو بھی حرمتِ غنا میں کوئی کلام و اختلاف نہیں۔ اور اس آیت کریمہ سے غنا کی حرمت ظاہر ہے کہ :

وَاسْتَفْزِرُ مَنِ اسْتَطَعَتْ مِنْهُمْ بِصَوْتِكِ (اسریٰ آیت نمبر ۶۴)

(ترجمہ: ”اور تم میں جس کو استطاعت ہو وہ اپنی آواز سے ان کو ذلیل کرے۔“)

مفسرین نے هُوَ الْغِنَا کہا ہے۔ یہ آئیہ کریمہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ - (سورہ لقمان آیت ۶) (اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو لغو باتیں خریدتے ہیں)

اور حرمتِ غنا کے سلسلہ میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ: (ابو الزبیر نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

الشَّيْطَانُ أَوَّلُ مَنْ نَاحَ وَ أَوَّلُ مَنْ تَغَنَّى.

”شیطان ہی پہلا ہے جس نے نوحہ کیا اور وہی ہے جس نے سب سے پہلے گانا گایا۔“

دوسری حدیث میں ہے: (حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے)

الْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبُقْلَةَ.

”گانا دل میں اس طرح نفاق کا بیج اگاتا ہے جیسے پانی پودے اگاتا ہے۔“

پس علماء کا اختلافِ سماع کی حرمت کے بارے میں ہے نہ کہ غنا کے باب میں اور (نامحرم) عورتوں اور نو عمر لڑکوں کی آواز سننا بھی اسی قسم میں داخل ہیں۔ پس سماع اس آواز کو کہتے ہیں جو عورتوں اور نو عمر لڑکوں سے نہ ہو اور اس میں باجا بھی نہ ہو۔ (اور سماع) اہل قلوب کو ذوق و شوق اور وجد و بخودی اور اضطراب اور انوار و اسرار میں ترقیاں بخشتا ہے۔ اور یہ (سماع) ان شرطوں کے ساتھ جنہیں صوفیاء نے تحریر فرمایا ہے جائز ہے ورنہ نہیں۔

یوم بدھ تاریخ ۱۳، ماہ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

آنجناب کی خدمت فیض گنچور میں حاضر ہوا۔ اسی وقت زبان گوہر فشاں سے سورہ الکافرون کی تفسیر ارشاد فرمائی۔ ناسخ و منسوح کے سلسلہ میں بات چل نکلی (فرمایا کہ) اہل شرک تقدیر الہی اور احکام خداوندی جل شانہ کی رنگارنگیوں کے نسبت تردد (شک) کرتے ہیں نعوذ

بِاللَّهِ عَنْهَا۔ فرمایا کہ سبحانہ و تعالیٰ حکیم مطلق ہے اور اولادِ آدمِ مریضوں کی طرح ہیں اور پیغمبرانِ حضراتِ مثلِ عطار کے اور صحیفے نسخوں کی طرح ہیں۔ جس طرح ہر زمانہ میں موسم اور مزاج کی رعایت سے طبیب نسخہ لکھتا ہے کیونکہ حکیم کی غرض مریض کی شفا ہے اسی طرح حق تعالیٰ نے بھی ہر زمانہ کے لحاظ سے اولادِ آدم کی ہدایت کے لئے اولوالعزم انبیاء کے ذریعہ نسخے (یعنی کتابیں اور صحیفے) بھیجے ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے پیغمبر علیہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التسلیمات اکملہا (ان پر افضل صلوٰۃ و اکمل سلام نازل ہو) دنیا میں جلوہ گر ہوئے اور ہر وقت کے مناسب احکامات آپ کے واسطے سے نازل ہوئے۔

اس کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آیا۔ آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مجددِ قدس سرہ کی کیا تعریف بیان کی جائے کہ ایک ہزار سال کے اولیاء کے مقابل آپ کا وجود مبارک ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ خواجگان پیر پیراں فانی فی اللہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ شیخ احمد وہ آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان کے ضمن میں گم ہیں۔ اور شیخ احمد کے معارف انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے مطالعہ کے قابل ہیں۔ اور فرمایا کہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ میں نے حضرت مجدد کے بارے میں مراقبہ کیا ایک بیک وہ آئیہ کریمہ جو حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ التحیات والتسلیمات کے حق میں رفعِ اشتباہ کے لئے نازل ہوئی تھی میرے دل میں وارد ہوئی۔ پس آنجناب نے فرمایا کہ اسی سے معلوم ہوا کہ جو حضرت مجدد کا معتقد ہے وہ موسوی ہے اور جو منکر ہے وہ فرعونی ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اور نیز فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خواجہ حسام الدین احمد کو ایک اخلاص نامہ لکھا ہے جس میں تحریر کیا ہے کہ میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ آتے ہیں تو میرے دل کا حال دگرگوں ہو جاتا ہے۔ اور بشری غشاوہ (پردہ) میرے دل میں نہ رہا اور یہ خیال آیا کہ ایسے بزرگوں کے حق میں برائی کا خیال دل میں نہ لانا چاہیے۔ پس ناوہ کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ان کے (شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے) تمام اعتراضات کوئی

حقیقت نہ رکھتے تھے بلکہ ازراہ بشریت و نفسانیت تھے۔ یہی بات حضرت شیخ کے تمام اعتراضات کا جواب ہے۔ پس اسی درمیان دونوں حضرات یعنی خازن الرحمہ خواجہ محمد سعید اور عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت کا ذکر آیا۔ آنجناب نے فرمایا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ نور اللہ مرقدہ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو انوار سے بھر دے) نے فرمایا ہے کہ حضرت شیخ احمد کے صاحبزادگان جو اہر پارے ہیں اور بھی فرماتے تھے کہ ان دونوں حضرات نے حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ السامی کے تمام مقامات کی انتہاء تک سیر کی ہے۔ پھر عرض کیا گیا کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ تجدید کے معاملہ میں شرکت رکھتے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تجدید میں شرکت حتمی طور سے نہیں کہنا چاہیے۔ البتہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ ہمارا اور تمہارا معاملہ ایسا ہی ہے جیسا صاحب شرح وقایہ کا ان کے دادا کے ساتھ تھا کہ ان کے دادا جتنی کتاب وقایہ لکھتے جاتے تھے صاحب شرح وقایہ اس کو حفظ اور یاد کرتے جاتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس قدر معارف مجھ پر مکشوف ہوئے ان سب کو تم نے حاصل کر لیا ہے

تو یک نکتہ زیں لوح نگزاشتی ہر آنچه نہادم تو برداشتی

(تو نے ایک نقطہ بھی اس تختی کا نہ چھوڑا (جس کو اٹھانہ لیا ہو) میں نے جو کچھ اس میں

لکھا تو نے اسے لے لیا۔)

پھر اسی مجلس شریف میں اتفاقاً میر غیاث الدین کا ذکر آ گیا جو حضرت حاجی غلام معصوم

رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آنجناب نے اپنی زبان فصاحت بیان سے میر غیاث الدین کا یہ شعر ارشاد فرمایا اور فرمایا وہ ذوق و شوق والے تھے۔

قوس ابرو بہ نما زگس مرگان بکشا ناوک بر جگر زاہد شکاک انداز

(ابرو کی کمان نکالو اور پلکوں کے تیراٹھاؤ اور شک میں پڑے ہوئے زاہدوں کے جگر پر چلا دو۔)

## یوم جمعرات تاریخ ۱۲، ماہ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

حضور پر نور کی خدمت میں حاضر ہو کر آستان بوسی کے شرف سے مشرف ہوا۔ آنحضرت کے ایک خلیفہ شاہ گل محمد غزنوی نے توجہ کا طریقہ دریافت کرنا چاہا۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے توجہ کا طریقہ جو ہم تک پہنچا ہے اور اپنے دوستوں کے ساتھ میرا جو معمول ہے وہ اس ڈھنگ پر ہے کہ پہلے حضرت امام الانبیاء سید الاصفیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ و آلہ من الصلوات افضلها ومن التسلیمات اکملها اور حضرات پیران کبار و مرشدان کاشف اسرار خصوصاً خواجہ خواجگان پیر پیراں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند و خواجہ عبید اللہ احرار و حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی و حضرت مرزا صاحب مظہر اسرار و مصدر انوار قطب زماں حضرت جان جاناں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ارواح طیبہ و مبارکہ پر فاتحہ پڑھ کے جناب الہی تعالیٰ شانہ میں گڑگڑا کر دعا کرتا ہوں پھر اپنے پیران عظام سے مدد کا طلب گار ہو کر طالب کے قلب کی جانب متوجہ ہوتا ہوں اس طرح کہ اپنے قلب کو طالب کے قلب کے مقابل کر کے قصد و ارادہ کرتا ہوں اور نور ذکر جو کہ پیران عظام کی جانب سے میرے قلب میں وارد ہوا ہے اس کو طالب کے قلب میں القاء کرتا ہوں یہاں تک کہ طالب کا قلب ذاکر ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد لطیفہ روح و سر و خفی و اخیٰ پر اسی مذکورہ طریقہ سے ذکر القاء کرتا ہوں اور ہر لطیفہ پر تین تین بار توجہ ڈالتا ہوں۔ اس کے بعد خطرات قلب کی جانب متوجہ ہو کر اپنے خیال کے ارادہ سے ان کا ازالہ کرتا ہوں اور پھر حضور و جمعیت القاء کرتا ہوں پھر اپنے قلب کی ہمت (یعنی عزم و ارادہ) سے قلب طالب کو اوپر کی جانب جذب کرتا ہوں پھر اسی طریقہ سے لطیفہ نفس اور عناصر اربعہ کے لطائف کے ساتھ عمل کرتا ہوں اور قلب میں مراقبہ احدیت کہ جو اسم مبارک اللہ کا مستحی ہے تمام صفات کمالیہ کا جامع اور تمام اوصاف رذیلہ سے پاک و منزہ تصور کرتا ہوں پھر مراقبہ معیت وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں

کہیں تم ہو) کراتا ہوں یعنی ہر لمحہ و ہر لحظہ دل میں اللہ تعالیٰ کی معیت کا خیال کراتا ہوں بلکہ تمام لطیفوں میں بلکہ جسم کے ہر رگ و پے میں یہاں تک کہ تمام عالم میں اس پاک بیچوں و بیچگوں (وہ ذات جو بے مانند و بے مثال ہے) کی معیت کا خیال قائم کراتا ہوں کہ نص قرآنی اس پر شاہد ہے۔ (اور اس کی برکت سے) تجلی افعالی اور وحدۃ الوجود اور ذوق و شوق اور استغراق و بخود دی اور آہ و نعرہ اور وجد و تواجد حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد لطیفہ نفس میں مراقبہ اقربیت نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں) کرتے ہیں اور اس مراقبہ کا فیض لطیفہ نفس پر عالم امر کے لطائف کی شرکت کے ساتھ وارد ہوتا ہے۔

پھر اس سراپا تقصیر نے حضور والا میں عرض کیا کہ مرض کے دور کرنے کے لئے کس طرح توجہ دی جاتی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا قدماء میں مرض کے ازالہ کے لئے توجہ دو طریقوں سے دی جاتی تھی۔ ایک یہ کہ مریض کے سامنے بیٹھ کر مریض کی صحت کا تصور کر کے اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ارادہ و خیال سے مریض کی بیماری کو سلب کر کے اپنے اوپر لیتے تھے۔

چنانچہ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے مریض کی عیادت کو تشریف لے گئے کہ اس کے چہرے پر بڑا ورم تھا۔ مولانا نے توجہ فرمائی تو ورم مولانا کے چہرہ مبارک پر ظاہر ہوا۔ قیوم زماں حضرت مرزا جانِ جاناں قلبی و روحی فداہ و قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ السامی (میرادل اور میری روح ان پر فدا ہو اور اللہ تعالیٰ ان کے اسرار مبارک کے وسیلہ سے ہم کو پاک کرے) ازالہ مرض کے لئے اس طرح توجہ فرماتے تھے کہ مریض کے مقابل بیٹھتے اور اپنے اور مریض کے درمیان ایک پیالہ پانی کا رکھ لیتے اوپر سے سفید چادر یا اور کوئی چیز ڈال لیتے اور پھر قصد کے ساتھ مریض سے مرض کھینچ کر اس میں ڈالتے تھے۔ پھر آنجناب نے فرمایا کہ میں مریض کے پیٹھ کے پیچھے سے اس کے مرض کا ازالہ کرتا ہوں۔

پھر مولوی شیر محمد صاحب نے حضور اقدس میں عرض کیا حصول کشف کے لئے کس طرح



توجہ فرماتے ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا کہ طالب کی جانب توجہ کر کے نور جو کہ قلب میں ہے آنکھ کی پتلی میں القاء کرتے ہیں۔ اور بھی آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس طریقہ میں نسبت کی جہل کے دور کرنے کے لئے بھی توجہ ڈالتے ہیں۔ اس طرح کہ قلب طالب سے جہل کو رفع کر کے ادراک القاء کرتے ہیں۔ اور بھی آنجناب نے فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں ”طفرہ“ کا طریقہ بھی ہے (اور وہ اس طرح ہے کہ) جس کسی کو جلد سے جلد مقامات عالیہ پر عبور کرانا چاہتے ہیں تو اس مقام عالی کے انوار و اسرار طالب پر القاء کرتے ہیں اس طرح کہ خود کو اس مقام میں داخل کر کے اس مقام کے انوار طالب کے قلب میں ڈالتے ہیں۔ اس وقت مولوی شاہ محمد عظیم صاحب جو حاضر تھے عرض کرنے لگے کہ اس مقام کے انوار لے کر طالب پر ڈالتے ہیں یا طالب کو بالقصد اس مقام میں داخل کرتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ ایسا ہی کریں۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب قبلہ قدس سرہ اس طرح تفصیل کے ساتھ مقامات (کی سیر) نہیں کراتے تھے جیسا کہ میں تفصیل کے ساتھ کراتا ہوں۔ اور مجھ کو الہام ربانی ہوا ہے کہ طریقہ تیرے سینہ سے نکلا ہے۔

آنحضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بڑی جماعت پر توجہ کا طریقہ جو میں برتا ہوں یہ ہے کہ تمام جماعت کے دلوں کو خیال میں جمع کر کے جناب حق جل و علا میں تضرع کرتا ہوں کہ اے اللہ! ہر ایک کو اپنے مقام سے فیض پہنچا، پس اپنی ہمت کو تمام قلوب کی جانب متوجہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے ہر ایک کو عروج واقع ہوتا ہے۔ پھر اس وقت حضور میں ذوق و شوق کا ذکر آیا آنحضرت نے فرمایا کہ ذوق و شوق اور کشف و کرامات کا طالب خدا جل شانہ کا طالب نہیں۔ طالب کو چاہیے کہ اس ذات بحت (یعنی محض ذات) کو طلب کرے اور جو کچھ اس راہ میں نظر آئے اس کی نفی کرتا جائے اور یہ کہتا رہے کہ سوا ذات پاک کے اور کوئی چیز مقصود نہیں ہے۔ اور روایت بیان فرمائی کہ ہمارے حضرت پیر و مرشد قلبی و روحی فداہ سے کسی نے میرے متعلق ابتدائی زمانہ میں کہا کہ فلاں شخص ذوق و شوق اور کشف و کرامات کا طالب ہے۔ فرمایا (حضرت مرزا

صاحب نے) کہ جو شخص ان شعبدوں کا طالب ہو اس سے کہد و کہ وہ ہماری خانقاہ سے نکل جائے اور میرے نزدیک نہ آئے۔ پس یہ خبر مجھ تک پہنچی میں نے حضور پر نور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت نے ایسا فرمایا ہے یا نہیں؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! میں نے کہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر حضور کی کیا مرضی ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہاں تو بے نمک کا پتھر چاٹنا ہے اگر کوئی اس بے مزگی کے ساتھ چلنا چاہتا ہے تو میرے پاس آئے ورنہ نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ مجھے یہی منظور ہے تو فرمانے لگے کہ خوب! تو آ جاؤ۔

ما برائے استقامت آدمیم نے پئے کشف و کرامت آدمیم

(ہم استقامت کے لئے آئے ہیں نہ کہ کشف و کرامت کے لئے۔)

آنحضرت نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت قیوم زمان قطب جہاں عارف بلند سیر قبلہ عالم خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ اپنا سر مبارک طالب کے قلب پر رکھ کر توجہ فرماتے تھے، اور حضرت قبلہ عالم کے بہت سے مناقب (خوبیاں) بیان فرمائیں اور حضرت خواجہ ضیاء اللہ جو حضرت قبلہ عالم کے بڑے خلفاء میں سے ایک تھے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص نسبت مجددی کو مجسم دیکھنا چاہے تو خواجہ ضیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لے، یہ بھی فرمایا کہ حضرت خواجہ ضیاء اللہ آخر شب میں خوب گریہ وزاری کرتے اور لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر جگاتے تھے۔ اور فرماتے تھے لوگو! کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم محبت الہی کا دعویٰ کرتے ہو اور تمہارا ایاں و محبوب بیدار ہے اور تمہاری طرف متوجہ ہے لیکن تم سو رہے ہو اور اس سے غافل ہو۔ تم لوگ محبت کا غلط دعویٰ کرتے ہو ورنہ عاشقوں کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ۔

مجنوں بخیاں زلف لیلیٰ در دشت در دشت بختجوی لیلیٰ می گشت

میگشت بدشت و برزبانش لیلیٰ لیلیٰ میگفت تا زبانش می گشت

(مجنوں زلف لیلیٰ کے خیال میں جنگل وادی وادی پھرتا رہتا اور لیلیٰ لیلیٰ پکارتا رہتا

تھا یہاں تک کہ یہی لفظ اس کی زبان بن گیا۔)

اس کے بعد مجلس مبارک میں کسی نے کہا کہ سبحان اللہ! طریقہ شریفہ کے اکابرین بھی عجیب ہستیاں ہیں کہ اپنی ہمت و توجہ سے ان مقامات تک پہنچا دیتے ہیں جہاں وہم و خیال کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ السامی کی برکتوں کی وجہ سے ہے کہ بلا محنت کے ہر مقام کی کیفیات و اسرار ہاتھ آجاتے ہیں ورنہ دوسروں کے طریقوں میں سخت محنت اور ریاضتیں کی جاتی ہیں مگر اس دولتِ عظمیٰ (عظیم دولت) اور موہبت کبریٰ (بڑی عطا) کا حصول بہت کم ہاتھ آتا ہے۔

شعر آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمسِ دین سحرہ کُند بردہ و طعنے زند بر چلہ  
(وہ ایک نظر جو شمسِ دین نے تبریز سے پائی (وہ نظر) چلوں پر طعنے زنی کرتی ہے اور  
دہوں کا مذاق اڑاتی ہے)

آنحضرت نے یہ بھی فرمایا کہ یہ تمام حضرت خواجہ بہاء الدین رضی اللہ عنہ کی عنایت ہے کہ سجدہ میں گر کر حضرت کارساز حقیقی جلت و عظمت کی بارگاہ میں یہ دعا والتجا کی تھی کہ اے میرے اللہ مجھے وہ طریقہ عنایت فرما کہ ضرور موصل ہو۔ حق تعالیٰ مجیب الدعوات نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ایسا طریقہ عنایت فرمایا کہ جو یقیناً (مقصود تک) پہنچانے والا ہے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدسنا اللہ باسرارہ السامی فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں محرومی نہیں ہے نہ ہمارے طریقہ میں مجاہدہ ہے، ہم بامراد ہیں اور ہمارے طریقوں میں اندراج النہایہ فی البدایہ ہے (یعنی دوسرے طریقوں میں جن مقامات کا آخر میں سلوک طے کیا جاتا ہے اس طریقہ میں ابتداء ہی وہیں سے کی جاتی ہے)۔

اَوَّلُ مَا آخِرُ ہر منتهی آخِرُ مَا جِیْبُ تَمَنَّا تہی

(ہر منتهی کا مقام آخر ہماری ابتدا ہے اور ہماری انتہاء مرادوں سے دامن بھر لینا ہے)

حضرت نے فرمایا کہ اندراج النہایہ فی البدایہ کا مطلب یہ ہے کہ اس طریقہ عالیہ میں ابتداء ہی میں توجہ الی اللہ جسے حضور و آگاہی سے تعبیر کرتے ہیں پیدا ہو جاتی ہے اور جمعیت و بے

خطرگی یا کم خطرگی ہاتھ آتی ہے یہاں تک کہ اس مقام تک پہنچتے ہیں کہ ماسوا کا خیال ہی دل میں نہیں آتا۔ فرض کرو کہ اگر ہزار سال کی بھی عمر ہو جائے تو دل ماسوا کے خیال سے خالی رہتا ہے اور یہی مقام دوسروں کی انتہاء کا ہے یا اس کلام مقدس کے یہ معنی ہیں کہ اس طریق میں جذبہ مقدم ہے سلوک پر اور دوسرے طرق میں سلوک مقدم ہوتا ہے جذبہ پر۔ نیز آنجناب یہ شعر پڑھتے تھے۔

از قتل من مترس کہ دیوانیانِ حشر مجرم کنند بہر تو صد بیگناہ را  
(میرے قتل سے نہ ڈر کیونکہ تیری وجہ سے حشر کے دیوانے (عشق میں فنا ہوئے لوگ)  
صد ہا بے گنا ہوں کو مجرم قرار دیں گے)

### یوم جمعہ تاریخ ۱۵، ماہ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

یہ غلام محفل عالی مقام میں حاضر ہوا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ رہے اور اوقات میں سے ہر وقت اور افعال میں سے ہر فعل میں انوار و اسرار اور فیوض و برکات کی تمیز کرتا رہے۔ مثلاً جب نماز پڑھے تو خیال کرے کہ (نماز کے) انوار و برکات کس طرح کے وارد ہوتے ہیں اور قرآن پاک پڑھتے وقت اس کے انوار و فیوض کس طور پر صادر ہوتے ہیں اور درود شریف پڑھتے وقت کیسے فیوض کا ورود ہوتا ہے اور زبان سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے پر کون سی برکتیں ہاتھ آتی ہیں اور احادیث مقدسہ کے مطالعہ سے کون سے اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ اور اسی طور پر نقصانات کا بھی لحاظ کرے جو مکروہات اور منہیات سے ہوتے ہیں۔ مثلاً مشتبہ کھانے سے کون سی ظلمت آتی ہے اور غیبت سے باطن پر کون سا ضرر پہنچا اور جھوٹ سے کیسی ظلمت دل پر چھائی، اسی طرح تمام مکروہات و محرمات سے اپنے ظاہری و باطنی نقصانات اور مضرتوں کا اندازہ کرے اور ان سے پرہیز کرے اور احتیاط برتے۔ بات پوری ہوئی۔

راقم (شاہ رؤف احمد) عرض کرتا ہے کہ طالب کو چاہیے کہ ہر لمحہ اور ہر گھڑی اپنے آپ میں غور کرتا رہے کہ کون سا فعل مجھ سے سرزد ہوا۔ اگر وہ فعل کتاب و سنت کے مطابق ہے تو اللہ کا شکر

بجالائے اور اگر خدا نخواستہ وہ قرآن و حدیث کے مخالف ہے تو توبہ واستغفار کرے۔ چھپے ہوئے گناہوں کی توبہ چھپ کر اور ظاہری گناہوں کی توبہ علانیہ کرے۔ اور توبہ کرنے میں تاخیر (یعنی دیر) نہ کرے۔ اس لئے کہ کرانا کا تبین (وہ فرشتے جو گناہ و ثواب لکھنے پر مامور ہیں) گناہ کے لکھنے میں توقف کرتے ہیں۔ اگر وہ شخص توبہ کر لیتا ہے تو اس گناہ کو نہیں لکھتے ورنہ لکھ دیتے ہیں۔

نیز آنحضرت نے حلقہ سے پہلے لفظ اللہ دو تین بار آواز کے ساتھ فرمایا کہ اس وقت اس فدوی پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو کہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ اور آنجناب بھی اس وقت دست مبارک اوپر اٹھائے ہوئے عجیب حال میں تھے اور زبان مبارک پر بے اختیار شعر جاری تھا۔

اے خدا! قربانِ احسانت شوم

ایں چہ احسانت قربانت شوم

اے اللہ تیرے احسان پر قربان ہو جاؤں؛ یہ کیسا (عمدہ) احسان ہے! تجھ پر قربان ہو

جاؤں۔)

ایک شخص حضور میں حاضر ہوا اور تلقینِ ذکر کی استدعا کی۔ آنجناب قلبی و روحی فداہ نے فرمایا کہ اپنی زبان تالو سے چپکالو اور لفظ اللہ اللہ پہلے نام کی ہا کو پیش کے ساتھ اور دوسرے اسم (اللہ) کی ہ کے سکون کے ساتھ خیال ہی میں دل سے جس کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلے پر ہے کہو۔ اس طرح گویا لفظ مبارک اللہ دل سے نکلتا ہے۔ اور لفظ مبارک اللہ کہنے کے بعد بیس یا تیس بار پڑھو کہ :

”خداوند میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے، اپنی محبت اور معرفت عطا فرما۔“

اور اسی طریقہ پر مداومت کرتے رہو۔

اس کے بعد دوسرے شخص نے عرض کیا کہ ایک مرد عالم ہیں جو حضرت سے بیعت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن کہتے ہیں میں نے چند جگہ بزرگوں کی خدمت میں حاضری دی اور ریاضت کی۔ اب فی الحال مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ (محنت کرنے کی)۔

آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرے طریق میں مجاہدہ نہیں ہے صرف وقوفِ قلبی کی ضرورت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دل ذاتِ الہی کی جانب متوجہ رہے اور اس میں گذشتہ اور آئندہ کے خیالات سے حفاظت کی جائے۔ ہر دم اور ہر لحظہ یہ دو باتیں کی جائیں۔ اور گزشتہ و آئندہ کے خیالات سے حفاظت اس طرح کی جائے کہ کوئی خطرہ (یعنی خیال) دل میں آئے کہ فلاں کام گزشتہ زمانہ میں کس طرح ہوا تھا تو اسی وقت دل سے دفع کر دیں تاکہ وہ پورا قصہ دل میں نہ آنے پائے یا (مثلاً) دل میں یہ خیال آئے کہ فلاں جگہ جا رہا ہوں وہاں ایسا کام کروں گا اور اس کام میں یہ فائدہ ہے۔ اس خیال کو اسی وقت دفع کرے اور دل میں آنے نہ دے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب غیر خدا کا خیال آئے تو اسی وقت اسکو دفع کرے اور دل میں نہ آنے دے۔

اس وقت توجہ کا ذکر آیا کہ آنحضرت نے فرمایا توجہ اس طور پر فوراً اثر انداز ہوتی ہے کہ اپنی صورت کو اپنے مرشد کی صورت تصور کرے اور مراقبہ معیت کا لحاظ کرتے ہوئے قلب طالب پر توجہ و ہمت کرے یقیناً طالب کو ذوق و شوق ہاتھ آئے گا۔

تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

[ (دیکھیں) کہ دوست کے چاہتا ہے اور اس کا میلان (جھکاؤ) کس کی طرف ہوتا ہے ]

نیز اس وقت حضور میں صوفیا کے نکاح کرنے کے بارے میں بھی ذکر آیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ واقف اسرار کاشف انوار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے ایسا گناہ سرزد ہوا کہ اگر پانچ سو سال زندہ رہوں اور توبہ و استغفار کرتا رہوں تو بھی اس کے لیے کافی نہ ہوگا۔ اربابِ مجلس نے عرض کیا کہ کونسا گناہ واقع ہوا؟ فرمایا نکاح۔ پس خیال کرنا چاہیے کہ باوجود اس قدر حشمت و شان کے اس قدر باطنی نقصان رکھتا ہے۔ اور آنجناب (خواجہ احرار) کی ظاہری شان و شوکت بالکل ظاہر اور مشہور و معروف ہے۔ خود مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شان میں لکھا ہے۔

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد بتدبیر عبید اللہی آمد

(فقر جب لباسِ شاہی میں آیا تو (خواجہ) عبید اللہ کے انداز و طریقہ سے آیا۔)

نیز ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت مرزا صاحب مظہر رحمان جانجانا رحمۃ اللہ علیہ کو طریقہ قادر یہ سے بھی فائدہ پہنچا ہے یا نہیں؟ آنجناب نے ارشاد فرمایا حضرات نقشبندیہ (کے ساتھ) قادر یہ و چشتیہ کا فیض جب حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ بسره السامی کو پہنچا ہے تو حضرت مرزا صاحب قبلہ کو بھی حاصل ہوا ہے اور حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی و حضرت قطب المحققین خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (رحمۃ اللہ علیہما) کی ارواح مبارکہ سے فائدہ پہنچا ہے اور جو فائدہ کہ روح مبارک حضرت غوث الواصلین خواجہ بہاء الدین نقشبندی سے پہنچا ہے وہ ظاہر و باہر ہے۔ اس کے بعد حضور والا میں توجہ کی تیزی اور اثر انگیزی کا ذکر چلا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایک روز میاں کرامت اللہ کے پہلو میں شدت کا درد اٹھا۔ میں نے اپنا ہاتھ وہاں رکھ کر قصد کیا درد فوراً رفع ہو گیا۔ اس وقت میاں کرامت اللہ محفل میں موجود تھے انہوں نے اس کا اقرار کیا۔ آنحضرت نے پھر فرمایا کہ ایک بار چلتی ہوئی کشتی پر توجہ کی تو وہ ٹہر گئی۔

یومِ ہفتہ، تاریخ ۱۶ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

فقیر نے آنحضرت کے حضور پر نور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ طریقہ نقشبندیہ میں کیا چیز

فرض ہے؟ ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں۔

ایک، وقوفِ قلبی (یعنی دل کا ہمہ وقت متوجہ الی اللہ ہونا)

دوسرے، نگہداشتِ خواطر (یعنی خیالات پر دھیان رکھنا)

مسئلہ زکوٰۃ کا بھی ذکر حضور میں آیا۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ زکوٰۃ ایک سال

گزرنے پر لازم آتی ہے مگر میں اسی وقت ادا کر دیتا ہوں جب بھی روپیہ میرے پاس آتا ہے۔ اور

بھی فرمایا کسی نے حضرت شیخ شبلیؒ سے زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھا حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایک سو روپیہ پر

دو روپیہ آٹھ آنہ ایک سال کے بعد ہوتا ہے لیکن میرا طریقہ یہ ہے کہ دو روپیہ آٹھ آنہ تو ادا کر دیتا ہوں اور وہ سو روپے کے بقیہ بھی راہِ حق جلتِ عظمتہ میں صدقہ کر دیتا ہوں۔

نیز مجلس شریف میں ”وصلِ عریانی“ کے مقام کا تذکرہ آیا کہ کمالات میں ”وصلِ عریانی“ سمیتر ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تجلّی ذاتی ہو جو تمام اعتبارات و تعینات سَعْبَرًا اور وَرَاءَ الْوَرَاءِ ہو کہ اس پر صفات کا اطلاق نہ ہو سکے۔ اس مقام کو ذاتِ صرفہ کے علاوہ کچھ نہ کہا جا سکے اور اس مقام پر سالک کو سوائے یاس و ناامیدی اور محرومی کے اور کچھ نصیب نہیں ہوتا اگرچہ وصول ہے مگر حصول نہیں۔ نہ ذوق و شوق ہوتا ہے نہ آہ و نعرہ نہ وجد ہے نہ تواجِد اور نہ بیخودی ہے نہ استغراق کہ یہ تمام احوال و ولایتِ قلبی میں حاصل ہوتے ہیں کہ یہ اس خاندان کی ابتداء ہے (انہاء نہیں۔) اس جگہ تو سالک کو اپنی نسبت کا بھی ادراک نہیں ہوتا۔

اور حضرت نے فرمایا کہ جو احوال کہ قلبِ سالک پر طاری ہوتے ہیں ان کی نسبت تیز بارش کی سی ہوتی ہے جو ظاہر ہوتی ہے اور جب سالک اس کے بعد مقامِ قلب سے عروج کرتا ہے اور لطیفہٴ نفس کی سیر واقع ہوتی ہے تو اس کی نسبت خفیف بارش کی طرح جلوہ گر ہوتی ہے اور جب لطیفہٴ نفس سے بلندی کی جانب معاملہ چلتا ہے تو سالک جس قدر عروج کرتا جاتا ہے نسبت بھی اسی قدر غیر محسوس ہوتی جاتی ہے اور استہلاک و اضمحلال کی کیفیت بڑھتی جاتی ہے وہاں نسبت خفیف اور شبہم کی طرح نظر آتی ہے۔

تایار کرا خواہد و میلش بہ کہ باشد

[دیکھیں) کہ دوست کے چاہتا ہے اور اس کا جھکاؤ کس کی طرف ہوتا ہے]

یومِ اتوار، تاریخ ۷ اربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

فقیر حضرت والا کی محفل فیض منزل میں حاضر ہو کر شرفِ آستان بوسی سے مشرف ہوا۔ حضور کی محفل میں نکاح کا ذکر آیا۔ ارشاد ہوا کہ صوفی کو نکاح نہ کرنا چاہیے اور عورتوں کی صحبت اختیار



نہ کرے۔

و نیز فرمایا کہ کتاب آداب المریدین میں حضرت ضیاء الدین ابونجیب عبدالقادر جیلانی نے تحریر فرمایا کہ فی زمانہ نکاح نہ کرنا چاہیے تو افسوس ہے ایسے صوفی کے حال پر جو اس زمانہ میں اور ایسے کام کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔

و نیز فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی سید محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلانی الحسینی الحسینی نے جب عقد نکاح فرمایا تو اس زمانہ کے صوفیا تعجب کرنے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے یہ کام اللہ کے حکم سے کیا ہے۔

و نیز فرمایا کہ صوفی کو چاہیے کہ ترک و تجرید اختیار کرے اور دنیا سے روگردانی اور ماسوا اللہ سے انحراف اور خلوت اختیار کرے و نیز اغنیا کی صحبت سے دور رہے۔

اور نکاح ان چیزوں کے لئے رکاوٹ کا سبب بنتا ہے اس لئے کہ عورتوں میں صبر و توکل اور قناعت نہیں ہوتی الا ماشاء اللہ کہ بعض عورتیں صاحب توکل ہوتی ہیں، اور نسبت باطنیہ بھی رکھتی ہیں۔

چنانچہ روایت ہے کہ حضرت غوث الثقلین نے خانہ کعبہ معظمہ کی زیارت کے لئے بنا زاد سفر و بے سرو سامان اور بغیر رفقاء و خدام کے تشریف لے گئے تھے۔ اچانک راہ میں ایک شخص نے ملاقات کی آپ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ حج کی نیت سے جا رہا ہوں اور ارادہ کیا ہے بغیر زاد راہ و سامان سفر کے تنہا جاؤں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے بھی ایسا ہی کیا ہے غرض کہ وہ شخص حضرت کے ہمراہ ایک مقام پر پہنچا، ناگاہ ایک عورت ہو پر اڑتی ہوئی ان کے پاس پہنچی اور کہا میں نے جس سے آپ کے نور کا مشاہدہ کیا ہے، آج آپ کی دعوت میرے ذمہ ہے۔ ان حضرات نے قبول کیا جب کھانے کا وقت آیا تو دیکھا کہ آسمان سے زمین پر کھانے کا خوان اتراجس میں چھ روٹیاں تین پیالے سالن کے اور تین کوزے پانی کے تھے۔ پس اس عورت نے اس کے تین حصے کر کے ایک حصہ خود لیا اور بقیہ دونوں حصے ان دونوں کو دیئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ

کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے مہمانوں کی ضیافت کا سامان مرحمت فرمایا پھر وہ عورت ہو میں اڑ گئی۔ اور حضرت مع اس شخص کے کعبہ معظمہ پہنچے اس کے بعد قضا الہی سے وہ شخص وہیں فوت ہو گیا۔ پھر دیکھا کہ وہی حبشی عورت ہو پر سوار آرہی ہے یہاں تک کہ وہ خانہ کعبہ کے پاس اتری اور حضرت کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ اے مُحْسِبِ الْمَوْتِ! اے مردوں کو زندہ کرنے والے (اس شخص کو زندہ کر، پھر اللہ جل شانہ کے حکم سے وہ شخص زندہ ہو کر اٹھ بیٹھا۔

و نیز حضرت نے فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم ؑ کے وصال کے بارے میں تین روایتیں ہیں۔ ربیع الآخر کی ۹ تاریخ یا ۱۱ یا ۱۲ تاریخ۔ راقم (شاہ رؤف احمد) عفی عنہ کا قول ہے کہ تاریخ ولادت اور عمر اور تاریخ رحلت حضرت الثقلین ؑ کی ایک شاعر نے ایک بیت میں نظم کی ہے۔

تولدِ عاشق و کامل شدہ عمر  
۵۲۱ ۱۱ سال

وصالِ داں تو معشوقِ الہی  
۵۲۲

(لفظ ”عاشق“ سے سنہ ولادت۔ لفظ ”کامل“ سے عمر شریف اور لفظ ”معشوق الہی“ سے

سن وصال سمجھ لو۔)

ایک شخص بیعت کے لئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا حضرت نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَ اَتُوبُ اِلَيْهِ تین بار پڑھوایا۔ اس کے بعد

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰئِكَتِهِ وَ كُتُبِهِ وَ رُسُلِهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْقَدْرِ خَيْرِهِ وَ شَرِّهِ  
مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ -

(میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور یومِ آخر

پر اور اچھی و بری تقدیر اللہ کی طرف سے ہے اور موت کے بعد زندہ ہونے پر)

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهِ وَ صِفَاتِهِ وَ قَبِلْتُ جَمِيعَ اَحْكَامِهِ -

(میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ ہے اپنے اسماء و صفات کے ساتھ اور میں نے قبول کیے اس کے تمام احکام) پڑھایا اور کلمہ شہادت ایک بار، کلمہ طیبہ تین بار پڑھایا۔ اس کے بعد اس شخص سے دریافت فرمایا کہ تم کس طریق میں بیعت کا ارادہ رکھتے ہو اس شخص نے عرض کیا کہ خاندانِ قادریہ میں۔ آنحضرت نے حضرت غوث الاعظم اور تمام اکابر طریقہ عالیہ قادریہ کی ارواح مبارکہ پر فاتحہ پڑھی۔ اور ذکر قلبی جو حضرات نقشبندیہ کا معمول ہے تلقین فرمایا اس وقت مجلس شریف میں فیوض و برکات کا خوب ظہور ہوا۔

### یومِ پیر، تاریخ ۸ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

مجلس شریف میں حاضری دی، اس روز حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا عرس تھا۔ میں حضرت سے رخصت لے کر حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار کی زیارت کو گیا۔ تمام دن وہاں رہا، شام کے وقت خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی وجہ سے اس دن آنجناب کے کلام فیض نظام سے مستفید نہ ہو سکا مگر شام کے وقت جب حضرت والا کی خدمت میں حاضری دی تو حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص انبیاء عظام میں سے کسی نبی یا اولیاء کرام میں سے کسی بزرگ کے نام فاتحہ پڑھ کر اس نبی یا ولی کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھے تو ان کے فیض سے یقیناً بہرہ یاب ہوگا۔

### یومِ منگل، تاریخ ۹ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

فدوی محفل مبارک میں حاضر ہوا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ حضوری کی دو قسمیں ہیں: ایک حضوری ذکر ہے، یعنی ابتداء میں جبکہ لطائف ذکر ہو جائیں اس کی حفاظت کرنی چاہئے۔ دوسرے حضور مع اللہ کہ اس کو ہمارے طریق میں یادداشت و توجہ اور آگاہی در حضور کہتے ہیں۔ لیکن دوسرے طریقوں میں اس کو شہود بولتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دل میں اس پاک بے نیاز کی جانب دیکھنے کی قوت پیدا ہو۔ اور جب یہ قوت پیدا ہو تو اس کی نگہداشت

ضروری ہے تاکہ دل کو اس کا ملکہ ہو۔ اور وہ حضور دائمی بن جائے اور اس میں کسی وقت بھی غفلت کو راہ نہ ملے اگرچہ بظاہر وہ دنیاوی معاملات میں الجھا رہے۔ لیکن اس کا باطن اس سبحانہ سے ہی متعلق رہے۔ اسی پر کہا گیا ہے کہ ”دل بیار و دوست بکار“ (دل دوست کے ساتھ اور ہاتھ کام میں مشغول ہو) اور حضرت محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حضور دائمی اسی وقت میسر ہوتی ہے جب کہ خواب میں بھی حضرت رب العزت کی طرف سے غفلت نہ ہو اور میرے نزدیک اس وقت ہوتی ہے جب نیند سے بیدار ہو تو دل کو آگاہ پائے اور حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس وقت دل کی جانب متوجہ ہو تو دل کو حضرت ذات کا مشاہد پائے یہ حضور دائمی ہے۔

و نیز حضرت نے فرمایا کہ خطرات (یعنی دل میں ماسوا کا خیال آنا) مرتبہ ولایت میں ضرور رساں ہوتے ہیں اور مرتبہ کمالات نبوت میں خطرہ نیک مضر نہیں۔

چنانچہ حضرت امیر الاولیاء امام الاصفیاء عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عین حالت نماز میں دشمنان خدا کے ساتھ غزوات کا انتظام اور فوج کی صفوں کی درستی فرمایا کرتے تھے اور ان کے دل سے ”حضور“ کی کیفیت ان خیالات سے رفع نہیں ہوتی تھی۔ جیسے کہ آفتاب کا مشاہدہ دل کے تخیلات کی وجہ سے دور نہیں ہوتا ہے اور یہ کمال حضور و مشاہدہ ہے اللہ تعالیٰ میسر فرمائے۔

دادیم تر از گنج مقصودِ نشاں گرما نہ رسیدیم تو شاید بہ رسی

ترجمہ: میں تجھ کو پتہ منزل مقصود کا دے دوں

گر میں نہیں پہنچا ہوں تو شاید کہ پہنچ جائے

اس کے بعد حضور کی خدمت میں صوفیا کے کھانے کا ذکر آیا۔ حضرت نے فرمایا ایک تو نفس کی رضا ہے۔ دوسرے نفس کا حق۔ نفس کی رضا تو پر تکلف اور لذیذ غذائیں اور بسیار خوری ہے اور نفس کا حق یہ ہے کہ اتنا کھایا جائے جس سے فرائض و سنن کی ادائیگی کی قوت باقی رہے۔ راقم عنفی عنہ کہتا ہے، جیسا کہ ایک بزرگ کا قول ہے۔

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

(نہ اتنا زیادہ کھاؤ کہ منہ سے نکل پڑے۔ نہ اتنا کم کھاؤ کہ کمزوری سے جان پر بن جائے)  
 نیز حضرت نے فرمایا کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں صوفی ایک دن گدائی کرتے  
 اور چند روز تک اس کو کھاتے تھے۔ یہ بھی فرمایا کہ بعض صوفیا مزدوری کر کے کھاتے تھے۔

چنانچہ احمد سبستی رحمۃ اللہ علیہ جو ہارون رشید کے بیٹے تھے۔ ہفتہ کے دن مزدوری کرتے  
 اور ایک دن کی مزدوری سے چھ روز تک کھاتے اور عبادت حق جل و علا میں وقت گزارتے اور  
 ہارون رشید کے گھر سے کبھی نہ کھاتے اور مسجد میں قیام رکھتے تھے۔ ہارون رشید ایک دن ان کے  
 پاس آئے اور کہا کہ:

”بیٹے! تم نے مجھے رسوا کر دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ کا بیٹا ہے اور اس تباہ حالی میں  
 مبتلا ہے۔“

انہوں نے جواب دیا کہ:

’ابا جان! تمہیں میری وجہ سے رسوائی نہیں بلکہ آپ کی وجہ سے ہمیں عار ہوتا ہے۔‘

ہارون رشید نے کہا: ”کس طرح؟“

فرمایا کہ ”یہ پرندے جو ہوا میں اڑ رہے ہیں ان کو بلائیے!“

ہارون رشید نے آواز دی تو وہ پرندے (فضا میں) اور اوپر ہو گئے۔ پھر انہوں نے

اشارہ کیا تو وہ پرندے ان کے سامنے آ کر بیٹھ گئے۔ پس انہوں نے کہا:

”آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ آپ کی آواز سے وہ بھاگ گئے۔ لیکن میرے اشارہ پر آ گئے“

پھر احمد سبستی دوسرے شہر اور صوبہ میں چلے گئے ان کی والدہ نے ایک لعل (بے بہا) ان

کے بازو پر باندھ دیا اور ایک کلامِ پاک ان کی تلاوت کے لئے ہمراہ کر دیا۔ جب اس مقام پر پہنچے

تو صحرا کی ایک مسجد میں قیام کیا اور حسبِ دستور ہفتہ کے دن معماروں کے ساتھ اینٹ اٹھانے کی

مزدوری کی اور چھ روز تک اسی مسجد میں خلوت اختیار کی اور مزدوروں کی طرح وہ مزدوری میں نہ

سستی کرتے اور نہ کام میں کوئی کمی۔ مالک مکان یہ مشاہدہ کر کے ان کا معتقد ہو گیا کہ یہ عجیب شخص

ہیں کہ مزدوری کرتے ہیں اور کام میں کوئی نقصان پہنچائے بغیر پانچوں وقت کی نماز پابندی اور مستعدی سے پڑھ لیتے ہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ آپ حسبِ عادتِ قدیمہ ایک بار ہفتہ کے دن مزدوری پر نہ آئے۔ امیر نے اور مزدوروں سے پوچھا کہ فلاں شخص آج کیوں نہیں آیا اور کہاں مقیم ہے؟ ایک شخص نے بتایا کہ وہ شخص فلاں مسجد میں مقیم ہے آج وہ بیمار ہے۔ مالک ان کے پاس گیا اور عیادت کی اور مراسمِ اخلاص بجالایا۔ ان کو سخت بیماری لاحق تھی۔ (شیخ احمد سہتی نے) فرمایا کہ اگر آپ بجالائیں تو میری تین وصیتیں ہیں، امیر نے عرض کیا جیسا آپ کا حکم ہوگا بجلاؤں گا۔ فرمایا کہ میں ہارون رشید کا بیٹا ہوں لیکن ان سے کبھی کوئی چیز نہیں لی ہے سوائے اس ایک لعل کے جو انہوں نے زبردستی میرے بازو پر باندھ دیا اور ایک کلام اللہ المجید کہ میں خود ہمراہ لے آیا ہوں فی الحال یہ دونوں چیزیں میرے پاس موجود ہیں۔ اب میری پہلی وصیت یہ ہے کہ یہ دونوں امانتیں ہارون رشید تک پہنچادیں دوسری (وصیت) یہ ہے کہ میں نے تمام عمر میں اس سبحانہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق کچھ نہ کیا اور بجز تقصیر و گناہ کے مجھ سے کچھ ظہور پذیر نہ ہو سکا۔ ضرور ضرور میرے مرنے کے بعد میرا منہ سیاہ کریں اور میری گردن میں رسی باندھ کر تمام شہر میں گلی گلی گھسیٹیں اور اعلان کرتے جائیں کہ جو شخص کسی کا غلام ہو اور اپنے مالک کی نافرمانی کرے تو اس کا حال ایسا ہی ہوگا۔ تیسری (وصیت) یہ ہے کہ میری قبر کا نشان نہ رہے۔

یہ وصیتیں فرما کر اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ امیر کو بہت رنج و قلق ہوا اور جب اس نے چاہا کہ ان کی وصیت کی مطابق ان کی گردن میں رسی باندھ کر انہیں گھسیٹے، تو آوازِ غیب و ندائی لاریب (غیبی آواز اور غیر مشکوک ندا) آئی کہ اے بے ادب! میرے مقربین کے ساتھ ایسی بے ادبی کرنا چاہتا ہے اور میرے غضب سے نہیں ڈرتا۔

فقر و درویشی کا ذکر آیا تو حضرت نے فرمایا کہ اکابرین سابق درویشی کرتے تھے کہ مجاہدات و ریاضات پر مشق کرتے اور بہت دنوں کے بعد تھوڑا کھانا کھا کر نفس کا حق ادا کرتے اور نفس کی رضا کو ترک کرتے تھے۔ مجھ کو درویشی کا نام لیتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے کہ مجھ میں صوفیائے متقدمین کا کوئی ڈھنگ اور طریقہ نہیں پایا جاتا۔ فرمایا۔

عیبہا جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

(اس کے تمام عیب تو نے بیان کئے تو اس کے ہنر کو بھی بیان کر۔)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے توجہ الی اللہ اور ماسوا سے کلی انحراف حاصل ہے، حق جل و علا کی رضا جوئی کے علاوہ اور کوئی مقصود و مطلوب کونین میں نہیں سمجھتا ہوں۔ میں لقائے یار میں مست اور معشوق کے دیدار میں مدہوش ہوں کہ دنیا و آخرت کی کوئی تمنا نہیں۔

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے توزیم

خاکے شوم و بزیر پائے توزیم

(میں چاہتا ہوں کہ تیرے ہی خیال میں زندگی گزاروں اور خاک ہو کر تیرے قدموں

کے نیچے رہوں)

مقصود مَنْ خستہ ز کونین توئی

از بہر تو میرم و برائے توزیم

(مجھ خستہ حال کا کونین میں تو ہی مقصود ہے، تیرے نام پر مروں اور تیرے ہی لئے زندہ

رہوں۔)

نیز آنجناب بعض اوقات حق جل جلالہ کے عشق میں بہ کمال شوق یہ رباعی بے

اختیار پڑھا کرتے تھے کہ :

حوراں بنظارہ نگارم صف زد رضواں زتجب کف خود برکف زد

یک خال سیہ براں رخ مطرف زد ابدال زبیم چنگ بر مصحف زد

(حوروں نے میرے معشوق کے نظارہ کے لئے صفیں آراستہ کیں اور رضوان نے تجب

سے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ جب اس رخ زیبا پر ایک سیاہ تل ظاہر ہوا، تو ابدال نے ڈر کر مصحف پر ہاتھ

مارا۔)

و نیز اس بندہ نے اپنے حالات تحریر کر کے حضور کی خدمت میں عرضی پیش کی تو حضور

نے اس کے جواب میں یہ چند سطور تحریر فرمائیں۔ تبرکا انہیں تحریر کرتا ہوں۔ وہ یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”رقعہ شریفہ پہنچا مضمین مندرجہ نے مسرور کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے آباء کرام کے مقامات اور علوم و معارف پر فائز فرمائے۔ لطیفہ قلب کی سیر کے دوران رنگینیاں بہت پیش آتی ہیں یہ تمام ”تلوینیات“ ہیں (یعنی رنگارنگی کیفیات ہیں) کوشش فرمائیں اور جناب باری تعالیٰ شانہ میں التجا کریں کہ احوال باطن میں تمکین (استقامت) پیدا ہو اور حضوری جو حضرت حق سبحانہ کو ذات مبارک کے ساتھ ہے اس کا پرتو (عکس) باطن شریف پر نمودار ہو۔ حضور بے غیبت جو جہت فوق سے مُبرّا (خالی) معلوم ہو وہ داعی ہو جائے اور تمام جہات کو شامل ہو جائے۔ تاکہ نسبت نقشبندی حاصل ہو اور بغیر توجہ تمام کے گذشتہ کیفیات و حالات نقد وقت نہ ہوں بلکہ وہ بھی فنا ہو جائیں اور یہی فنائیت سیر قلبی کے اختتام کی علامت ہے۔ والسلام۔“

یومِ بدھ، تاریخ ۲۰ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ ہجری

خدمت حضور پُر نور میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا مطلب

ان چار چیزوں کا حصول ہے۔

ایک، بے خطرگی یعنی ما سوا اللہ کا خیال دل سے نکلنا۔

دوسرے، دوام حضور یعنی ہمیشہ اللہ کا خیال قائم ہو جانا۔

تیسرے، جذبات یعنی فیوض الہیہ کی کشش۔

چوتھے، واردات یعنی فیضان الہی کا وارد ہونا۔

نیز فرمایا کہ ”سفر در وطن“ طریقہ نقشبندیہ کے اصطلاحات میں سے ہے۔ میرے

نزدیک وہ یہ ہے کہ بری خصلتوں سے اچھی خصلتوں کی جانب چلے اور صوفیاء کے مقامات عشرہ

(یعنی دس مراتب) حاصل کرے۔ مطلب یہ کہ بے صبری سے صبر کی طرف چلے اور بے توکل

سے توکل کی جانب اور بے قناعتی سے قناعت کی طرف سفر کرے اسی طرح بقیہ سات مقامات

حاصل کرے۔



نیز حضرت نے فرمایا کہ ان دس مقامات کے حصول کا طریقہ اس طور پر ہے کہ کثرت سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھے اور اس کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے (مثلاً) بے صبری کی نفی کرے یعنی میرا مقصود بے صبری نہیں، إِلَّا اللَّهُ بلکہ صرف وہ ذات پاک میرا مقصود ہے اور کچھ عرصہ اس پر مداومت کرے انشاء اللہ تعالیٰ انجام کار مقام صبر حاصل ہوگا۔ پھر اسی طرح بے توکلگی کی نفی کرے پھر بے قناعتی کی نفی کرے وغیرہ۔

اور نیز حضرت نے فرمایا ”خلوت در انجمن“ کا مطلب حضور و توجہ و آگاہی و یادداشت اور شہود ہے کہ پانچوں الفاظ ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔

و نیز حضرت نے فرمایا کہ تمام اکابرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک مرتبہ ولایت کا کمال یہ ہے کہ ماسوا کا خیال دل میں نہ آئے اور حضرت حق جل و علا کا شہود اور توجہ ملکہ دل بن جائے (یعنی دل عادی بن جائے اور بلا تکلف اور بغیر کسی آمادگی کے شہود و توجہ حاصل رہے)۔ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے بھی ماوراء ہے، حق تعالیٰ نصیب فرمائے۔

و نیز حضرت نے فرمایا کہ میرے سینہ سے سر تک (حصہ) ایک صاف تختی کی طرح ہے کہ ہرگز غیر کا خطرہ نہیں گزرتا اور ماسوا اللہ کا خیال تک نہیں آتا اور اگر ظاہر میں کسی جانب متوجہ ہوتا ہوں تو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح خطاب ہوتا ہے کہ۔ (شعر):

قافیہ اندیشم دلدارِ مَنْ گویدم مندیش جز دیدارِ مَنْ

[اگر میں کچھ سوچتا ہوں تو میرا معشوق کہتا ہے کہ میرے دیدار کے سوا اور کچھ نہ سوچ]

و نیز حضرت نے ساتوں لطائف بیان فرمائے کہ پانچ عالم امر سے (تعلق رکھتے) ہیں۔ اور دو عالم خلق سے اور وہ پانچ لطیفے جو عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں وہ ۱۔ قلب ۲۔ روح ۳۔ سِرّ ۴۔ خفی ۵۔ اُخفی ہیں اور وہ دو (لطائف) جو عالم خلق سے (متعلق) ہیں ۱۔ نَفْس اور ۲۔ قَلْب ہیں۔ لطیفہ قلب کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر ہے اور لطیفہ روح دائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر ہے اور لطیفہ سِرّ کا مقام بائیں پستان کے برابر وسط

سینہ کے نزدیک اور لطیفہ خفی کا مقام دائیں پستان کے برابر وسط سینہ سے دو انگل کے فاصلہ پر ہے اور لطیفہ اخفی کا مقام وسط سینہ ہے۔ اور لطیفہ نفس کا مقام پیشانی میں ہے۔

یہ چھ لطیفے ہوئے ساتواں لطیفہ قالب ہے جو چاروں عناصر (خاک، باد، آب، آتش) سے مرکب ہے۔ اس طرح عناصر کے اعتبار سے دس لطائف ہوئے جن کو لطائف عشرہ کہتے ہیں۔

## یوم جمعرات تاریخ ۲۱ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

آنحضرت قلبی و روحی فداہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ (حضرت نے) ارشاد فرمایا ہمارے پیغمبر علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات تمام کمالات نبوت و رسالت و ولایت کے جامع ہیں۔ لیکن ہر کمال کا ظہور موقت ہے کسی خاص وقت کے ساتھ اور زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ اور اشخاص میں سے کسی شخص کے ساتھ کہ افراد امت میں جلوہ گر ہوتا رہا۔ مثلاً جو کمال کہ آن سرور زمین و زمان علیہ و علی آلہ من الصلوٰۃ اتمہا و من التحیات اکملہا کے بدن مبارک سے متعلق تھا مثلاً بھوکا رہنا اور جہاد کرنا اور عبادت کرنا، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں جلوہ گر ہوا۔ اور جو کمال کہ حضور سرور عالم ﷺ کے قلب مبارک سے تعلق رکھتا تھا۔ مثلاً ذوق و شوق و استغراق و بیخودی، آہ و نعرہ اور اسرار توحید و جود حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے اولیائے امت میں ظہور پذیر ہوا۔ اور جو کمال کہ اشرف النفوس آل سرور علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر کے لطیفہ نفس سے ناشی ہوا۔ مثلاً استہلاک و اضمحلال وہ خواجہ خواجگان بہاء الملتہ و والدین خواجہ بہاء الدین نقشبند ﷺ کے زمانہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر میں جلوہ گر ہوا۔ اور جو کمال کہ اسم مقدس محمد علیہ صلوات اللہ تعالیٰ الملک الصمد سے متعلق تھا۔ وہ ہزار سال کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ سے جلوہ گر ہوا۔ غرض کہ جو کمالات کاملان طرُق سے ظہور پذیر ہوئے وہ سب حضرت پیغمبر علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر کے کمالات کے عکس اور پرتو تھے کہ حضور جامع جمیع کمالات ہیں کہ ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

(وہ حضرات جو خوبیاں رکھتے تھے آپ تنہا ان خوبیوں کے حامل تھے۔)

اے ذات تو از صفاتِ ما پاک

گنہ تو برون ز حدِ ادراک

ہم از تو منیر شمع و انجم

ہم از تو بلند قصرِ افلاک

آدم ز تو شد منور اذمہ

پید است مقام ذرّہ خاک

ترجمہ:

۱۔ اے وہ کہ تیری ذات ہماری صفات سے پاک ہے تیری حقیقت ادراک کی حد سے باہر ہے۔

۲۔ تیری ذات ہی کے پر تو سے شمع و ستارے روشن ہیں۔ تیری قدرت سے ہی قصرِ افلاک بلند ہیں۔

۳۔ تیرے ہی نور سے (حضرت) آدم چاند سے زیادہ روشن ہوئے جبکہ ذرّہ خاک سے ان کی پیدائش ہے۔)

اسی دوران میں نفس کے اطمینان اور مقامِ رضا کے حصول کا ذکر آیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں پہلے کثرت ذکر و توجّہ اور مراقبہ کے ذریعہ قلب کا تصفیہ کرتے ہیں جس کی کیفیت ماسوا کا خیال نکل جانا اور حضور آگاہی کی مداومت ہونا ہے۔ اور اسی کے ذیل میں بقیہ چاروں لطائف (روح و سر و غیرہ) کی تربیت و تہذیب بھی ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد نفس کے تزکیہ (پاک کرنے) میں مشغول ہوتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ استہلاک و اضمحلال اور دعویٰ انا کی شکستگی ہو کہ سالک اپنے حق میں ”انا“ کا لفظ بولنا دشوار سمجھے۔ اس وقت راضی اور مرضی (کی کیفیت) اور فناء انا حاصل ہوتی ہے، اور نفسِ امارہ مطمئن بن جاتا ہے اور بری خصلتیں زائل ہو جاتی ہیں یعنی غرور و تکبر، حسد و بغض، کینہ و عجب وغیرہ اچھائیوں سے بدل جاتی ہیں۔

یومِ جمعہ، تاریخ ۲۲ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ ایک شخص نے آنجناب سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت نے اوّل سے آخر تک تمام سلوک مختصر انداز میں بیان فرمایا، افسوس کہ بندہ کو وہ پوری تقریر رشک اکسیر جو کہ قلوب کے لئے کیمیا کا حکم رکھتی ہے اس خوش اسلوب نہج پر ہو یا دہرا رہی مگر اس کا خلاصہ تحریر کرتا ہوں۔

جاننا چاہیے کہ انسان لطائف عشرہ سے ترتیب دیا گیا ہے کہ ان میں سے پانچ عالمِ امر سے اور پانچ عالمِ خلق سے متعلق ہیں۔ یعنی ۱۔ قلب ۲۔ صروح ۳۔ سر ۴۔ خفی ۵۔ اخفی (یہ عالمِ امر کے ہیں) اور ۱۔ نفس ۲۔ باد ۳۔ خاک ۴۔ آب ۵۔ آتش (کہ عالمِ خلق سے متعلق ہیں) اور تحت الثریٰ سے عرش تک عالمِ خلق ہے اور بالائے عرش عالمِ امر ہے۔

پہلے سالک کو ذکر قلبی اور نگہداشتِ خواطر اور وقوفِ قلبی کی تلقین کی جاتی ہے جب دل کو بے خطرگی (یعنی ماسوا اللہ کے خیال کا بالکل نہ آنا) یا کم خطرگی اور حضور و آگاہی حاصل ہو جاتی ہے تو جذبات و واردات آنے لگتے ہیں اور فنائے قلبی کہ ماسوا کا بھول جانا ہے میسر ہوتا ہے اور تجلّی افعالی جلوہ گر ہوتی ہے (مطلب یہ) کہ سالک اس حال میں افعال کو اپنے یا تمام عالم کے ساتھ منسوب نہیں کرتا۔ تمام افعال کو فاعل حقیقی کے فعل سے نسبت دینے لگتا ہے (یعنی یہ سمجھتا ہے کہ تمام افعال اس فاعل حقیقی جل شانہ سے صادر ہوتے ہیں) اور یہی وہ دیکھتا اور کہتا ہے: قطعہ

طرّة ناز را دوتا کرد کہ کرد یار کرد

دل بڈو عالم آشنا کرد کہ کرد یار کرد

کعبہ و دیر و بتلکہ ساخت کہ ساخت یار ساخت

کافر و رند و پار سا کرد کہ کرد یار کرد

ترجمہ: زلفِ ناز کو خمیدہ کر دیا۔ کس نے کیا؟ یار نے کیا

دل کو دو عالم سے آشنا کیا کس نے کیا؟ یار نے کیا

کعبہ و دیر اور بتخانہ بنایا کس نے بنایا؟ یار نے بنایا  
 کسی کو کافر کسی کو رند اور کسی کو پارسا کر دیا کس نے کیا؟ یار نے کیا  
 نیز سیرِ لطیفہ قلبی میں ذوق و شوق، آہ و نعرہ، استغراق و بیخودی اور وجد و رقص سالک کو  
 حاصل ہونے لگتا ہے۔ اور (اس وقت) توحید و جودی اس پر منکشف ہوتی ہے (جس کی وجہ سے)  
 وہ انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی جیسے نعرے لگانے لگتا ہے اور بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ  
 من نمی گویم انا الحق یاری گوید بگو  
 چوں نمی گویم مرا دلدار می گوید بگو  
 (میں انا الحق نہیں کہتا یار کہتا ہے کہ ہو جب نہیں کہتا ہوں تو یار کی جانب سے ہدایت ہوتی ہے کہ کہو)  
 جس وقت غیریت نظر سے اٹھ جاتی ہے تو اپنے کو بھی اسکا عین سمجھتا ہے اور زبان  
 حال سے ترنم کے ساتھ یہ بات کہنے لگتا ہے۔

مازدریا نیم و دریا ہم زماست      ایں سخن داند کسے کو آشناست

(میں دریا سے ہوں اور دریا مجھ سے ہے۔ یہ بات وہی جان سکتا ہے جو آشنا ہو۔)

اور بجز ایک وجود کے اور کچھ نہیں پہچانتا۔ قطعہ۔

آفتابے در ہزاراں آگینہ تافہ      بس بَرنگے ہر یکے تابیاں انداختہ

جملہ یک نورست لیکن رنگہائے مختلف      گفت و گوی در میان ایں و آں انداختہ

(وہی ایک آفتاب ہزاروں آئینوں میں چمکتا ہے اور ہر رنگ کے آئینے سے اسی رنگ کی روشنی نکلتی

ہے۔ ان تمام انوار کا مرکز وہی ایک نور ہے لیکن رنگ مختلف ہیں۔ ”یہ“ اور ”وہ“ کا تذکرہ چھوڑ دو)

کبھی فنا کا لباس پہن لیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

خواجہ مگو کہ من منم من نہ منم نہ منم      جان من اوست در تم من نہ منم نہ منم

فاش و نہاں او منم، گنج و روان او منم      گوہر کان او منم من نہ منم نہ منم

شمس منم قمر منم بحر منم گہر منم      جوہر سیم و زر منم من نہ منم نہ منم

۱۔ اے خواجہ یہ نہ کہیے کہ میں، میں ہوں، میں نہ میں ہوں، نہ میں میں ہوں۔ میری جان اس کی ہے جو میرے تن میں ہے، میں نہ میں ہوں، نہ میں میں ہوں۔

۲۔ اس کا ظاہر و باطن میں ہوں اور میں اس کی روح و خزانہ ہوں، میں اس کی کھان کا گوہر ہوں (لیکن) میں نہ میں ہوں نہ میں میں ہوں۔

۳۔ میں آفتاب ہوں، میں مہتاب ہوں، میں سمندر ہوں، میں موتی ہوں، چاندی اور سونے کی اصل میں ہوں، میں نہ میں ہوں، نہ میں میں ہوں۔

اور کبھی بقا کی خلعت پاتا ہے اور اس کا اظہار یوں کرتا ہے کہ

نقاش ہر نقشم عیاں من عاشق دیرینہ ام      دیگر کے نے درمیاں من عاشق دیرینہ ام  
من ہم زمینم ہم سامن با تو ہستم جملہ جا      ہم آفتابم ہم ضیا من عاشق دیرینہ ام

ترجمہ:

ہر ظاہر نقش کا نقاش میں ہوں کہ میں پرانا عاشق ہوں

دوسرا کوئی بیچ میں نہیں ہے۔ میں ہی عاشق دیرینہ ہوں

میں ہی زمین ہوں اور میں ہی آسمان اور میں تیرے ساتھ ہر جگہ ہوں

میں ہی آفتاب اور میں ہی روشنی ہوں، میں عاشق دیرینہ ہوں

اور اسی لطیفہ قلب (کی سیر کے دوران) میں پہلے مراقبہ احدیت فرماتے ہیں یعنی اسم

مبارک اللہ کا مسمی دل میں محفوظ رکھتے ہیں پھر اس کے بعد مراقبہ معیت وَ هُوَ مَعَكُمْ

اَیْنَمَا کُنْتُمْ کو پیش نظر رکھتے ہیں اور انہیں مراقبات سے توحید و جود کی کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور

سالک جب لطیفہ قلب کا سلوک تمام کرتا ہے تو لطیفہ روح کی سیر میں عروج واقع ہوتا ہے اور اس

میں تجلی صفت ثبوتیہ الہیہ جلوہ گر ہوتی ہے کہ سالک اپنی اور تمام عالم کی صفات کو حضرت حق کی

صفات میں گم پاتا ہے۔ اس کے بعد سیر لطیفہ سر میں واقع ہوتی ہے اور وہاں شیونات ذاتیہ الہیہ

کی تجلی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد لطیفہ خفی کی سیر ہوتی ہے۔ جس میں صفات سلبیہ الہیہ جلوہ گر

ہوتی ہے اس کے بعد لطیفہٴ اخفی کی سیر اور وہاں شانِ جامعِ الہی کی تجلّی منکشف ہوتی ہے، اس کے بعد لطیفہٴ نفس کے تزکیہ میں مشغول ہوتے ہیں۔

یہ سب کچھ جو کہا گیا ہے حضرت امام ربّانی مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تلقین کا طریقہ تھا لیکن دونوں حضرات نے (خازن الرحمة خواجہ محمد سعید و غرّوۃ الثّقویٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما نے) اس دراز راستہ کو مختصر کر دیا اور اپنا معمول یہ بنایا ہے کہ لطیفہٴ قلب کے تصفیہ کے بعد لطیفہٴ نفس کے تزکیہ میں مشغول ہو جاتے ہیں، اور تصفیہٴ قلب کے ضمن میں لطائفِ اربعہ (یعنی روح، سرّ، خفی اور اخفی) کا تصفیہ بھی میسر ہو جاتا ہے۔ الغرض یہاں تک دو دائروں کا سلوک طے ہو جاتا ہے۔ یعنی

۱۔ دائرہ امکان، اور

۲۔ دائرہ ولایتِ صغریٰ

اور ان دونوں دائروں کے نتیجہ میں مقاماتِ عشرہ حاصل ہوتے ہیں کہ وہ (مقاماتِ عشرہ) توبہ و انابت، زہد و ورع اور توکل و قناعت وغیرہ ہیں۔ اس کے بعد لطیفہٴ نفس کی آراستگی میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس وقت ”انا“ کی فنائیت اور توحید شہودی منکشف ہوتی ہے اور اسی مقام پر مراقبہٴ اقریبیت کرتے ہیں یعنی نَحْنُ اقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (”ہم رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔“)

کے معنی کا لحاظ کرتے ہیں اور اس لطیفہ میں ساڑھے تین دائرے طے ہوتے ہیں جو دائرہ ولایتِ کبریٰ میں شامل ہیں۔ اس کے بعد سوائے عنصرِ خاک کے تینوں عناصر کے لطائف کی سیر شروع ہوتی ہے اور اس کو ولایتِ علیا کہتے ہیں۔ جو ولایتِ ملاءِ اعلیٰ ہے۔ اس کے بعد دائرہ کمالاتِ نبوت منکشف ہوتا ہے اور یہاں سیر عنصرِ خاک میں ہوتی ہے اور تجلّی ذاتی دائمی ہوتی ہے۔ پھر وہاں سے دائرہ کمالاتِ رسالت، اس کے بعد دائرہ کمالاتِ اولوالعزم ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد حقائق میں سیر واقع ہوتی ہے (یعنی) دائرہ حقیقتِ کعبہ، دائرہ حقیقتِ قرآن، دائرہ حقیقتِ صلوٰۃ، دائرہ

معبودیتِ صرفہ، دائرہ حقیقتِ ابراہیمی، دائرہ حقیقتِ موسوی، دائرہ حقیقتِ محمدی، دائرہ حقیقتِ احمدی، دائرہ حبِّ صرفہ اور دائرہ لاتعین منکشف ہوتے ہیں۔ کس کے نصیب جو یہاں تک پہنچے اور کس کا مقدر جو ان مقامات کی سیر کرے، نکتہ شناس عاقلوں کی عقل اس مقام پر حیرت کے کھنور میں ڈوبتی ہے اور دقیقہ شناس ہوشمندوں کو فکر سرور دامنگیر ہوتی ہے۔

ذَلِك فَضْلُ اللَّهِ يُوتِيهِ مَن يَشَاءُ (یہ اللہ کا فضل ہے، دیتا ہے جسے چاہتا ہے)

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس ہزار سال کے

اولیاء اللہ کے ہموزن ہیں۔

### یوم ہفتہ، تاریخ ۲۳ ربیع الآخر ۱۴۳۱ ہجری

یہ غلام اس قبلہ انام کے حضور میں حاضر ہوا۔ اس وقت اکلِ حلال کے طلب کا ذکر آیا۔ آنجناب نے ارشاد فرمایا جس طرح مؤمنین پر طلبِ حلال فرض ہے، اسی طرح عارفین پر ترکِ حلال واجب ہے۔ (یعنی حلال روزی کی جستجو چھوڑ کر اللہ جل شانہ کی عنایت پر توکل کرے) اسی درمیان میں خواہشاتِ نفسانی کے ترک کرنے کا ذکر آیا، تو فرمایا جو شخص خواہشاتِ نفس کی غلامی کرتا ہے وہ خدا کا بندہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اے دوست! جب تک تو اس میں گرفتار ہے اسی کا بندہ ہے۔

اس کے بعد صوفیاء کی بے نفسی کا ذکر ہوا۔ فرمایا کہ حضرت ابو العباس بن قصاب علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں ایک شخص بیعت کے لئے آیا اور استنجا کے لئے لوٹا طلب کیا ایک صوفی نے ایک لوٹا پانی بھر کر اس شخص کو دیا۔ اس نے لوٹے کو توڑ دیا اور دوسرا طلب کیا۔ دوسرا لوٹا دیا گیا اس کو بھی توڑ کر تیسرا مانگا یہاں تک کہ خانقاہ کے تمام لوٹے توڑ ڈالے اور کہا کہ اپنے شیخ سے کہو کہ اپنی داڑھی ہمارے استنجا کے لئے دیں۔ حضرت ابو العباس کی خدمت میں یہ خبر پہنچی۔ آپ تشریف لے آئے اور اپنی داڑھی ہاتھوں میں پکڑ کر بولے۔ قصاب کے بیٹے کی خوش نصیبی کہ اس کی داڑھی ایک مسلمان کے استنجا کے کام آئے وہ شخص حضور کے مبارک قدموں پر گر پڑا اور بولا کہ میں حضرت



کی بے نفسی دیکھنا چاہتا تھا۔

اس کے بعد صبر کا ذکر آیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایک صابر بزرگ تھے اور تمام بدن مبارک پر زخم ہی زخم تھے یہاں تک کہ سر کے بالوں سے پیر کے ناخنوں تک کیڑے پڑے ہوئے تھے جو جسم کا گوشت کھاتے تھے۔ ایک دن اُن بزرگ نے اپنے ایک مرید سے دریافت فرمایا کہ میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا بھی ہے جہاں کیڑے نہ لگے ہوں؟ اس نے عرض کیا نہیں! صرف زبان مبارک ہے انہوں نے فرمایا شکر ہے کہ شکر ادا کرنے کے لیے (زبان) باقی ہے۔ اور کہا کہ اسی طرح باطن میں بھی سوائے قلب کے کیڑوں سے کوئی جگہ خالی نہیں۔ شکر ہے کہ دل ذکر کے لئے باقی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ حضرت ایوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رَبِّ اِنِّیْ مَسْنِیَ الضُّرِّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ (اے میرے رب مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے) لیکن میں نے اب تک نہیں کہا۔

[اس حکایت میں بظاہر ایک ولی کا صبر کرنا نبی کے صبر پر فوقیت ظاہر کرتا ہے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس سرہ نے اپنے ایک مکتوب نمبر ۱۰ مقامات مطہری ص ۲۴۹، مطبوعہ حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی، دہلی) میں اس نکتہ کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ ولی نے جو کچھ کہا وہ اپنے اعتبار سے صبر کو سمجھتے ہوئے کہا مگر حضرت ایوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک عرصہ صبر کیا، آخر میں اپنی تکلیف کا اظہار رب تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں کیا، تو وہ آہ و زاری کرنا اس وقت اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ انکی تعریف میں فرماتا ہے۔ اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِّعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهُ اَوْابٌ (ہم نے اسے صبر کرنے والوں اور اچھے بندوں میں پایا، بے شک وہ ہماری طرف رجوع کرنے والا ہے) چنانچہ انکو ”اواب“ (اللہ کی طرف رجوع کرنے والا) کے منصب کا خلعت ملا۔ تشریح از ابوالنصرانس فاروقی عفی عنہ]

اس کے بعد ماسواء اللہ سے رخ پھیرنے کا ذکر ہوا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ حضرت شیخ

مشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میرے سامنے جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں دیکھ لوں مگر میں نے (حق تعالیٰ کے علاوہ) غیر سے اس طرح آنکھیں پُجرائی ہیں کہ اس کی طرف نظر نہیں ڈالتا۔

## یوم اتوار، تاریخ ۲۴ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا قدماء کا طریقہ ریاضت و مجاہدات کا تھا۔

(لیکن) حضرت خواجہ خواجگان پیر پیران مرہم دلہائے دردمند خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے سنت پر عمل کر کے راہ کو آسان بنا دیا۔ بموجب آیہ کریمہ **يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَا لَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ** (البقرہ ۱۸۵) (اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر مشکل) کے سخت ریاضتوں سے منع کر کے ہم کم ہمت لوگوں پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے اور اس طریقہ عالیہ میں بغیر محنت کے صرف اکابر کی توجہات سے فیض حاصل ہوتا ہے اور سالک ہر مقام سے بہرور ہوتا ہے۔

سبحان اللہ خواجہ خواجگان کی شان بھی عجیب ہے کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔

سکّہ کہ بر شیرب و بطحا زدند

نوبتِ آخر بہ بخارا زدند

[مکہ و مدینہ میں جو سکّہ جاری ہوا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ بخارا میں بھی جاری ہوا]

## یوم پیر، تاریخ ۲۵ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

حضور پرنور میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں جو کچھ راہِ الہی میں فقراء کو دیتا ہوں اس کے ثواب کے تین حصے کر کے ایک حصہ سید الاولین والآخرین علیہ افضل الصلوات المصلین کی روح کو اور ایک حصہ اپنے پیر و مرشد قلبی و روحی فداہ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ وہ جانتے ہیں اور ان کے شیوخ جس طرح سمجھتے ہیں تقسیم فرماتے ہیں اور ایک حصہ اپنے ماں باپ

کو بخشتا ہوں۔

پس اسی درمیان درویشوں کے مقامات کا بھی ذکر آیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ حضرت ابوالحسن خرقانی اور ایک دوسرے بزرگ رضی اللہ عنہما حضرت ابوالعباس قصاب علیہ الرحمة کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے دریافت فرمایا کہ دائمی خوشی بہتر ہے یا ہمیشگی کا غم۔ ابن قصاب علیہ الرحمة نے فرمایا کہ میں اللہ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ ان دونوں باتوں سے بالا ہوں اور ایسے مقام پر ہوں جہاں نہ غم کا گزر ہو سکتا ہے نہ خوشی کا کوئی دخل۔

از وصل و فصلِ رافت در منزلِ در آئیم شادی و غم نگیجد در محفلے کہ مائیم  
[اے رافت جڑنے اور پچھڑنے سے بے نیاز ہو کر ایک منزل پر پہنچا ہوں۔ میں ایک ایسی محفل میں ہوں کہ وہاں خوشی و غم کا گزر نہیں]

پھر حضور میں ولایت کے معنی کے سلسلہ میں بات چھڑ گئی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ لفظ ولایت کے معنی واؤ کی زیر کے ساتھ تصرّف (یعنی قبضہ کے ہیں) اور واؤ کے زبر کے ساتھ قرب الہی کے معنی دیتا ہے اور ہمارے طریقہ میں واؤ زبر کے ساتھ ہونا چاہیے اور زیر کے ساتھ ضروری نہیں ہے۔

و نیز فرمایا کہ ولی فَعِيلٌ کے وزن پر صفت مشبہ ہے جو فاعل و مفعول دونوں معنی میں آتا ہے۔ یعنی حق کو دوست رکھنے والا اور حق کا دوست رکھا ہوا، اور ان دونوں کا حاصل ایک ہی ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ اس کو گناہوں اور منہیات (یعنی جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے) سے محفوظ رکھتا ہے یا وہ خود حق تعالیٰ جل و علا کی مدد سے منہیات سے پرہیز کرتا ہے بلکہ جملہ ماسوی اللہ سے وہ روگردانی کرتا ہے۔

اس کے بعد مجلس شریف میں کشف و کرامات کا ذکر چھڑ گیا۔ حضرت نے فرمایا سالکِ راہِ حقیقت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر کرامات کی شروعات ہوئی ہے اور وہ بھی اس وجہ سے کہ وہ کھانا بہت کم کھاتے اور حرام سے پرہیز فرماتے اور کلام کم کرتے،

عوام سے خلوت اختیار کرتے، کم سوتے اور ہمیشہ روزہ رکھتے اور کثرتِ ذکر و دوامِ فکر اور دوسرے مجاہدات و ریاضات ان کا معمول تھا لیکن اس طریقہ مقدسہ میں امام الاصفیاء سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ کی بنیاد دو چیزوں پر رکھی ایک محبت دوسرے شریعت کی پابندی اور عزیمت پر عمل اختیار فرمایا، اگر ہو سکے ورنہ رخصت پر عمل کی بھی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ پس اس طریقہ عالیہ کی کرامت یہ ہے کہ ارادہ کر کے دل طالب میں ذکر القا فرماتے ہیں اور توجہ فرما کر طالب کے دل میں جمعیت پیدا فرماتے ہیں اور توجہ کر کے ہی طالبین کے دل میں حضور و آگاہی اور جذبات و واردات لاتے ہیں اور خاص لوگ اسی کو کرامت سمجھتے ہیں اگرچہ عوام کے نزدیک کرامت یہ ہے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا اور دوسری غیر ممکن باتوں کا ظاہر ہونا، اگرچہ وہ چیزیں راہِ حق میں کارآمد نہیں اور یہ (جن کا اوپر ذکر ہوا) عین راہ ہے اور ان اولیاء عظام کا بہترین طریقہ مثل طریقہ اصحاب کرام کے ہے کہ ان حضرات میں جمعیت و حضور تھا نہ کہ کشف و کرامات۔

ما برائے استقامت آدمیم نے پئے کشف و کرامت آدمیم

[ہم استقامت کے لئے آئے ہیں نہ کہ کشف و کرامت کے لئے آئے ہیں]

یوم منگل، تاریخ ۲۶ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

بندہ محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں دو

چیزیں اختیار کرتے ہیں۔

ایک، اتباعِ سقت، دوسرے، قلب کی جانب توجہ،

جیسا کہ اصحاب کرام کا طریقہ تھا۔ اور اصحاب عظام تمام اولیاء امت سے افضل

ہیں کمالات میں۔ کیونکہ ان کے کمالات اصل کی حیثیت رکھتے ہیں اور اولیاء کے کمالات فروع اور

ان کا عکس ہیں۔ پس جس طریقہ میں صحابہ کے اطوار اور ڈھنگ پائے جائیں وہی دوسرے

طریقوں سے افضل ہوگا۔

اس کے بعد حضور میں جمعیت و بے خطرگی کا تذکرہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ جب دل سے خطرات زائل ہو جاتے ہیں اور قلب کے اندر ان کی گنجائش نہیں ہوتی تو قلب کے باہر وہ جمع ہوتے ہیں پس ضروری ہے کہ ان کو وہاں سے بھی ہٹایا جائے اور اسکے گرد سے انکو دفع کرے۔ اور جب وہاں سے دور ہوتے ہیں تو حسِ مشترک میں پیشانی کے مقام پر جمع ہو جاتے ہیں اور جب وہ جگہ بھی خطرات سے پاک ہو جاتی ہے، تو ان کا ٹھکانہ دماغ کی قوتِ متخیلہ ہوتا ہے اور جب پروردگار عالم کے فضل و کرم اور شیوخِ کبار کے توجہات کی بدولت وہاں سے دفع ہو جاتے ہیں تو پھر کہیں نہیں آتے لیکن اس قسم کا ازالہ حاصل ہونا بہت ہی مشکل ہے۔ ذَلِكُ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے۔)

اس کے بعد حضور پر نور میں الہامات کا تذکرہ آیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ الہام کے لئے اکلِ حلال، صدقِ مقال، طہارتِ دوام اور خلوت از عوام چاہئے اور منہیات سے پرہیز چاہئے۔ (یعنی حلال روزی، باتوں میں سچائی، جسم کا پاک رہنا اور باطن کا ماسوا سے تصفیہ و تزکیہ اور جو باتیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان سے بچنا چاہئے) اور الہام کی چند قسمیں ہیں۔ ایک اس زمین و آسمان کے مالک کی جانب سے القاءِ دوسرے فرشتوں کی صدا، تیسرے روحانی پکار، چوتھے نفسِ مطمئنہ و فانی کی آواز۔ پس جس قسم کا بھی ہو اس پر کامل توجہ کے ساتھ غور و خوض کریں کہ یہ الہامِ غیبی آواز ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں یا شیطان کا بہکا و اتو نہیں۔ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ (ہم اللہ کی پناہ لیتے ہیں اس سے)

### یومِ بُدھ، تاریخ ۲۷ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

یہ غلام اس قبلہ انام و کعبہ خواص و عوام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ فنا کا مطلب آرزوؤں کا ازالہ ہے۔ ایک بزرگ کا فرمان اسی معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (بیت ہندی)

تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

اس کے بعد حضور پُر نُوْر میں مقربینِ حقِ جل و علا پر مصائب کا ورود اور ان کا (غموں میں) مبتلا ہونے کا تذکرہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ بلاؤں میں مبتلا کرنا اور غموں میں گرفتار کرنا اس معشوقِ نازنین کی جانب سے عاشقِ مسکین کے سچے عشق و محبت کا امتحان مقصود ہوتا ہے۔۔

نیست بے موجب پئے آزارِ ما

امتحانِ می خواہد از ما یارِ ما

[ ہمارا دکھ بے وجہ نہیں ہے ہم سے ہمارا دوست امتحان لینا چاہتا ہے ]

راقمِ غمی عنہ کہتا ہے کہ افسوس صد افسوس عاشق جس قدر روتا ہے وہ (معشوق) اسی قدر ہنستا ہے۔ عاشق مہجور جتنا غمگین ہوتا ہے، وہ اتنا ہی مسرور ہوتا ہے، عاشقِ مضطر کے درد، معشوقِ دلبر کے آرام ہیں۔ عاشقِ شیدا کی رقت، معشوقِ رعنا کی فرحت ہے۔۔

چنداں کہ طپید بسملِ ما خنداں ترگشت قاتلِ ما

[ ہم بسمل جس قدر رڑپتے ہیں، ہمارا قاتل اسی قدر خوش ہوتا ہے ]

اسی مجلس میں حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ سمجھدار آدمی دو چیزیں توڑ کر دو چیزیں درست رکھتا ہے۔ دل شکستہ اور پائے شکستہ، یقین کو درست اور دین کو درست رکھتا ہے یعنی دل کو آرزوؤں سے توڑے اور صرف مولا کی تمنا رکھے، ماسوا کی جستجو میں دوڑ دھوپ سے پیر توڑے۔ شریعت و سنت کے مطابق دین درست ہو اور حقیقت و معرفت کے مناسب یقین ٹھیک ہو۔

یوم جمعرات، تاریخ ۲۸ ربیع الآخر ۱۴۳۱ ہجری

فدوی محفل عالی میں حاضر ہوا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایمان باللہ فرض ہے اور اس کے

تین معنی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ایک یہ کہ حقِ جل و علا کی وحدانیت پر ایمان لانا۔

دوسرے یہ کہ یہ یقین کرنا کہ جو کام بھی وقوع میں آتا ہے اس بے نیاز جلت عظمت کے فیصلہ سے ہوتا ہے۔

تیسرے یہ کہ جو خوشی و غم اور جو آرام و تکلیف کہ پیش آئے، اسے حق کی جانب سے سمجھے اور اسی کا اقرار کرے (اس طرح کہ) درد و غم سے خوش اور تکلیف پہنچنے پر بشاش رہے۔

راقم عنفی عنہ کہتا ہے جو چیز محبوب کی جانب سے ہے وہ مرغوب ہے اور دوست کی طرف سے جو ہوتا ہے اس کی مصلحت اسی کو معلوم ہے۔

ناصحاً گر کشت مارا دوست مادانیم و دوست در بقتل من رضائے اوست مادانیم و دوست قہر او عین رضاً و مہر او عین مراد اے عزیز آں ایں چہ گفت و گوست مادانیم و دوست [اے ناصح! اگر دوست نے مجھے کشتہ کیا (قتل کیا) تو ہم جانیں اور دوست جانے۔ اور

اگر اس کی رضا میرے قتل ہی میں ہے، تو اس کو ہم سمجھیں اور ہمارا دوست سمجھے۔ اس کا قہر عین رضا اور اس کی مہر (مہربانی) عین مراد ہے۔ اے دوستو! اس میں تمہارے کہنے سننے کی کیا بات ہے یہ معاملہ تو ہم سمجھیں یا ہمارا دوست]

عاشق کو چاہیے کہ محبوب کے ستم کو عین احسان اور جفا کو عین وفا سمجھے۔

جو روا احسان است یکساں عاشق بیتاب را تشنہ لب نہ شناسد از آب بقا سیلاب را  
[ظلم اور احسان عاشق بیتاب کے نزدیک یکساں ہیں۔ جو آب بقا کا پیاسا ہو سیلاب کو خاطر میں نہیں لاتا]

نہیں نہیں! ڈانٹ پھٹکار میں جو لذت ہے وہ انعام میں کہاں اور جفاؤں میں جو لطف ملتا ہے وہ وفاؤں میں کہاں نصیب۔

بذم گفتی و خرسندم عفاک اللہ کو گفتی جواب تلخ میزیبہ لب لعل شکر خارا  
[آپ نے مجھے بُرا کہا، میں راضی ہوں، اللہ آپ کو معاف فرمائے، آپ نے خوب کہا، جواب تلخ ان شیریں سخن لب لعل کو زیبا ہے]

ہاں! جو ایسا نہیں اسے عشق بھی نہیں۔ عاشق بیچارے کو تو آوارہ اور غمگین ہونا چاہیے۔ غم  
 بیچارگی میں اسے لطف آئے اور اسی آوارگی میں ہی وہ مگن رہے، تیر نظر کے ہر زخم سے اسے فرحت  
 ملے اور اشارہ ابرو میں اسے کمال مسرت ملے۔ ایک صاحب خوب فرماتے ہیں۔  
 خواہاں دل و جان بتلامی خواہند زخمی کہ زند مرحبامی خواہند  
 ایں قوم ایں قوم چشم بد دور ایں قوم خون می ریزند و خون بہامی خواہند  
 [معشوق لوگ دل و جان کو گرفتار دیکھنا چاہتے ہیں، جو زخم وہ لگاتے ہیں اس پر مرحبائے  
 کے خواہشمند ہیں۔ یہ قوم! یہ قوم! چشم بد دور یہ قوم (بھی عجیب ہے کہ) خون بہاتے ہیں اور خون  
 بہا مانتے ہیں]

اس کے بعد حضور پُر نور میں سماع اور اہل سماع کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ  
 حضرت پیر طریقت، ہادی حقیقت، قطب بحر و کوہ، خواجہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حرمت  
 سماع کے قائل ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ سماع کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سماع میں دل کا  
 میلان فسق کی جانب ہوتا ہے اور مجھ کو حق کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔ پس جس وقت سبب مسدود  
 ہو تو مستبب کیسے پایا جائے گا۔ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوطُ۔ (جب شرط ہی نہ پوری ہو تو  
 مشروط کا کیا ذکر۔)

و نیز حضرت ایشاں نے فرمایا سماع ولایت قلبی میں ضرور ترقی بخشتا ہے لیکن ولایت  
 عالیہ میں قرآن مجید کی تلاوت، ذکر و نوافل کی کثرت، درجات ولایت کے تفاوت کے ساتھ (ترقی  
 بخشتا ہے)۔

نیز حضرت نے فرمایا نسبت نقشبندیہ مجددیہ ہلکی بدلی کی طرح ہمارے سر پر سایہ گستر  
 ہے۔ سماع و نغمہ اور سرود کی آواز جب کبھی کانوں میں پہنچتی ہے تو اس (بدلی) کو پھاڑ ڈالتی ہے اور  
 قلب کی طرف توجہ کرتی ہے اور ذوق و شوق پیدا کر کے بیتاب بنا دیتی ہے۔



## یوم جمعہ، تاریخ ۲۹ ربیع الآخر ۱۲۳۱ ہجری

بندہ کترین قبلہ اصحاب دین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ فقر و فاقہ کمال طریق ہے۔ درویشوں کو حضرت پیغمبر علیہ صلوات اللہ الاکبر کا طریقہ اپنانا چاہئے، اس کے خلاف درست نہیں ہے اور حضرت پیغمبر ﷺ کے حالات یہ تھے کہ بھوک کی شدت میں پیٹ پر پتھر باندھتے تھے اور توکل پر تکیہ کرتے اور بلاؤں پر صبر فرماتے اور عطا و بخشش پر شکر بجالاتے تھے۔ آپ کے قلت طعام کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً

مَا شَبَعَ اِلَّ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ يَوْمَئِذٍ مُتَّابِعِينَ حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ

[حضرت) محمد ﷺ کے گھر والوں نے کبھی دو دن متواتر جو کی روٹیوں سے پیٹ نہیں

بھرا یہاں تک کہ (حضرت) رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے]۔ (شامل ترمذی)

فقراء کہتے ہیں کہ شب کو بھوکا رہنا درویشوں کے لئے لیلۃ المعراج ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ درویش اگر تین دن کے بعد بھی کھانا طلب کرے تو صوفی نہیں، اس کو خانقاہ سے نکال باہر کرنا چاہئے۔

روایت ہے کہ ایک بزرگ کے دل میں تین شبانہ روز کے بعد کھانے کا خیال آ گیا الہام ہوا کہ اے کم ہمت! تو نے میری صحبت کو روٹی کے عوض بیچ ڈالا۔

اس کے بعد حضور پر نور میں حضور مع اللہ کا ذکر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ دل میں حضوری کی وہ کیفیت ہونی چاہئے کہ ماسوا کا خیال تک بالکل نہ آئے۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ ایک بزرگ گریبان میں سر ڈالے مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ ایک بلی بھی وہیں چوہے کی گھات میں چپ بیٹھی ہوئی تھی، اتفاقاً اس بزرگ کے دل میں ماسوا کا خیال آ گیا۔ عتاب نازل ہوا کہ اے کم ہمت! میں چوہے سے تو کم نہیں ہوں نہ تو بلی سے کم ہے پس دیکھ بلی کس طرح چوہے کی طرف

متوجہ ہے اور تو نے غیر سے ہم آغوش ہو کر میری یاد فراموش کر دی۔ (یعنی بلی اپنی مرغوب چیز کی طرف کس طرح متوجہ ہے اور ایک صوفی کو اللہ کی یاد میں کتنا ہمہ تن مشغول ہونا چاہئے)

و نیز حضرت نے فرمایا کہ حضور و جمعیت اور تو حید و جودِ لطیفہ قلب کی سیر میں ہوتا ہے لیکن فناء انا اور اضمحلال و استہلاک لطیفہ نفس کی سیر میں واقع ہوتا ہے۔ اور اس وقت شکستگی اور نابودگی (نہ ہونا) نیستی سالک کو حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

چست معراج فنا میں نیستی عاشقاں را مذہب و دین نیستی

[معراج فنا کیا ہے؟ وہ یہی نیستی ہے۔ جو عاشقوں کا مذہب اور دین ہے۔ (نیستی یعنی

اپنی حیثیت و اہمیت کا احساس ختم ہو جانا)]

اس کے بعد حضور میں صحابہ کے بعد افضلیت کا ذکر ہوا کہ تابعین کے زمانہ میں سب

سے افضل کون ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض نے بسبب عبادت اور

نسبی تعلق کی بنا پر امام العارفین حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کو افضلیت دی ہے اور بعضوں نے فقر و

زہد اور ترک و تجرید (بمعنی خلوت) اور حضرت خاتم الرسول علیہ التحیات کے ساتھ بیحد محبت ہونے

کی وجہ سے حضرت اولیس قرنی قدس سرہ کو افضل قرار دیا ہے اور بعضوں نے شریعت کے رواج

دینے اور ملت کی تجدید کے سبب سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو افضل مانا ہے اور

بعضوں نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو بہتر کہا ہے کہ وہ شریعت سے خوب واقف تھے اور طریقت

کے طریقے انہوں نے رائج کئے ہیں۔

## یوم ہفتہ، تاریخ ۳۰/ ماہ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام قبلہ انام کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ انوار کا عرفان یہ ہے کہ

سالک فیوض و برکات اور انوار و اسرار کا امتیاز کر لے اور ہر شے میں علیحدہ علیحدہ سمجھ لے۔ یعنی

فرق بین (یعنی واضح فرق) قرآن پاک کی تلاوت اور درود شریف اور نوافل وغیرہ کے انوار میں

کر سکے۔ اور ظلمات کا عرفان یہ ہے کہ ممنوعات (شرعیہ) میں سے ہر چیز کی تمیز کر سکے مثلاً حرام اور شبہ کا کھانا اور غیبت و فحش وغیرہا، کی ظلمتوں میں تمیز ہو سکے۔

و نیز اسی مجلس میں میاں رمضان شاہ خلیفہ مولوی عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے واقعہ (یعنی باطنی مشاہدہ کی حالت) میں دیکھا ہے کہ امام العادلین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس جہان (فانی) سے رحلت فرمائی اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیدہ پر غم سے اشک ماتم بہا رہی ہیں۔ میں اسی خواب کی حالت میں رونے لگا اور رنج و غم کی شدت سے جاگ اٹھا۔ اس کی تعبیر میں حیران ہوں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم سے کوئی امر معروف ترک ہوا ہوگا یا چھوٹے والا ہوگا اور اسی تعبیر پر ایک مثال بیان فرمائی کہ عالمگیر بادشاہ نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دیکھی اور اسی دن شاہ علیم اللہ صاحب رائے بریلوی کا وصال واقع ہوا۔

و نیز ایک شخص مجلس شریف میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ شیخ احمد کے مکتوب میں ایسا لکھا ہے۔ فرمایا کہ شیخ احمد کون ہے؟ اس شخص نے کہا کہ شیخ احمد سرہندی۔ آپ نے فرمایا میری مجلس سے نکل جاؤ۔ ایسی بے ادبی میرے پیر کی میرے سامنے کرتا ہے؟ غرض اس شخص کو مجلس سے نکال دیا گیا۔

اس کے بعد حضور پر نور میں سفر حجاز کا بیان ہونے لگا۔ حضرت نے فرمایا کہ بیت اللہ شریف کے نام ہی سے اس کے انوار مجھ پر چھا جاتے ہیں اور طواف کا شوق بے قرار کر دیتا ہے۔ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ میں ایک بار خانہ کعبہ کے ارادہ سے اٹھنے لگا تو الہام ہوا کہ تجھ کو اسی مکان میں ٹھہرے رہنا زیادہ بہتر ہے کہ لوگوں کو نفع پہنچتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ کعبہ معظمہ میں دو رکعت پڑھنا دوسری جگہ ایک لاکھ رکعتوں کے برابر ہے کہ جس میں اطمینان کے ساتھ قومہ و جلسہ کیا گیا ہو۔

اسی دوران صوفیاء کے حالات کا تذکرہ چھڑ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ صوفی دنیا و آخرت کو پس پشت ڈال کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور غیر حق جل و علا سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔

ملت عاشق ملتہاجد است عاشقان راندہب و ملت خداست

(عاشقوں کا دین دوسرے دینوں سے جدا ہے۔ ان کا مذہب و دین (رضائے) خدا ہے۔)

اس کے بعد حضور میں نسبت مجددیہ کا تذکرہ ہوا۔ حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا کہ اے اللہ زندگی میں اور نزع کے وقت اور قبر میں اس پاک نسبت سے بھرا رکھ۔ اور (قیامت میں) اٹھتے وقت اور حشر و نشر میں اسی نسبت عالیہ پر محشور فرما اور حضرت والا کے ہاتھ دعا کے لیے جناب باری میں اٹھے ہوئے تھے اور روتے ہوئے عاجزی کے ساتھ یہ رباعی پڑھی اور فرمایا کہ اے رحمن میرا حال بھی اسی ڈھنگ پر کر دے

منگر کہ دل ابن یمین پر خون شد بنگر کہ ازیں سر اے فانی چوں شد

مصحف بکف و پابزہ و دیدہ بدوست باپیک اجل خندہ زان بیروں شد

[یہ نہ دیکھ کہ ابن یمین کا دل پر خون ہو گیا۔ یہ دیکھ کہ اس سر اے فانی سے کس طرح گیا۔ (اس طرح گیا کہ) مصحف ہاتھ میں اور قدم راستہ پر اور آنکھیں دوست پر لگی ہوئیں، موت کے قاصد (ملک الموت) کے ساتھ ہنستا ہوا (دنیا سے) نکلا]

## یوم اتوار، تاریخ یکم جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دن میں اور حضرت مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً نسبت نقشبندیہ کا تذکرہ ہوا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس طریقہ نقشبندیہ کی نسبت بے نمک ہے (پھکی ہے۔) میں نے کہا کہ میں خوان (طعام) بے نمک کا مہمان نہیں ہوں مجھے تو وہ نسبت چاہئے کہ جس میں کیفیات و جذبات و واردات اور انوار و اسرار ہوں۔ پھر بے اختیار یہ شعر زبان پر آیا۔

آں قدر عشق تو بد خوئے آورد مرا کہ تسلی بدو عالم نتواں کرد مرا

[تیرے عشق نے مجھے اس قدر بد خو کر دیا کہ دونوں عالم سے بھی میری تسلی نہ ہو سکی]

و نیز حضرت والا مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ باسرارہ السامی کا درس فرماتے تھے۔ ایک جگہ غور کر کے متوجہ ہوئے اور چند لمحے کے بعد سر مبارک اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ عصائے پیر بجائے پیر۔ (مرشد کا عصا (ڈنڈا) مرشد کی جگہ پر ہے یعنی پیر و مرشد کی متعلقہ چیزیں پیر کی طرف توجہ قائم کرانے کا سبب ہوتی ہیں)

اس کے بعد مکتوبات قدسی آیات کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ بھی

پیر کی جگہ پر ہے۔ اور یہ مصرع پڑھا۔ ع

گفت انسان پارہ انسان بود

[کہا کہ انسان کا بچہ بھی انسان ہی ہوتا ہے]

اس کے بعد حضور میں اولیاء اللہ کے صبر کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ کا انتقال ہوا۔ تو لوگوں نے خبر پہنچائی۔ حضرت گنج شکر نے فرمایا کہ اس کتے کے بچہ کو کسی جگہ ڈال دیں۔ (حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے لیے عاجزانا و حقیر خطاب کرنا ایک خاص کیفیت کی بنا پر تھا اور کسی دوسرے کے لیے سخت نامناسب ہے کہ وہ اس طرح کے الفاظ وغیرہ ان کی طرف یا کسی اور بزرگ کی طرف منسوب کرے)

اس کے بعد اکابرین کے حالات میں وحدت الوجود کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس مقام کے مجتہد، کان احادیث کے لعل، بحر فردیت کے موتی، جوہر گوہر مطلبی محی الدین العربی قدس سرہ ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

لا آدم فی الكون و لا ابلیس لا ملک سلیمان و لا بلقیس  
فالکُلُّ عبارت و انت المعنی یامن هو للقلوب مقناطیس

[اس کائنات میں نہ تو آدم نہ ابلیس نہ ملک سلیمان اور نہ بلقیس ہیں، یہ سب الفاظ

ہیں اور تو معنی ہے، اے وہ ذات جو دلوں کے لئے مقناطیس (کی کیفیت رکھتا) ہے [ اور اکثر اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اسی (وحدة الوجود کے) بحر عرفان کے غواص (عرفان کے سمندر میں ڈبکی لگا کر موتی نکالنے والے) ہیں۔ راقم عنفی عنہ کہتا ہے کہ حضرت مولانا روم قدس سرہ نے فرمایا ہے ۔

سجدہ خود رami کنند ہر لحظہ او سجدہ پیش آئینہ ست از بہر او

[وہ (عارف) ہر لمحہ اپنے ہی کو سجدہ کرتا ہے، آئینہ کے سامنے سجدہ سے اپنے چہرہ ہی کی نمائش ہوتی ہے۔]

اور مولانا مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ قطعہ ۔

ز دریا موج گونا گوں برآمد ز بے چونی برنگ چوں برآمد  
گہے در صورت لیلیٰ فرُوشد گہے در کسوتِ مجنوں برآمد  
چو یار آمد ز خلوت خانہ بیروں ہموں نقشِ دروں بیروں برآمد

[دریا سے رنگ رنگ کی موجیں اٹھیں۔ بچوں سے چوں کے رنگ میں نکلی۔ کبھی اس نے لیلیٰ کی صورت اختیار کی۔ تو کبھی مجنوں کے لباس میں وہ برآمد ہوا۔ جب یار خانہ خلوت سے باہر آیا تو وہی نقشِ دروں یعنی پوشیدہ نقش باہر آگئے۔]

اور مولانا احمد جام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ۔

ماز دریا نیم و دریا ز ماست ایں نَخْن داند کسے کو آشناست

[ہم دریا سے ہیں اور دریا ہم سے ہے، یہ بات وہی شخص جانتا ہے کہ جو اس سے

آشنا ہے۔]

اور مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ نے فرمایا ہے ۔

چیت می دانی صدائے چنگ و عود اَنْتَ حَسْبِي اَنْتَ كَافِي يَا وَدُود

ہست بے صورت جناب قدس عشق لیک در ہر صورتے خود را نمود  
 در لباس حسن لیلیٰ جلوہ کرد صبر و آرام از دل مجنوں رُبُود  
 پیش روئے خود زعدرا پردہ بست صد در غم بر رخ و اَمَقِ کَشُود  
 در حقیقت خود بخود می باخت عشق و اَمَقِ و مجنوں بجز نامے نبود

ترجمہ:

- ۱- تو کیا جانے کہ چنگ و رباب سے کیا صدا نکلتی ہے؟ یہی کہ تو ہی میرے لئے کافی ہے تو ہی مجھ کو بس ہے اے چاہنے والے۔
- ۲- پاکیزہ عشق اگرچہ کوئی صورت نہیں رکھتا مگر ہر صورت میں جلوہ گر ہوتا رہتا ہے۔
- ۳- کبھی لیلیٰ کے حسن کے لباس کی صورت اختیار کی، کبھی مجنوں کے دل سے صبر و قرار اُچک لیا۔

۴- اپنے چہرہ پر جب عذرا (وامق کی محبوبہ) کا حجاب باندھا، تو وامق کے دل پر غم کے سینکڑوں دروازے کھل گئے۔

- ۵- دراصل عشق خود ہی کھیل کرتا ہے، ورنہ وامق و مجنوں سوانام کے اور کچھ نہ تھے۔
- پس حضرت والا نے فرمایا کہ اگر حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ باسراہ السامی ان تمام (توحید و جودی والے) اکابرین کی طرف پوری ہمت کے ساتھ توجہ فرمائیں، تو یقین ہے کہ ان کو اس مقام سے عروج حاصل ہوگا۔ لیکن حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہ اس سمندر میں اس طرح ڈوبے ہوئے ہیں کہ ان کو لبوں تک ابھار لانا مشکل و دشوار ہے مگر یہ امید ہے کہ انکو بھی اس مقام سے عروج ہو سکتا ہے۔

و نیز حضرت والا نے مشاہدہ حق جل و علا کے تذکرہ میں یہ شعر ارشاد فرمایا۔  
 چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شمم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم  
 [چونکہ میں شمس (آفتاب) کا غلام ہوں اس لئے آفتاب ہی کی بات کرتا ہوں، نہ میں

شب (رات) ہوں نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی باتیں بیان کروں۔]

## یوم پیر، تاریخ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

میں محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا امام محمد غزالیؒ کے قول کے مطابق فنا عبارت ہے خصائل رذیلہ کے دفع ہونے سے۔ اور حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی سید

محمی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فنا کی تین قسمیں ہیں:

ایک، فنائے خلق کہ مخلوق سے امید و بیم (یعنی خوف) کا کوئی واسطہ نہ رہے۔

دوسرے، فنائے ہوا یعنی غیر حق جل و علا سے کوئی آرزو بالکل دل میں باقی نہ رہے۔

اسی معنی میں حضرت والا کا یہ شعر بھی ہے۔

من نہ آں مستم کہ جام مئے ہوس باشد مرا  
گردش از ساغر چشم تو بس باشد مرا

[میں وہ مست نہیں جسے شراب کے جام کی خواہش ہو۔ تیری چشم کے ساغر کی گردش ہی

مجھ کو کافی ہے]

تیسرے، فنائے ارادہ یعنی کوئی ارادہ دل میں باقی نہ رہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا: اُرِيْدُ اَنْ لَا اُرِيْدُ (میں ارادہ کرتا ہوں کہ کوئی ارادہ نہ کروں)

اور ارادہ ہی خواہشات کی اصل ہے جس طرح چشمہ کسی نہر کا منبع ہوتا ہے اور فنائے خلق و فنائے ہوا

حضرات مجددیہ کی اصطلاح کے مطابق لطیفہ قلب کی سیر میں میسر ہوتے ہیں جو کہ تجلّی افعال سے

عبارت ہے اور فنائے ارادہ لطیفہ نفس میں ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت والا نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرات مجددیہ کے طریق میں ہر لطیفہ کی فنایت

علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے۔ پہلی فنا، فنائے قلب ہے جس کا مطلب ما سوا سے نسیان کا حاصل ہونا اور

قلب حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نیچے ہے، جس کسی کو حق سبحانہ و تعالیٰ اس

ولایت کا شرف بخشا ہے اور اپنے تقرب کا معاملہ اس راہ سے فرماتا ہے۔ اس کو آدمی المشرّب کہتے



ہیں۔ اس کے بعد فنائے لطیفہ روح ہے جو حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ و السلام کے قدموں کے نیچے ہے جس کسی کو اس ولایت سے مختص فرماتے ہیں اس کو ابراہیمی المشرّب کہتے ہیں۔

## یوم منگل، تاریخ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ (لطیفہ) قلب زیر قدم حضرت آدم ہے اور اس ولایت کی سیر میں تجلی انفعالی کا انکشاف ہوتا ہے اور (لطیفہ) روح زیر قدم حضرت نوح و حضرت ابراہیم ہے اور اس کی سیر میں تجلی صفات ثبوتیہ الہیہ منکشف ہوتی ہے اور لطیفہ سرّ زیر قدم حضرت موسیٰ ہے اور اس کی سیر میں تجلی شیونات ذاتیہ الہیہ کا ظہور ہوتا ہے اور لطیفہ خفی زیر قدم حضرت عیسیٰ ہے اور اس کی سیر میں تجلی صفات سلبیہ الہیہ کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور لطیفہ انھی زیر قدم حضرت خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوٰت و التسلیمات ہے اور اس کی سیر میں جامع شان الہی کی تجلی جلوہ گر ہوتی ہے جو صفات کی اصل ہے۔ جیسا کہ کرنیں جس کی اصل آفتاب کی روشنی ہے اور آفتاب سے زیادہ قریب ہے۔ اور اس لطیفہ میں برق کی طرح تجلی ذاتی بھی جلوہ گر ہوتی ہے۔

و نیز فرمایا کہ لطیفہ روح کی سیر میں اپنے صفات کا سلب ہونا اور حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی نسبت (یعنی ایسا معلوم ہونا کہ صفات اپنے اندر نہیں بلکہ حق سبحانہ کی جانب سے ان کا صدور ہوتا ہے) اور لطیفہ سرّ کی سیر میں ذات کا اس سبحانہ کی ذات میں فنا ہونا اور لطیفہ خفی میں تمام مظاہر سے ذات کبریا کا منفرد ہونا اور لطیفہ انھی میں تخلیق باخلاق اللہ سالک کے ہاتھ آتا ہے۔

اس کے بعد صوفیاء کے (روزی) کمانے کا ذکر آیا، حضرت والا نے فرمایا کہ بعض صوفیاء نے اکل حلال کے لئے تجارت وغیرہ کے ذریعہ کسب معاش کیا ہے۔ لیکن نماز صبح کے بعد سے ظہر

تک اس کام میں مصروف رہتے اور باقی اوقات اپنے اصحاب کے ساتھ حلقہ و مراقبہ اور ذکر و توجہ میں مشغول ہوتے ہیں۔

و نیز فرمایا کہ صوفیاء جس کمائی میں بھی مشغول ہوتے ہیں اذان کی آواز سنتے ہی اسے چھوڑ کر نماز کے انتظام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ایک بزرگ حلاجی کرتے تھے۔ کپڑا تمام کرنے کے لئے چند ٹانگے باقی تھے کہ اذان کی آواز ان کے کان میں آئی۔ انہوں نے کچھ توقف کیا تا آنکہ تمام ٹانگے پورے کر کے اٹھے اور وضو کے پانی کے لئے کنوئیں میں ڈول ڈالا۔ ڈول میں پانی کی جگہ درہم (چاندی کے سکے) بھر گئے، جب انہوں نے ڈول کھینچا تو دیکھا کہ بجائے پانی کے درہم نکلے انہیں زمین پر ڈال کر پھر پانی کے لئے ڈول کنوئیں میں ڈالا، اب اس ڈول میں دینار (سونے کے سکے) بھر گئے۔ انہیں بھی زمین پر پھینک کر تیسری بار ڈول ڈالا، تو جواہرات سے بھرا ہوا اوپر آیا۔ پھر انکو بھی (زمین پر) ڈال کر کہا، الہی! مجھ سے یہ مذاق؟ میں ان سب کو کیا کروں گا مجھے تو وضو کے لئے پانی درکار ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھ سے یہ خطا ہو گئی کہ میں نے نماز میں تاخیر کی ہے اور تیری بخشش تو اس گناہ سے کہیں زیادہ ہے، تو میرے حال پر رحم فرما اور میری اس خطا سے درگزر فرما اور وضو کے لئے پانی عنایت فرما۔ اے خدائے کارساز۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ ایک دن استنجا کے لئے ڈھیلا ڈھونڈ رہے تھے کہ ایک لعل بے بہا ان کے ہاتھ لگا۔ انہوں نے اسے زمین پر پھینک دیا اور کہنے لگے کہ میں استنجا کے لئے کلوخ (مٹی کا ڈھیلا) چاہتا ہوں اور تو لعل دیتا ہے، آپ کا لعل آپ کو مبارک ہو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عارفین کی نگاہ میں دنیا رانی کے دانہ سے بھی کمتر اہمیت رکھتی ہے۔ (اور ہے بھی یہی کہ) جو طالب یار ہے، وہ ان سب سے بیزار ہے۔

راقم غفی عنہ کہتا ہے کہ جو ان (مال و متاع) میں گرفتار ہے وہ کب عاشقِ کردگار ہے؟ طالب یزداں و ارستہ دو جہاں ہے (چھوڑنے والا ہے۔) سبحان اللہ ایک شخص نے خوب کہا ہے اور خوب معنی کے موتی پروئے ہیں۔

گیرم کہ سریرت از بلور ویشم ست  
سنگش داند ہر آنکہ اورا چشم ست  
ایں مسند قائم و سمور و سنجاب  
در دیدہ بوریا نشیناں پشم ست

[میں نے مانا کہ تیرا تخت ہیرے جواہرات کا ہے (لیکن) جو چشم (بصیرت) رکھتا ہے وہ اس کو پتھر جانتا ہے۔ قائم و سمور و سنجاب کی بنی ہوئی مسند، بوریا نشینوں کی نگاہ میں کملی کی طرح ہیں]

[قائم: ایک جانور کا نام جس کی کھال کی پوستین بناتے ہیں۔ سمور: لومڑی کی قسم کا جانور جس کی کھال بہت قیمتی ہوتی ہے۔ سنجاب: چوہے سے بڑا ایک جانور جس کی کھال سے پوستین بناتے ہیں۔]

اس کے بعد حضور فیض گنجور میں دعا کے انوار و برکات کے عرفان کا تذکرہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ دعا کے وقت انوار و برکات کا ظہور ہوتا ہے لیکن یہ فرق کرنا کہ یہ دعا کے انوار ہیں یا قبولیت کے، بہت دشوار ہے۔ بعض اکابر نے لکھا ہے کہ اگر دونوں ہاتھوں میں بھاری پن محسوس ہو تو یہ قبولیت کی نشانی ہے اور میں اس طرح امتیاز کرتا ہوں کہ اگر دعا کرتے وقت قلب میں انبساط و انشراح کی کیفیت پیدا ہو، تو یہ قبولیت کی علامت ہے ورنہ دعا کے انوار ہیں۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دن حضرت مرزا صاحب مظہر اسرار رحمان، مصدر انوار سبحان حضرت جانِ جاناں نور اللہ مرقدہ نے کسی کام کے لئے دعا فرمائی انوار کا ظہور ہوا۔ ارشاد ہوا کہ قبولیت دعا کی امید ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ کام پورا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ کام پورا نہ ہوا۔

و نیز فرمایا کہ ایک دن حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے کام کے لئے میں نے دعا کی معلوم ہوا کہ قبول نہیں ہوئی پھر دعا کی پھر عدم قبولیت ہی محسوس ہوئی۔ میں نے کہا کہ قبول نہیں ہوئی۔ پھر دعا کرنے لگے اب دل میں انبساط کی کیفیت پیدا ہوئی۔ تو میں نے کہا کہ دعا ہم آغوشِ مدعا ہوگئی (یعنی قبول ہوگئی) اور وہ کام حق سبحانہ کے فضل و کرم سے ہو گیا۔

اس کے بعد تفسیر حق جل شانہ (خدا کے سوا) سے مانگنے کا تذکرہ نکلا۔ حضرت والا (حضرت

شاہ غلام علیؒ نے فرمایا کہ غیر حق جل و علا کو پکارنا اور ان سے مانگنا یقیناً شریعت میں ناجائز ہے۔ لیکن اللہ کے دوستوں سے مدد چاہنا اگر تقرب خدا کی وجہ سے ہے، تو درست ہے۔ راقم (رؤف احمد) عفی عنہ کہتا ہے کہ بزرگوں سے کچھ مانگنا خطا ہے اور خدا کی مرضی نہیں ہے اور بزرگوں کی توجہ سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں مشکل کے حل ہونے کی درخواست کرنا صحیح ہے اور عین رضا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں سے اس طرح مدد چاہے کہ ”یا حضرت! توجہ فرمائیے اور دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ میری مراد پوری فرمائے۔“

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ میں ایک دن کہتا تھا کہ ”یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً للہ“ بلا شک غیب سے ایک آواز میرے کان میں پہنچی کہ کہہ ”یا ارحم الراحمین شیاً للہ“۔ و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ بازار کا کوئی پیشہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لیکن خلق کی احتیاج دور کرنے کی نیت سے کہ لوگوں کو جس بات کی ضرورت پڑے وہ میرے ہاتھوں انجام پا جائے۔ اور وہ (محنت کرنے والا) کمانے کے طریقوں کو اور اسباب کو موثر حقیقی نہیں جانتا ہو۔ اکثر اولیاء اللہ قد سنا اللہ باسرار ہم ترک تعلقات و اسباب کر کے حق جل و علا کے بھروسہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ راقم (شاہ رؤف احمد) عفی عنہ کہتا ہے کہ اسباب تین قسموں پر بٹے ہوئے ہیں۔ قسم اول اسباب قطعہ ہیں جیسے کھانا بھوک کے رفع کرنے کا سبب ہے اور اس کا ترک کرنا گناہ کا موجب ہے۔ مثلاً ایک شخص کھانا نہیں کھاتا، حالانکہ اس کے سامنے موجود ہے، کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے کہ وہی میرا پیٹ بھر دے یا اپنے ہاتھ سے نہیں کھاتا اور کہتا ہے کہ اگر وہ پاک بے نیاز کھلائے گا تو کھاؤں گا، تو وہ شخص گنہگار ہے۔ اسی طرح اور باتوں کو قیاس کیجئے۔ قسم دوم، اسباب ظنیہ ہیں، چنانچہ تجارت اور نوکری اختیار کرنا یا کسب معاش کے لئے دوسرا کوئی پیشہ اختیار کرنا یا بیماری دور کرنے لئے دوا علاج وغیرہ، اس سلسلہ میں اختیار ہے۔ بہر حال ان اسباب کا ترک کرنا اور توکل پر بیٹھنا اولیٰ ہے۔

قسم سوم، اسباب وہمیہ کی ہیں جیسے فال کھولنا اور معاملات میں مبارک اور منحوس

تاریخوں یا ساعتوں کا خیال و لحاظ رکھنا۔ پیڑوں کی سعادت و نحوست پر جیسا کہ بعض لوگوں نے لکھا ہے عمل کرنا شرک کی قسم سے ہے اور ان کا ترک کرنا واجب ہے۔ اور جو اولیاء اللہ ترک تعلقات و اسباب کرتے ہیں یہی آخری دو قسمیں ہیں۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دن حضرت پیر طریقت ہادی حقیقت اندراج النہایہ فی البدایہ کی ہدایت فرمانے والے، فانی فی اللہ خواجہ محمد باقی باللہ عطر اللہ قبرہ و نور اللہ مَضْجَعہ (اللہ ان کے قبر کو معطر فرمائے اور ان کے مزار کو انوار سے بھرے) کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ جناب کی توجہ مبارک سے حضرت شیخ احمد سرہندی، امام ربانی مجدد الف ثانی بن گئے قدسنا اللہ باسراہ السامی۔ میں بھی حضور کی عنایت کا امیدوار ہوں، میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ مزار مبارک سے برآمد ہوئے اور میری جانب توجہ و ہمت مبذول فرمائی۔ زوال کا وقت تھا اور گرمی کی شدت تھی (اس لئے) تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھ گیا اور مناسب انتظار نہ کیا آج تک اس کی حسرت ہے اور آنحضرت کی توجہ کا اتنا اثر اپنے میں پایا کہ بیان نہیں کر سکتا۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بوعلی شاہ قلندر قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف قدم بوسی سے فائز ہوئے۔ حضرت بوعلی قلندر نے فرمایا تو وہی خسرو ہے؟ جو ”ہاہا۔ ہی ہی“ کرتا ہے۔ حضرت امیر نے عرض کیا جی ہاں! پھر حضرت بوعلی قلندر نے فرمایا کہ تو اشعار نظم کرتا ہے اور میں نے بھی ایک غزل کہی ہے۔ پس اپنی غزل پڑھی۔ حضرت امیر اس کو سن کر اس قدر روئے کہ آنکھوں سے چشمہ کی طرح آنسو بہہ نکلے۔ حضرت بوعلی قلندر نے فرمایا میرے کلام سے کیا بات سمجھی کہ تو اس قدر رویا، حضرت امیر بولے کہ مجھے اپنی ناہمی پر رونا آیا کہ حضرت کا کلام نہیں سمجھ پایا۔ اپنی طبیعت کی نارسائی پر روتا ہوں۔ حضرت بوعلی قلندر بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعا فرمائی کہ ”خسرو اچھی زندگی گزارے، عمدہ موت آئے اور بہترین حشر ہو۔“



## یوم بدھ، تاریخ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ چند طالبین سمرقند سے حضرت والا کی آستان بوسی کا شرف حاصل کرنے آئے تھے۔ حضرت والا نے جناب الہی میں تضرع و زاری فرمائی۔ اس کے بعد مزار پر انوار حضرت قبلہ دین و ایمان مظہر انوار رحمان مرزا جان جانان رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا:

اے میرے قبلہ حضرت مرزا صاحب! میں اس لائق نہیں ہوں کہ اتنے بڑے بڑے لوگ اتنا دور دراز کا مرحلہ طے کر کے اور ایسی کڑی منزلیں برداشت کرتے ہوئے میرے پاس آئیں۔ یہ سب آپ کی عنایات ہیں اور حضور ہی کی خدمت میں آئیں ہیں، ورنہ میں تو وہی نالائق پنجابی مرد ہوں جو تھا۔ یہ آپ کی نظر عنایت کا کرشمہ ہے کہ لوگ یہاں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔ حضور کی نگاہِ کیمیا کے اثر نے میرے وجود کے مس کو سونے کا رتبہ دے دیا۔

نیاوردم از خانہ چیزے نخست تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

[میں اپنے گھر سے کچھ نہیں لایا تھا۔ آپ ہی نے تو سب کچھ دیا ہے اور میں بھی آپ ہی

کی چیز ہوں]

میری حیثیت تو بس اتنی ہی ہے کہ خاک پر بیٹھا ہوں۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

خاک نشینی ست سلیمانیم عار بود افسرِ سلطانیم

[یہ خاک نشینی ہی میرے لئے سلیمانی ہے۔ افسری و سلطانی میرے نزدیک باعث

شرمندگی ہے]

پھر فرمایا کہ میں وہ زبان نہیں رکھتا جس سے جناب الہی کا شکر بجا لاسکوں اور حضرت سرور کونین علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر (آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں جو بڑا بادشاہ ہے) اور جناب حضرت مظہر جان جانان رحمۃ اللہ علی روحہ الاطہر (ان کی پاک روح پر اللہ

رحمت فرمائے) کا شکر ادا کر سکوں۔ شعر۔

شکرِ فیضِ تو چمنِ چوں نکند، اے ابر بہار کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردہ تست

[اے ابر بہار! چمن تیرے فیضان کا شکر ادا نہیں کر پاتا۔ کیونکہ پھولوں کے ساتھ کانٹے

بھی تیرے پروردہ ہیں]

## یوم جمعرات، تاریخ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

غلام قبلہ انام کے حضور حاضر ہوا۔ حضرت والا حضرت خواجہ خواجگان پیر پیراں خواجہ

باقی باللہ ﷺ کے روضہ اطہر پر تشریف لے گئے۔ یہ کمترین بھی ہم رکاب سعادت تھا۔ حضرت

والا نے اثناء راہ میں بہت سے معارف بیان فرمائے لیکن اس وقت ذہن سے نکل گئے اور جب

آپ اپنے مکان فیض نشان میں تشریف لائے تو حکیم عبدالکریم جہانی نے حضرت والا سے ان

کے تصنیف کردہ رسالہ مراقبات کے بارے میں عرض کر کے نقل کیا۔ آن قبلہ خاص و عام قلبی و

روحی فداہ نے اس سے قبل اس غلام کو بھی وہ (رسالہ) عنایت فرمایا تھا۔ وہ یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد حمد و صلوة کے واضح ہو کہ اس طریقہ عالیہ کے اکابر نے مقامات قرب کو عالم مثال

میں کشف صحیح اور معاینہ صریح سے دیکھ کر ان مقامات کو مناسب دائروں سے تعبیر فرمایا ہے کہ وہ

مقامات بے جہت و بے چوں ہیں اور دائرہ بھی بے جہت ہے (اور حقیقت بھی یہی ہے کہ) جہاں

خدا ہے وہاں دائرہ و مکان کہاں۔

پہلا دائرہ امکان ہے

اس کے نچلے نصف حصہ میں سیر آفاتی ہاتھ آتی ہے جس کا مطلب ہے کہ اپنے باطن

کے باہر انوار کو مختلف رنگوں میں دیکھنا۔ اس کا نصف اوپری حصہ سیر و سلوک انفسی سے متعلق ہے

جس کے معنی اپنے باطن میں انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرنا ہے۔ خوابوں اور کشفوں کا اعتبار نہ کرتے

ہوئے سعی و کوشش کرنا کہ دائمی حضور و آگاہی نصیب ہو۔ اس مقام پر ذکر اسم ذات و ذکر نفی و اثبات اور زبانی ذکر تہلیل۔ (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کا ذکر بھی ترقی بخشتا ہے اور مراقبہ احدیت صرف حضرت ذات کہ جس کا نام نامی اللہ ہے اور وقوف قلبی یعنی قلب کی طرف توجہ ہو اور اس معنی کا لحاظ رہے کہ ”بجز ذات پاک کے اور کچھ مقصود نہیں۔“ الفاظ ذکر کی صحت کے ساتھ اور دل کی نگہداشت خطرات سے مداومت کے ساتھ ہو۔ (یعنی دل میں ماسوا اللہ کے خیالات پر نہ قابو کر سکیں) کیونکہ بغیر ذکر کثیر کے قلب نہیں کھلتا۔ دل کی جانب توجہ اور حضرت ذات سبحانہ کی طرف توجہ اور خطرات سے دل کی حفاظت، الفاظ ذکر کی صحت و معنی کا لحاظ اور بازگشت کہ ”بجز ذات پاک کے اور کچھ مقصود نہیں“ یا یہ کہ ”اے اللہ! میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا درکار ہے۔ (ان امور کے ساتھ یہ بھی لحاظ رہے کہ) اپنے کو کچھ نہ سمجھنا صرف حضرت ذات کی ہستی کا اقرار“ تضرع و انکسار کے ساتھ دائمی ہونا چاہیے۔ جب چار گھڑی تک ایسی کیفیت پیدا ہو جائے کہ ماسوا کا کوئی خیال دل میں نہ آئے یا اگر آئے بھی تو مانع توجہ و کیفیت نہ ہو، تو اس وقت وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ کے تحت مراقبہ معیت ہر لمحہ و ہر لحظہ کرنا چاہیے۔ اور زبان سے ذکر تہلیل (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کا ذکر بھی کرتے رہیں اور یہ مراقبہ ولایت صغریٰ میں کرتے ہیں جو دوسرا دائرہ ہے۔ یہاں تجلیات افعالیہ الہیہ اور ظلال اسماء و صفات کی سیر ہوتی ہے اور توحید و جودی اور ذوق و شوق اور آہ و نالہ اور استغراق و بیخودی، دوام حضور و توجہ وغیرہ حاصل ہوتی ہیں اور جب توجہ شش جہات (چھ طرفہ توجہ قائم ہو یعنی اوپر نیچے، دائیں، بائیں اور آگے، پیچھے توجہ بنی رہے) کا احاطہ کر لے اور کوئی انتظار باقی نہ رہے، تو دائرہ ولایت کبریٰ کی سیر شروع کریں کہ یہ تیسرا دائرہ ہے۔ اور اس دائرہ میں تین دائرے اور ایک قوس (یعنی نصف دائرہ) ہے، پہلے دائرہ میں مراقبہ اقربیت نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ کرتے ہیں اور ذکر تہلیل (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) بھی۔ اس دائرہ کا نچلا نصف حصہ تجلیات اسماء و صفات زائدہ پر مشتمل ہے اور اوپری نصف حصہ شیون و اعتبارات ذاتیہ پر متضمن ہے اور دوسرا دائرہ ان تجلیات کے اصول کا ہے اور تیسرا دائرہ ان اصول کے اصول



کا (یعنی دوسرے دائرہ کا اصل ہے) اور قوس اس اصول کے اصول کا ہے (یعنی تیسرے دائرہ کا اصل ہے) اور اس دوسرے اور تیسرے دائرہ اور قوس میں مراقبہ محبت يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ کرتے ہیں۔ اس ولایت کبریٰ میں جو ولایت انبیاء علیہم السلام ہے، تو حید شہودی اور فناء انا اور نسبت باطنیہ میں استہلاک و اضمحلال اور اسلام حقیقی اور شرح صدر اور عالم کو وجود حضرت حق سبحانہ کا تابع و ظل پانا اور صفات رذیلہ کا ازالہ اور اخلاقِ حسنہ سے متصف ہونا ہاتھ آتا ہے۔ اور ان تمام تجلیاتِ ظلالِ اسماء و صفات و تجلیاتِ اسمائی و صفاتی کے حصول پر اسم الظاہر کی سیر تمام ہوتی ہے۔ اس کے بعد اسم الباطن کی سیر اور اس کے حالات و تجلیات سے سابقہ پڑتا ہے اور یہ مقامات کا چوتھا دائرہ ہے۔ اور اس سیر کو ولایتِ علیا مقرر کرتے ہیں اور یہاں نقلی نمازیں طول قنوت (طویل قرأت) کے ساتھ اور مراقبہ اسم الباطن موجب ترقی ہوتا ہے۔ اس کے بعد سیر تجلّی ذاتِ دائمی ہاتھ آتی ہے اور اس تجلّی ذاتی دائمی کو (بزرگوں نے) کمالاتِ نبوت سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ پانچواں دائرہ ہے اور (اس) تجلیاتِ ذاتیہ کے بھی درجات ہیں:

پہلا درجہ کمالاتِ نبوت کا ہے۔ یہاں مراقبہ ذاتِ بحت بر اعتبارات (کے لحاظ) کے ساتھ کرتے ہیں اور اس مقام پر لطیفہ، عنصر خاک مورد فیض ہوتا ہے۔ تلاوتِ قرآن مجید سے یہاں ترقی ملتی ہے اور عجیب عجیب حالات و کیفیات باطنیہ رونما ہوتی ہیں اور بیرنگی و بے کیفی نقدِ وقت ہوتی ہے۔ اور برابر نیتوں اور عقیدوں میں پختگی پیدا ہوتی جاتی ہے تا آنکہ استدلالی بدیہی ہو جاتا ہے (یعنی دلیلیں یقین کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں) اور ان درجات کے حاصل کرنے والوں پر حروفِ مقطعاتِ قرآنیہ کے اسرار کھل جاتے ہیں۔

دوسرا درجہ دائرہ کمالاتِ رسالت کا ہے۔ اور تیسرا درجہ دائرہ کمالاتِ اولوالعزم کا ہے۔ دونوں دائروں میں موردِ فیض سالک کی وہ ہیئت و حدانی ہے کہ جو تصفیہ اور عالم امر کے لطائفِ خمسہ کے حصولِ فنا اور عالم خلق کے لطائفِ خمسہ کی آراستگی کے بعد جو ہیئت متعین ہوتی ہے اور حقائقِ سبعہ میں جو اس کے بعد پیش آنے والے ہیں یہی ہیئت و حدانی سالک کی موردِ فیض ہوتی

ہے۔ اور قرآن مجید کی تلاوت خصوصاً نمازوں میں موجب ترقی ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں نے کمالاتِ ثلاثہ (مذکورہ) کے حصول کے بعد حقائقِ انبیاء علیہم السلام کی سیر مقرر فرمائی ہے۔

دائرہ خُلَّتْ: حقیقتِ ابراہیمی علیہ السلام ہے۔ یہاں مراقبہ حضرت ذاتِ اس لحاظ کے ساتھ کرتے ہیں کہ وہ حقیقتِ ابراہیمی کا منشاء ہے، اور صلوة ابراہیمی کثرت سے پڑھتے ہیں۔

دائرہ مُجَبَّتْ ذاتیہ: حقیقتِ موسوی علیہ السلام ہے۔ یہاں مراقبہ حضرت ذاتِ جو منشاء حقیقتِ موسوی ہے کرتے ہیں۔ اور اس درود شریف کا ورد کرتے ہیں کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اِخْوَانِهِ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ خُصُوْصًا عَلٰی كَلِيْمِكَ مُوسٰى وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

دائرہ مَحَبِّيَّتْ: ذاتیہ ممتازجہ با محبوبیتِ ذاتیہ: حقیقتِ محمدی ﷺ ہے۔

اس مقام پر مراقبہ حضرت ذاتِ اس لحاظ سے کرتے ہیں کہ وہ منشاء حقیقتِ محمدی ﷺ ہے۔

دائرہ محبوبيتِ صرفہ ذاتیہ: حقیقتِ احمدی ﷺ ہے اور اس میں مراقبہ حضرت

ذاتِ آں سبحانہ بلحاظ منشاء حقیقتِ احمدی ﷺ کرنا چاہیے۔

دائرہ حُبِّ صَرْفِہ ذاتیہ: کہ اس میں مراقبہ حضرت ذاتِ بلحاظ حب ذاتیہ ہے۔ اور اس

مقام پر اس درود شریف کی کثرت کرنی چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اِلٰهِ وَاصْحَابِهِ اَفْضَلْ صَلَوَاتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ جو موجب ترقی ہے۔

اس کے بعد مرتبہ لا تعین واطلاق حضرت ذاتِ سبحانہ ہے اس کے بعد دائرہ حقیقتِ

کعبہ حسنیٰ ہے جس کو عظمت و کبریائی حضرت ذات کے ظہور سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس مقام پر مراقبہ حضرت ذاتِ اس اعتبار سے کرتے ہیں کہ وہ تمام ممکنات کا مسجود ہے۔

دائرہ حقیقتِ قرآن: جو مبداء و سعتِ حضرت ذات ہے اور یہاں مراقبہ حضرت

ذاتِ باعتبار منشاء حقیقتِ قرآنی کیا جاتا ہے۔

دائرہ حقیقتِ صلوة: کہ کمالِ وسعتِ حضرتِ ذاتِ سبحانہ سے عبارت ہے۔

یہاں مراقبہ حضرتِ ذاتِ باعتبارِ منشاءِ حقیقتِ صلوة ہے۔ اس کے بعد دائرہِ معبودیت صرف ہے۔ یہاں سیرِ نظری ہو سکتی ہے سیرِ قدمی ممکن نہیں۔ کیونکہ وہ (یعنی سیرِ قدمی) مقاماتِ عابدیت ہی میں ممکن ہے۔

طریقہ عالیہ احمدیہ (مجددیہ) میں جو مقامات اور اس کے مراقبات جو معمول ہیں ان کے اسماء گرامی یہ ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے۔ جن کی تفصیل مکتوبات شریفہ (حضرت مجدد الف ثانیؒ) میں درج ہے۔ اور ولایتِ ثلاثہ میں بیخودی و استغراق اور توحید و جودی اور استہلاک و اضمحلال اور توحید شہودی اور فناء انا اور کیفیاتِ لطیفہ قلبیہ، ظہورِ تجلیاتِ ذاتیہ دائمی، کمالاتِ ثلاثہ اور حقائقِ سبعہ میں لطافت و بساطت و وسعت اس کی بیرنگی و بے کیفی کے ساتھ نسبتِ باطن میں پہنچتی ہیں اور ایمانیات میں قوت اور عقائدِ حقہ میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور جو شخص ان مقاماتِ عالیہ میں کثرت سے مراقبہ کرتا ہے اس کو ہر مقام کی کیفیت کی بساطت و بیرنگی میں فرق محسوس ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے۔ اور حقیقتِ حال کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ تمام ہوا کلام شریف (یعنی رسالہ مراقبات)۔

## یومِ جمعہ، تاریخ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ میری حاضری سے قبل حضرت والا نے ہدایت کے باب میں چند باتیں ارشاد فرمائی تھیں اور بھائی صاحب (حضرت شاہ ابوسعید) اس مجلس میں موجود تھے۔ ان کی زبانی تحریر کرتا ہوں کہ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بزرگوں کی ملاقات کو جائے اس کو چاہئے کہ پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھے اس کے بعد اپنے دل کو اس بزرگ کی جانب متوجہ کر کے راہ طے کرتا ہوا حضور والا میں حاضری دے، تا کہ ان کے فیض سے بہرہ ور ہو اور اس بزرگ کی صحبت میں چپ بیٹھ جائے کہ

خاموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

[خاموشی میں وہ معنی ہیں، جو کہنے میں نہیں ہے]

و نیز فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكُمْ وَ هَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ (بچاؤ

اپنے آپ کو بازاروں کی فتنہ انگیزیوں سے۔)

حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیقؓ

اپنے دہن مبارک میں کنکریاں رکھتے تھے تاکہ منہ سے بلند آواز نہ نکل سکے۔ نیز قبلہ عالم حضرت

خواجہ محمد زبیر قدسنا اللہ بسرہ الا قدس دہن مبارک میں گھاس رکھتے تھے اور بات کم کرتے تھے، اس

لئے کہ انسان پر بہت سی آفتیں زبان ہی کے ذریعے آتی ہیں اور خاموشی اکثر بلاؤں کو ٹال دیتی

ہے۔ اس کے بعد مثنوی مولانا روم کا یہ شعر پڑھا۔

اے زباں ہم رنج بے درماں توئی      بے زباں ہم گنج بے پایاں توئی

[اے زباں بے علاج رنج (پہنچانے والی) تو ہے، اے زباں تجھ میں بے حد خزانہ بھی ہے]۔

و نیز حضرت والا اس مجلس فیض نشان میں یہ شعر اکثر زبان مبارک پر لاتے تھے۔

بعشقت گرجنوں پیدائی کردم چہ میگردم      چو مجنوں سرسوائے صحرائی کردم چہ میگردم

[تیرے عشق میں اگر میں پاگل نہ بنتا تو کیا کرتا۔ مجنوں کی طرح صحرا نوردی نہ کرتا تو کیا کرتا]۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ مولوی نور محمد صاحب بیعت کا ارادہ رکھتے ہیں، حضرت

والا نے فرمایا کہ بیعت کی تین قسمیں ہیں:

ایک بیعت تو تسل ہے کہ ایک شخص طریقہ نقشبندیہ یا قادریہ یا چشتیہ وغیرہ کے پیران

کبار کا وسیلہ چاہنے کے لئے بیعت کرتا ہے۔

دوسری بیعت گناہوں کے دفعیہ کے لئے ہے لیکن گناہ کر لینے سے یہ بیعت ٹوٹ جاتی

ہے۔ پس اس کی تجدید کرنا چاہئے بلکہ گناہ کے واقع ہونے کے بعد (تجدید) لازم ہے۔

تیسری بیعت باطن کے کسب سلوک کے لئے ہے۔



آئینہ کز زنگ و آلائش جداست      پر شعاع نور و اسرارِ خداست  
رو تو زنگار از رخ او پاک کن      بعد ازاں آن نور را ادراک کن

[ آئینہ جو زنگ و آلائش سے پاک ہو، وہ نور و اسرارِ خدا سے پر شعاع و منور ہوتا ہے۔ جا! اس کے چہرے (سطح) سے زنگ کو پاک کر، پھر اس نور کا ادراک کر۔ (یہاں آئینہ سے انسان کا قلب مراد ہے) ]  
بعد ازاں حضرت والا نے فرمایا کہ میرے نزدیک جڑنا ٹوٹنے پر مقدم ہے کہ جب تک محبت الہی نہ پیدا ہو دنیا کی محبت نہیں چھوٹی۔ اور بعض عارفین دونوں کے ایک ساتھ ہونے کے قائل ہیں یعنی جب حق سے اتصال ہوتا ہے، تو خلق سے انفصال ہو جاتا ہے اور جب دنیا کے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں تبھی اللہ سے معاملات درست ہوتے ہیں۔

رباعی از مؤلف (شاہ رؤف احمد)۔

چوں رشتہ اخلاصِ دو عالم بشکست      در راہِ محبتِ الہی بنشست  
رافت نہ تقدم و تاخر اینجاست      آن دم کہ گست در ہماں دم پیوست

[ ترجمہ جب دونوں عالم سے دوستی کا رشتہ توڑا، تو محبتِ الہی کی راہ میں جا بیٹھے۔ اے رافت اس مقام پر تقدم و تاخر نہیں ہے جس دم وہ ٹوٹا اسی دم وہ جڑ گیا ]  
اس کے بعد حضور پر نور میں طلبِ حق جلَّ وَعَلَا میں گم ہو جانے کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے یہ دو ہا پڑھا۔

بکٹ کہانی میں کہوں سنو سکھیو تم اے  
پی کو ڈھونڈھن میں گئی آئی آپ گنوائے

یعنی عشق کی داستان میں کہتی ہوں۔ اے سکھیوں سنو۔ میں یار کی تلاش میں گئی تھی اس کو پانے کے بجائے اپنے آپ کو ہی گنوا بیٹھی۔ راقمِ عنفی عنہ کہتا ہے، ہاں! اپنے کو گم کر دینا ہی اس کا پالینا ہے۔

رتم از خویش زگارم آمد      بیخودی طرفہ بکارم آمد

[اپنے آپ سے میری بیخودی یار کے آنے کا سبب ہوئی، لمحہ بھر کی بیخودی میرے کام آگئی]  
 پردہ خودی ہی چہرہ معشوق کے لیے ابدی پردہ ہے، جس کسی نے اس کو پھاڑا، اس کو  
 (معشوق کو) دیکھ لیا۔

نقابِ چہرہ ندارد نگارِ دلکش ما تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں بر خیز  
 [میرا دلکش معشوق اپنے چہرہ پر نقاب نہیں ڈالتا، اے حافظ! تو اپنی خودی کا حجاب درمیان سے اٹھالے]  
 اور حضرت والا نے فرمایا خودی خدائی کو کاٹ دیتی ہے یعنی (انسان کی) خودی کو خدا  
 سے دشمنی ہے۔ جب تک خودی کی جڑ نہ اکھاڑے، خدا سے نہیں جڑ سکتا اور جب تک اپنی خودی  
 سے دور نہ ہو، وصلِ خدا سے مسرور نہیں ہو سکتا۔ ہاں! اس راہ میں۔

با خودی کفر و بیخودی دین ست

[خودی کے ساتھ ہونا کفر ہے اور بیخودی (اپنے آپ سے بیخبر ہونا) دین ہے]

راقم کو اس جگہ ایک روایت یاد آئی جس کو نظم کے رشتہ میں پروتا ہوں۔

یکے چاہے بود مردِ خدا	نہایت بدل طالبِ کیمیا
بشوقش ہمہ کار بگذاشت او	خیالش کنقشِ حجر داشت او
دراں عہد یک عارف باصفا	ولہی خدا نایبِ مصطفیٰ
شفاے ہمہ رنجمائے دروں	دوائے ہمہ سوز و دردِ جنوں
چو کردی نظر جانبِ خاک او	چو اکسیر خالص شدی پاک او
غرض آں شبہ دیں دراں مصر بود	بیامد بہ نزدیکش آں مردِ زود
بگفتا کہ من طالبِ سترِ حق	بیا موز مارا سبق در سبق
و لے در دیش شوقِ اکسیر بود	ازاں حضرت اورانہ تاثیر بود
اگر صاف چوں آئینہ دل شود	پس البتہ تاثیر کامل شود
کہ بیند بدلِ عکسِ روئے نگار	نماید بہ عکسش بود گر غبار

ہمہ وقت نزدیک آں باصفا  
 یکے روز از آنحضرت آں نیک مرد  
 کہ اے گوہر بحر ذاتِ خدا  
 دل پر تمنای من شاد کن  
 بگفت آں ولی خوب نزدَم بیا  
 کہ لَیْسَتْ وَلَیْسَتْ وَلَیْسَتْ وَایْسَ  
 مگر خَطْرَةَ شَکْلِ مِیْمُوں بَدِل  
 پس آں مرد گفت ای ولی زماں  
 اگر دادنِ نُسْخَہٗ مَنظُور بود  
 نہ فہمید آں مرد رازِ نہاں  
 اگر دور ایں خطرہ از دل شود  
 ز میموں مراد ایں خودی تراست  
 برو از خودی تارسی باخدا  
 تو خود گشتہ پردہٗ روئے یار  
 بَحْسَنِ خود آراش نظارہ کن  
 بِشُو نُسْخَہٗ مَاسِوِی اللہ را  
 نظر تابہ کئے می کئی سوئی خط  
 کہ شد از نقطہ بود و خط در عیاں  
 پس ایں نکتہ کافیت رفت خموش

شُدی حاضر آں طالبِ کیمیا  
 بصد آرزو و ادب عرض کرد  
 سَوَالِمْ شُنُو بَہرِ ذَاتِ خُدا  
 مَرا کِیْمِیَا زُود اَرشَادِ کُن  
 زَمَن یَا دِ کُن نُسْخَہٗ کِیْمِیَا  
 بِنَا کُن تَوَا اِیْنِ نُسْخَہٗ رَا اِیْنِ چِنِیْسِ  
 نِیَارِی دَر اِیْنِ وَقْتِ اے مُشْتَعِلِ  
 ز تُو فِیضِیَابِ اسْتِ جُمْلَہٗ جِہَاں  
 پَس اَز ذِکْرِ مِیْمُوں تَر اَشُد چہ سُوْد  
 کہ دَر پَرْدَہٗ گُفْتِ آں وَلِی زَمَانِ  
 بِلَا شُبْہَہٗ اِکْسِیرِ حَاصِلِ شُوْد  
 اِگَر اِیْنِ رُوْد اَز دِلْتِ کِیْمِیَا سْتِ  
 خُدا رَا اَز خُودِ بَگُذَر اے جَانِ مَا  
 خُدا رَا بَیْنِ وِ خُودِی رَا گُذَر  
 حِجَابِ خُودِی رَا زِ خُودِ پَارَہِ کُن  
 بِجُو نِکْتِہٗ قَلْبِ آگَاہِ رَا  
 زِ خَطِ بَگُذَرِ وِ فِہْمِ کُن دَر نُقْطِ  
 و لے آں نُقْطِ رَا تُو کَرْدِی نِہَاں  
 لَکُن ظَاہِرِ اِیْنِ رَا زِ ہَا رَا بِہٗ پُوشِ



## ترجمہ حکایت

[ایک چالاک مرد خدا تھا اور دل سے کیمیا کارسیا تھا۔ اسی کے شوق میں وہ سب کام چھوڑ بیٹھا۔ اس کا خیال اس کے لئے پتھر کی لکیر بن گیا۔ اسی زمانہ میں ایک عارف باصفا تھا۔ خدا کا دوست نائب مصطفیٰ ﷺ تمام اندرونی تکالیف و سوزش و درد جنوں کے لئے شفا تھا۔ جب وہ خاک پر نظر ڈالتا تو اکسیر خالص بن جاتی۔

غرض وہ شاہِ دیں اس شہر میں تھا، تو وہ (طالب کیمیا) ان کی خدمت میں جلد حاضر ہوا۔ عرض کرنے لگا کہ میں اسرار حق کا طالب ہوں مجھے بھی سبقاً سبقاً سکھائیے۔ لیکن دراصل اس کے دل میں اکسیر کا شوق تھا۔ اس لئے ان بزرگ سے اسے کوئی فائدہ نہ معلوم ہوا کیونکہ دل اگر آئینہ کی طرح صاف ہو تبھی اس کی تاثیر کامل ہوتی ہے۔

اور پھر دل کے آئینہ میں وہ روئے نگار (محبوب کا چہرہ) کا عکس دیکھ سکتا ہے۔ ورنہ غبار کی صورت میں کب دکھائی دے گا۔

ہمہ وقت وہ طالب کیمیا ان بزرگ باصفا کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ ایک دن وہ نیک مرد آنحضرت کی خدمت میں نہایت ادب و شوق کے ساتھ عرض کرنے لگا، بحر معرفتِ الہی کے گوہر، خدا کے واسطے میرا سوال سنئے۔ میرے دل پر تمنا کو خوش کیجئے اور جلد از جلد مجھے کیمیا کا نسخہ بتائیے۔

اس ولی کامل نے فرمایا: اچھا! میرے نزدیک آؤ اور نسخہ کیمیا مجھ سے سن لو کہ وہ یہ ہے، یہ ہے اور یہ ہے۔ تم اس نسخہ کو اس طرح ترکیب دو مگر دل میں بندر کا خیال اس وقت کبھی نہ لانا۔ اس شخص نے کہا کہ اے ولی زماں اتیرے فیض سے سارا جہاں فیض یاب ہے، اگر نسخہ دینا منظور تھا تو بندر کے ذکر سے آپ کو کیا فائدہ ہوا۔ اس مرد خدا نے یہ پوشیدہ راز نہ سمجھا، جو پردہ ہی پردہ میں ولی زماں کہہ گئے تھے۔ اگر دل سے یہ خیال دور ہو جائے تو بلاشبہ اکسیر حاصل

ہو جائے۔ بندر سے مراد یہ تیری خودی ہے اگر یہ خودی دل سے دور ہو تو یہی کیمیا ہے۔ اس خودی سے دور ہو جاؤ تا کہ خدا تک پہنچو۔ اے میرے عزیز! خدا کے لیے خود سے گذر جا۔ تو خود ہی حجاب روئے یار ہے خودی کو چھوڑ دے، تو خدا کو دیکھ لے گا۔ حجابِ خودی کو اپنے سے پھاڑ ڈال، پھر اس حسنِ خود آرا کا نظارہ کر۔ ماسوا اللہ کے نسخہ (خیال) کو دھو ڈال، قلب آگاہ کا یہ نکتہ حاصل کر۔ خط پر کب تک نظر ڈالتا رہے گا۔ خط سے گذر کر نقطوں پر غور کر۔ نقطوں سے خط کے اندر کا (معنی) عیاں ہوتا ہے اور تو نے ان نقطوں کو پوشیدہ کر دیا ہے۔ پس اے رافت یہی نکتہ کافی ہے۔ اس راز کو ظاہر نہ کر، اسے پوشیدہ رکھنے کیلئے خاموش ہو جا]

حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) نے یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت ﷺ مزاح بھی فرمایا کرتے تھے لیکن ایسا مذاق جس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک بوڑھی (عورت) نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی۔ یہ بات سچ اور حق ہے یا غلط؟

حضرت ﷺ نے بطور مزاح کے فرمایا کہ جو ان عورتیں جنت میں داخل ہوں گی نہ کہ بوڑھی عورتیں۔ وہ بوڑھی عورت غمگین ہو کر گھر لوٹ گئی۔ پھر حضرت ﷺ نے اس عورت کو کہلایا کہ بوڑھی عورت کو حق تعالیٰ جوانی کی خلعت سے نواز کر جنت میں داخل فرمائے گا۔ پس جنت میں بوڑھی ہو کر نہیں بلکہ جوان بن کر داخل ہوں گی۔

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اس سے قبل میرا مزاج مزاح کی طرف مائل تھا۔ ایک دن مجھے الہام ہوا کہ مزاح نہ کرنا چاہیے۔

یوم التوار، تاریخ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے میر قمر الدین سمرقندی کی جانب متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنا وقت ضائع نہ کرے کیونکہ اوقات کا ضائع کرنا درجات کے

نقصان کا موجب ہے۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ حضرت پیغمبر ﷺ تہجد کی تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے جس میں طول قرأت کے ساتھ طویل قومہ و جلسہ فرماتے تھے (یعنی نماز خوب ٹہر ٹہر کر ادا فرماتے تھے اور قرأت طویل ہوتی تھی) اور کبھی نور کعتیں اور کبھی پانچ رکعتیں حسب اختلاف روایات و اوقات ادا فرماتے تھے (یعنی وقت کی گنجائش کے لحاظ سے ادا فرماتے تھے جیسا کہ مختلف روایات میں موجود ہے) اور نماز فجر کے بعد بیٹھ جاتے تھے یہاں تک کہ آفتاب مشرق میں اتنا اونچا ہو جاتا تھا جتنا عصر کے وقت مغرب میں ہوتا ہے۔ پھر اس وقت دو رکعت شکر النہار اور دو رکعت نماز استخارہ کی ادا فرماتے اور یہ دعا فرماتے تھے کہ۔ اے اللہ! مجھ سے وہی کام سرزد ہوں جو میرے حق میں دین و دنیا کے لئے بہتر ہوں اور مجھ سے وہ کام نہ صادر ہوں جو میرے حق میں دین و دنیا کے لئے بُرے ہوں۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ جَلَسَهُ بِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حِجَّةٍ وَعُمْرَةٍ تَامَةٍ تَامَةً.

(ترجمہ) ”جو نماز فجر جماعت سے پڑھ کر بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا، یہاں تک کہ سورج نکل آیا پھر اس نے دو رکعت نماز ادا کی، تو اس کو ایک حج اور ایک عمرہ کا پورا پورا ثواب ملے گا۔“

اور جو دعائے استخارہ کہ پیغمبر ﷺ نے پڑھی وہ یہ ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ عَاجِلِ أَمْرِي وَاجِلِهِ فَاقْدِرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ عَاجِلِ أَمْرِي وَاجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ.

(مسلم شریف و سنن اربعہ)

[اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعہ بہتری چاہتا ہوں، اور تیری قدرت کے

ذریعہ طاقت چاہتا ہوں اور تیرے عظیم فضل کے ذریعہ تجھ سے سوال کرتا ہوں، اس لئے کہ تو قدرت رکھتا ہے اور مجھے قدرت نہیں، اور تو جانتا ہے اور مجھے علم نہیں، اور تو تمام پوشیدہ باتوں سے واقف ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (یہاں کام کا نام لے یا اس کا خیال دل میں لائے) میرے لئے میرے دین و دنیا اور میرے انجام کار میں یا دیر سویر کے لحاظ سے بہتر ہے تو اس کی مجھے توفیق دے اور اسے میرے لئے آسان کر دے، پھر میرے لئے اس میں برکت فرما اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے میرے دین و دنیا اور انجام یا دیر یا سویر کے لحاظ سے اچھا نہیں تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے باز رکھ اور میری بہتری جہاں ہو وہاں مقدر کر، پھر مجھے اس پر راضی کر دے]

اس کے بعد جب آفتاب پورب کی جانب اتنا بلند ہو جائے کہ جتنا ظہر کے وقت پچھم کی جانب مسافت رکھتا ہے، تو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) چار رکعت نمازِ چاشت ادا فرماتے تھے اور اس کے بعد زوال کے وقت (یعنی بعد زوال) فَرَّءُ الزَّوَالِ طَوِيلٍ قَرَأَتْ سے پڑھتے اور عصر سے قبل چار رکعت اور (نماز) مغرب کے بعد چھ رکعت صلوٰۃ او ابین اور عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ زاہدوں کے لئے باعثِ فخر حضرت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ نماز تہجد میں ساٹھ بار سورہ لیسین پڑھتے تھے۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا درود شریف ہزار بار پڑھنا چاہئے اور کلمہ تہجد اور دوسری مسنون دعائیں اور استغفار جس قدر پڑھ سکیں پڑھنا چاہئے اور دن و رات کے باقی اوقات میں ذکر قلبی اور تہلیل لسانی (یعنی زبانی کلمہ طیبہ پڑھنا) اور مراقبات میں مشغول رہنا چاہئے، اور قرآن مجید کی منزل بھی پڑھنی چاہئے۔

## یوم پیر، تاریخ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے مولوی شیر محمد سے دریافت فرمایا کہ آپ کے کس لطیفہ میں جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور فیض کس مقام پر آتا ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی توجہات سے ہر لطیفہ میں جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ البتہ پہلے پہل لطیفہ نفس پر فیض وارد ہوتا ہے، پھر سینہ کی جانب متوجہ ہو کر مضمحل و مستہلک بنا دیتا ہے۔

پھر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ السامی نے فرمایا ہے کہ نفس جب مطمئن ہو جاتا ہے اور راضی و مرضی کا معاملہ ہو جاتا ہے تو معاملہ صدر سے متعلق ہو جاتا ہے اور شرح صدر حاصل ہو جاتا ہے۔ اور ایمانیات کے سلسلہ میں دلیل کی حاجت نہیں رہتی، نظری بدیہی ہو جاتا ہے اور اعتقادی کشفی کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

بعد ازاں حضرت والا نے فرمایا کہ سبحان اللہ! طریقہ علیہ حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بھی عجب ہے۔ جو نہایت آسان ہے اور سب سے زیادہ نفع بخش بھی۔

اس کے بعد حضور پر فیض گنچور میں حضرات نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی نسبت کا تذکرہ آیا حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسراہ السامی سے پہلے نسبت احسان تھی اور حضرت موصوف سے آراستگی نسبت اور حضور و آگاہی کی کیفیت رونما ہوئی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے جدید طریقہ ظاہر ہوا کہ حضرت خواجہ مدوح نے بارہ روز تک یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے وہ طریقہ عنایت فرما جو یقیناً موصل ہو (یعنی یقیناً منزل تک پہنچا دینے والا ہو) حق تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبولیت کا شرف بخشا اور سب سے آسان اور یقینی طور پر منزل تک پہنچانے والا راستہ (طریقہ) عنایت فرمایا۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دن میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا تھا اور ان سے امداد اور توجہ طلب کی اور کہا کہ شی اللہ شی اللہ (کچھ

اللہ کے لئے کچھ اللہ کے لئے) عطا کیجئے مشاہدہ قلبی کے ذریعہ دیکھا کہ صاف پانی سے بھرا ہوا ایک حوض ہے کہ اسکے کنارہ سے پانی چھلک رہا ہے اور القا ہوا کہ تیرا سینہ اسی طرح انوارِ عرفان مجددی سے بھرا ہوا ہے اور زائد کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دن حضرت نظام الدینؒ کے روضہ اقدس پر گیا اور عرض کیا کہ مجھ پر توجہ فرمائیے۔ حضرت نظام الدینؒ اولیاءِ اقدس سرہ نے فرمایا کہ کمالاتِ احمدیہ سب کے سب تم کو حاصل ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اپنی نسبت بھی عطا فرمائیے۔ حضرت نے توجہ فرمائی اور اپنی نسبت سے محفوظ فرمایا۔ تو اس کے آثار میں نے اپنے اندر پائے اور میں نے مشاہدہ کیا کہ ان کے چہرہ کارنگ میری صورت میں جلوہ گر ہے اور میرا چہرہ ان کی شکل کا ہو گیا۔

من تو شدم تو من شدم تو من شدم تو جاں شدم تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگرم  
[میں تو ہو جاؤں اور تو میں ہو جا، میں جسم ہو جاؤں اور تو (اسکی) جان ہو جا، تا کہ بعد میں

کوئی نہ کہہ سکے کہ تو اور میں الگ الگ ہیں]

## یوم منگل، تاریخ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا کو ضعف قلب کی شدت سے اس وقت بیٹھنے کی ہمت نہ تھی۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت کو ضعف بہت ہے، دواؤں کے ذریعہ اس کے دور کرنے کی تدبیر ہونی چاہیے۔ حضرت والا میں محبت الہی کی حرارت نے جوش مارا اور بے اختیار یہ شعر پڑھا۔

ہر چند پیر خستہ دل و ناتواں شدم ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جواں شدم

[اگرچہ میں خستہ دل بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں مگر جب بھی تیرے چہرہ کو یاد کرتا ہوں، تو

جواں ہو جاتا ہوں]

اور پھر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور متوسلین کے حلقہ پر توجہ فرمائی۔

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ سیر الی اللہ کا مطلب تعلقات (ماسوا) کا توڑنا اور آرزوؤں کا چھوڑنا ہے۔ اور جب تعلقات ٹوٹ گئے اور آرزوئیں منقطع ہو گئیں تو سیر الی اللہ کا دور شروع ہوتا ہے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک روز ہمارے مولیٰ و مرشد و ہادی، اسرارِ رحمن کے مظہر حضرت مرزا جانجاناں علیہ الرحمة الرحمن نے ضعف کے طاری ہونے کی وجہ سے توجہ موقوف فرمادی، (آپ کے) اصحاب توجہ کے لئے حاضر ہو کر عنایت کے منتظر بیٹھے تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے یہ شعر پڑھا۔

خضر از حسد بمیرد چو بروئے یار باقر  
کند آخریں نگاہ ورہ پاندار گیرد

[خضر حسد سے مر جائے جب شان والے دوست کے رُخِ زیبا پر آخری نگاہ ڈالی اور آخرت کی راہ اختیار کی]  
اور پوری قوت سے اٹھ بیٹھے پھر اصحاب پر توجہ ڈالی۔

و نیز حضرت والا نے میر قمر الدین سمرقندی سے فرمایا کہ متوجہ رہو، میں ہمت (صرف) کرتا ہوں کہ تمہارے عالم امر کے لطائفِ خمسہ اور لطیفہٴ نفس و عناصرِ ثلاثہ سب ایک ہو جائیں۔ اس کے بعد مولوی شیر محمد و مولوی محمد عظیم و مقبول النبی کبروی کشمیری اور میاں جان محمد سے ارشاد فرمایا کہ تم چاروں اصحاب متوجہ ہو جاؤ کہ میں توجہ کرتا ہوں کہ تمہارے لطائفِ خمسہ لطیفہٴ نفس سے متحد ہو جائیں کہ کوئی مسافت درمیان میں باقی نہ رہے۔

راقمِ عنفی عنہ کہتا ہے کہ لطائف کے متحد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر لطیفہ کی سیر تمام ہو جائے اور ہر ایک لطیفہ دوسرے سے اتحاد رکھتا ہے یعنی لطیفہٴ قلبی کی انتہاء اور لطیفہٴ روحی کی ابتداء باہم ملی ہوئی ہے (درمیان میں کوئی فصل نہیں ہے) اور اسی پر بالترتیب باقی لطائف کا قیاس کرنا چاہئے۔ بس ہر سالک جس لطیفہ کی سیر تمام کرتا ہے گویا اس کے قدم دوسرے میں پڑ جاتے ہیں اور اس لطیفہ کی سیر شروع ہو جاتی ہے۔ اور سلوک مقامات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ سلوک ہر مقام کا پورا کرے کہ اپنے مرشد کی توجہ سے ہر لطیفہ کے ابتدا سے آخر تک راہ طے کرے اس کے بعد

دوسرے لطیفہ کی سیر میں مشغول ہو۔ دوسرے یہ کہ سلوک مقامات بطور طفرہ (پھلانگنا) ہو اور اس کی صورت یہ ہے کہ مرشد جس طالب کو چاہتا ہے کہ اس کا معاملہ جلد از جلد انجام کو پہنچادے تو وہ پہلے لطیفہ پر توجہ ڈالتا ہے اور ابھی پہلے لطیفہ کی سیر تمام نہیں ہوتی کہ لطیفہ ثانی کے انوار اس پر القا کرتا ہے اسی طرح دوسرے لطیفہ کی سیر تمام نہ ہونے کے باوجود تیسرے لطیفہ پر توجہ کرتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اپنی توجہ سے ہر مقام کے فیوض و برکات اور ہر جگہ کے انوار و کیفیات کا سالک کے باطن پر القا فرماتا ہے پس وہ سالک صاحب طفرہ گویا کہ ہر مقام کو بطور اجمال دیکھ لیتا ہے۔ اس کے بعد عنایتِ خداوندی جل شانہ سے ہر مقام کی تفصیلی سیر بھی حاصل ہو جاتی ہے اور حضرت والا نے ان چاروں اصحاب پر لطائف کے متحد ہونے کے لئے توجہ فرمائی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے ان حضرات کو ہر لطیفہ کی اجمالی سیر کرائی تھی اور اب ہر لطیفہ کی تمامیت پر توجہ فرما رہے تھے۔

### یوم بدھ، تاریخ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

فقیر آنجناب قبلہ شیخ و شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک روز میں اور حضرت شاہ عبدالعزیز و شاہ رفیع الدین صاحبان ایک جگہ بیٹھے تھے۔ اتفاقاً عبادت پر علم کی فضیلت کا تذکرہ آیا۔ شاہ رفیع الدین صاحب نے فرمایا کہ حدیث شریف میں جو عبادت پر علم کی فضیلت آئی ہے تو اس علم سے مراد علمِ مسائل (یعنی شریعت) ہے۔ میں نے کہا کہ اس علم سے مراد علم باللہ ہے اور علم باللہ دو معنی رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ کی ذات میں مستغرق ہو۔ دوسرے یہ کہ واقعات کو حکیم مطلق کا فیصلہ یا قادر برحق کا فعل یقین کرے۔

اس کے بعد حضور میں اولاد حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ بسره السامی کی فضیلت کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میری نسبت میری تمام اولاد میں جاری ہے اور قیامت تک رہے گی مگر کسی میں زندگی ہی میں ظاہر ہوگی اور کسی میں مرتے وقت جلوہ گر ہوگی غرض کہ کسی کو اس نسبت شریفہ سے محرومی نہ ہوگی۔



حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ دل چاہتا ہے کہ یہ خانقاہ حضرت مرشدنا و قبلتنا مولانا مظہر رحمان حضرت جانجاناں قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس وسیع ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ میری کوئی اولاد نہیں کہ جس کے لئے چاہوں مگر چاہت میری محض اللہ کے لئے ہے کہ لوگ حق جل و علا کی طلب میں اپنے وطنوں سے آتے ہیں لیکن ٹھہرنے کی جگہ نہیں پاتے۔ انہیں لوگوں کے لئے مکان میں وسعت چاہتا ہوں۔

یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد اس مکان میں میاں ابوسعید بیٹھیں اور حلقہ و مراقبہ اور درس تفسیر و حدیث میں مشغول ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ خداوند! میرے بعد کیا طریقہ ہوگا؟ میری ہی طرح رہیں گے یا دوسرے ڈھنگ سے۔ اس کے بعد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے (شاہ ابوسعید کے) حال پر اس قدر عنایت کیوں ہے؟ وہ نہیں سمجھتے کہ میاں ابوسعید وہ ہیں جو اپنے پانچ سومریوں کو چھوڑ کر میرے پاس آئے اور اس سے پہلے دوسرے مشائخ سے خرقہ خلافت پایا تھا۔ بس اپنے مرشد کی زندگی ہی میں خلافت و اجازت چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ میری بیعت کا حلقہ اپنی گردن میں ڈال لیا ہے اور پیری سے مریدی کی جانب بڑھے ہیں۔ پس کیونکر مؤرد عنایت و مصدر ہمت نہ ہوں۔

و نیز اسی روز خواجگان نقشبندیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اسماء گرامی کا تذکرہ آیا۔

حضرت والا نے فرمایا کہ وہ خواجگان نقشبندیہ جن کا ختم مشہور ہے، سات ہیں:

- |         |   |  |
|---------|---|--|
| پہلے    | : | (حضرت) خواجہ عبدالحق غجدوانی (وفات: ۱۲ ربيع الاول ۵۷۵ھ)  |
| دوسرے   | : | (حضرت) خواجہ عارف ریوگری (وفات: یکم شوال ۶۱۵ھ)           |
| تیسرے   | : | (حضرت) خواجہ محمود انجیر فغوی (وفات: ۱۷ ربيع الاول ۷۱۵ھ) |
| چوتھے   | : | (حضرت) خواجہ علی رامینی (وفات: ۱۸ رزی القعدة ۷۲۱ھ)       |
| پانچویں | : | (حضرت) خواجہ بابا سامی (وفات: ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷۵۵ھ)     |
| چھٹے    | : | (حضرت) خواجہ امیر کلال (وفات: ۸ جمادی الاولیٰ ۷۷۲ھ)      |

ساتویں : (حضرت) خواجہ بہاء الدین نقشبند قدسنا اللہ تعالیٰ باسرار ہم (۳ ربیع الاول ۹۱۷ھ)

## یوم جمعرات، تاریخ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور عالی میں حاضر ہوا۔ میر قمر الدین سمرقندی نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے یا تابعین میں سے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ وہ چھوٹی عمر کے صحابہ میں سے تھے اور آں سرور علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر کی حدیث شریف دَعُ مَا يُرِيكَ اِلَى مَا يُرِيكَ (مشکوک یعنی شک میں ڈالنے والی چیزیں چھوڑ کر غیر مشکوک یعنی یقینات اختیار کرو) کی روایت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور دعائے قنوت جو امام شافعی کے مذہب میں پڑھی جاتی ہے۔ وہ بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں نے روایت فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَ عَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَ بَارِكْ لِي فِيمَا اَعْطَيْتَ وَ قِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِي وَ لَا يُقْضَى عَلَيْكَ وَ اِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَاَلَيْتَ وَ لَا يَعْزُزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوبُ اِلَيْكَ.

(اے اللہ! جن لوگوں کو تو نے ہدایت دی ہے، ان کے زمرے میں مجھے بھی ہدایت دے اور مجھے (دنیاوی اور اخروی آفتوں سے) عافیت میں رکھ ان لوگوں کے زمرے میں جنہیں تو نے عافیت دے رکھی ہے، اور میری کار سازی فرما ان لوگوں کے زمرے میں جن کا تو والی ہوا، اور جو تو نے مجھے عطا کیا ہے اس میں برکت فرما اور جس کو تو نے برائی قرار دیا ہے اس سے مجھ کو بچالے، کیونکہ تیرا حکم سب پر چلتا ہے، اور تجھ پر کسی کا حکم نہیں چلتا، جس کا تو نگہبان ہوا وہ کبھی لیل نہیں ہو سکتا، اور جس کو تو نے دشمن رکھا وہ ہرگز عزت نہیں پاسکتا۔ تو بابرکت ہے، اے ہمارے پروردگار، اور تو ہی برتر ہے، میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں، اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔)

پس حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت حدیث وارد ہے۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث کی روایت کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پیغمبر خدا علیہ تحیات الملک الاعلیٰ کے بعد تقریباً چھ ماہ بقید حیات رہیں۔

اور کاشفِ اسرارِ تحقیق امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی اسی سبب سے روایات احادیث کم ہیں کہ (حضرت) پیغمبر علیہ صَلَوَةُ اللَّهِ الْمَلِكِ الْأَكْبَرُ کے رحلت کے بعد ان کی عمر مبارک لوحِ حیات پر دو سال اور تین ماہ سے زیادہ کا خط طوالت نہ کھینچ سکی (یعنی آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت فرمانے کے بعد حضرت صدیق اکبر دو سال تین ماہ حیات رہے)۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایات احادیث کی کثرت ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عمر طویل ہوئی و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی چادر پھیلاؤ انہوں نے اپنی چادر پھیلائی پس آں سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے ایک نور تین بار ڈالا اور فرمایا کہ اپنے سینہ پر مل لو، حضرت ابو ہریرہ نے ایسا ہی کیا۔ حق تعالیٰ نے ان کو ایسی قوتِ حافظہ عطا فرمائی کہ کوئی چیز بھی ان کی یادداشت سے نہیں نکلتی تھی، چنانچہ سات ہزار پانچ سو روایات احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہیں۔ پس عرض کیا گیا کہ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ توجہ اور ہمت کرنا بھی حضرت پیغمبر علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر سے مروی ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس القاء سے مفہوم ہوتا ہے کہ آں صدر انبیاء علیہ صلوات اللہ الملک الاعلیٰ نے سینہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں حفظ کا القاف فرمایا۔ لیکن توجہ فرمانا اُس ہمائے اوج رسالت و عنقائے (کوہ) قاف قربت علیہ من الصلوات اتمہا و اکملہا کا دوسری حدیثوں سے ظاہر و باہر ہے۔ چنانچہ (روایت ہے کہ) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے دل میں جہالت کا خطرہ پیش آیا، تو حضرت امام الانبیاء علیہ صلوات اللہ الملک الاعلیٰ نے توجہ کے ساتھ اپنا دست مبارک ان کے قلب پر رکھا فوراً ان کے دل سے وہ خطرہ دفع

ہو گیا۔ اور ان کے سینہ بے کینہ کی تختی سے وہ نقشِ باطل مٹ گیا اور وہ بول اٹھے کہ كَانِي اَنْظُرُ اِلَى اللّٰهِ فَرَقًا (گویا کہ میں اللہ کو کچھ فاصلہ پر دیکھ رہا ہوں)۔

و نیز دوسرے اصحاب کے خطرات ماسوا کو دفع کرنے کے لئے اپنے دستِ مبارک کو جو یدِ بیضاءِ موسیٰ کے لئے رشک کا باعث تھا، سینہ سے ناف تک پھیرتے، اس ہمت کا اثر ان پر ایسا ظاہر ہوتا کہ زندگی بھر ان کے سینہ بے کینہ میں ایسے خیالات (بے جا) نہیں آتے تھے۔

و نیز حضرت والا کی خدمت میں شیخ طاہر لاہوری کا جو حضرت مجدد الف ثانی کے خلفاء میں سے تھے تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت شیخ طاہر بڑی شان اور بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔ اکثر اوقات ان کو الہام ہوتا تھا کہ اے طاہر! کہہ دے کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کے سروں پر ہیں۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دن حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ بسرہ

السامی حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حالتِ کشف میں شیخ طاہر کے احوال آنجناب پر ظاہر ہوئے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس حلقہ کے حاضرین میں سے ایک شخص گمراہی کا طوق گردن میں ڈال کر

راہِ ہدایت اور طریقِ ارشاد سے برگشتہ ہو جائے گا اور کفر کی وادی کی جانب روانہ ہوگا۔ عِيَاذًا بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ عَنْ ذٰلِكَ (اللہ سبحانہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے) میں نے اس کی پیشانی پر

هُوَ الْكَافِرُ کا لفظ لکھا ہوا دیکھا ہے۔ پس حلقہ والے جنہوں نے حلقہ بندگی اخلاص کے ساتھ ڈال

رکھا تھا اور فدویت کا گھوڑا میدانِ ارادت میں دوڑائے ہوئے تھے ایسے سرکش مُرید کے احوال اور

وعیدِ شدید کی بنا پر ایمان کے چلے جانے سے ڈرنے لگے۔ آخر کار سب نے عرض کیا کہ ہم میں

سے ہر ایک اس بات کو سن کر بہت خائف ہے اور اس رنج و غم سے پروردہ ہے۔ ہم امیدوار ہیں کہ

عنایت کی نظر فرمائیں اور اس ضلالت کے بھنور سے بچا کر ایمان و امن کے کنارے پر پہنچا

دیں۔ ہم میں سے وہ شخص جس کے نامناسب کام کا انجام اس دریائے بِلَا کی گہرائی میں ہے اور ہم

میں سے وہ برے کردار والا مرد جو آزمائش کے سمندر میں غوطہ لگانے والا کون ہے؟ اور اس کا نام کیا

ہے جب اس کا انجام بتایا ہے تو اس کا نام بھی بتا دیا جائے۔ پس آں واقفِ اسرارِ رحمانی حضرت

مجدد الف ثانی قد سنا اللہ بسرہ السامی نے فرمایا کہ یہ (شخص) شیخ طاہر لاہوری ہے۔ احباب حیرت میں آگئے کہ ایسا شخص جس کا ظاہر و باطن پاک ہو پھر راہِ ضلالت اختیار کرے اور روشنی سے تاریکی میں بھٹکے۔ چند دنوں کے بعد آنحضرت کے فرمان کے مطابق وقوع میں آیا کہ شیخ طاہر نے اسلام کی طہارت کو کفر کی خباثت میں بدل دیا، ارتداد کی زینار (جینو) گردن میں ڈال لی۔ چونکہ شیخ (طاہر) دونوں حضرات صاحبزادگان کے استاد تھے (اس لئے) صاحبزادوں نے عرض کیا کہ آنحضرت توجہ فرمائیں کہ شیخ طاہر شرف اسلام سے مشرف ہوں۔ حضرت امام ربانی نے توجہ فرمائی، معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں ان کے حق میں لفظ **هُوَ الْكَافِرُ** (وہ کافر ہے) لکھا گیا ہے۔ پھر آنحضرت نے جناب الہی میں گڑگڑا کر عرض کی کہ اے اللہ! حضرت غوث الثقلین ؑ نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کو قضائے مبرم پر قابو نہیں ہے مگر مجھ کو ہے اور فرمایا کہ **الرَّجُلُ مَنْ يُنَازِعُ الْقَدَرَ لَا مَنْ يُوَاقِفُهُ** (مرد وہی ہے جو تقدیر پر جھگڑا کرے نہ کہ اس کی موافقت کرے)۔

جب تو نے اپنے دوستوں میں سے ایک کو یہ بزرگ مرتبہ (یعنی نوشتہ تقدیر کے خلاف اصرار کرنے کا مرتبہ) عنایت فرمایا ہے، تو میں بھی امیدوار ہوں کہ میرے واسطے سے اس بلا کو پھیر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور شیخ طاہر کو اسلام بلکہ ولایت خاصہ کی بزرگی سے مشرف فرمایا اور اپنے قرب کے ذریعہ ان کو امتیاز بخشا۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ تقدیر کی تین قسمیں ہیں:

ایک تقدیر معلق : کہ حق تعالیٰ نے اس کو دعایا دوا پر موقوف رکھا ہے۔  
 دوسرے تقدیر مبرم : جو موقوف نہیں ہے، جو کچھ لکھا ہے ویسا ہی واقع ہوگا۔  
 تیسرے تقدیر بعلم الہی : یہ ہے کہ اس کو لوح محفوظ میں نہ تو معلق لکھا گیا ہے اور نہ مبرم۔  
 اور خاصانِ خدا کو ایسی ہی تقدیر میں عرض کرنے کی اجازت ہے اور **الرَّجُلُ مَنْ... الخ**  
 کا قول ایسی ہی تقدیر کے بارے میں ہے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دن حضرت پیر و مرشد کے روضہ منورہ پر حاضر تھا۔

نسبتِ عالیہ چشتیہ کی جانب متوجہ تھا تو دیکھا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدسنا اللہ بسره السامی تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عزیز! ایسا نہ کرنا چاہیے۔ جو نسبت کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ سے پہنچی ہے اسکی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اسی کی احتیاط کرنی چاہیے۔

حضرت والائے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے چار افراد سے بیعت کی ہے اور مجھ کو تین افراد کی اطلاع ہے۔ ایک ان کے والد ماجد حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ۔ دوسرے شیخ ابوسعید مخزومی قدس سرہ۔ تیسرے حضرت حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت حماد کپہ ساز تھے۔ لیکن ان کے کپہ پر مکھی کبھی نہیں بیٹھتی تھی اور یہ بات ان کی کرامات میں سے تھی۔ ایک دن ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے تجارتی سفر کی اجازت مانگی۔ انہوں نے فرمایا کہ اس سفر میں تمہارے جان و مال کا خطرہ نظر آتا ہے۔ اس (سفر) کو ترک کرنا ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد وہ شخص حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت سفر کا طالب ہوا۔ حضرت غوث الاعظم نے اجازت دیدی۔ پھر وہ شخص تجارت کی غرض سے چلا گیا۔ جب وہاں سے لوٹا تو اثناء راہ میں اس نے خواب میں دیکھا کہ رہزنوں نے (ڈاکو جو راہ میں چھاپے مار کر لوٹ لیتے ہیں) ہر طرف سے حملہ کر کے اس کے مال و متاع اور نقد و جنس تمام لوٹ لیا ہے اور اس کے جسم پر تیر و تلوار کی ضربوں سے کافی زخم پہنچائے ہیں۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو جان و مال سلامت پائے (غرض کہ) قطع مسافت کر کے اور راہ طے کرتا ہوا صحت و عافیت کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہوا۔ اس کے بعد حضرت حماد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عبدالقادر جیلانی نے قضاء کو دعا کے ذریعہ رد کر دیا اور اس واقعہ کو بیداری سے خواب میں بدل دیا ہے۔

ونیز حضرت والائے فرمایا کہ ایک دن حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت حماد کے مزار پر انوار پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ناگاہ آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور حضرت حق جل و علا کی بارگاہ میں گڑ گڑاتے ہوئے دعا مانگی۔ ایک ساعت کے بعد ان کے چہرہ

مبارک کارنگ اپنی حالتِ اصلی پر لوٹ آیا۔ اٹھے اور حضرت حماد کی روح پر فتوح پر فاتحہ پڑھی۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت اس کیفیت کی تشریح فرمائیں۔ حضرت غوث الاعظم نے فرمایا کہ سخت سردی کے زمانہ میں ایک دن حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو پانی کے حوض میں گرا دیا تھا کہ میرا تمام بدن اس سرد پانی سے تر ہو گیا۔ ایک کتاب میرے ہاتھ میں تھی وہ ہاتھ میں نے اٹھالیا کہ کتاب بچ جائے۔ جب پانی سے نکلا تو حضرت حماد نے فرمایا کہ میں تمہارے صبر و تحمل کو دیکھنا چاہتا تھا اور اس کی جانچ کرنے کے لئے تمہیں پانی میں دھکیلا تھا۔ آج حضرت حماد نے فرمایا کہ جس ہاتھ سے تمہیں پانی میں دھکیل دیا تھا میرا وہ ہاتھ خشک ہو گیا ہے، آپ دعا کریں کہ میرا ہاتھ پھر پہلے کی طرح ہو جائے۔ میں نے دعا کی اور میرے ساتھ پانچ سواولیاء (اللہ) نے بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ خدا کا شکر ہے کہ دعا کو قبولیت کا درجہ ملا اور حضرت کا ہاتھ پہلے کی طرح صحیح و سالم ہو گیا۔ جو لوگ حضرت غوث الاعظم کے طرف دار تھے۔ اس عجیب واقعہ کو سُن کر اس کا انکار کیا اور یہ طعنہ دینے لگے کہ یہ اپنے تصرفات کو اپنے پیرومرشد پر جاری کرتے ہیں۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ جب اس انکار پر مطلع ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ چالیس روز کی مدت کے اندر ہی جناب حضرت حماد باس رحمۃ اللہ علیہ خود تم سے بتادیں گے۔ یکا یک حضرت حماد کے خلیفہ دور دراز کی مسافت طے کر کے آئے اور کہا کہ میرے پیر نے مجھ سے کہا ہے کہ جو کچھ عبدالقادر کہتے ہیں وہ درست ہے۔ اس کے بعد حضرت والا نے (شاہ غلام علیؒ نے) احباب کی طرف توجہ فرمائی اور حلقہ و مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ پس اسی حلقہ میں برخوردار سعادت آثار میاں احمد سعید طال عمرہ (ان کی عمر طویل ہو) کی طرف نظر فیضِ اثر ڈال کر اخوان صاحب سے فرمایا کہ ان کو فوق کی جانب توجہ کرنی چاہیے۔ اخوان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت توجہ فرمائیں کہ ان کے لطائف خمسہ باہم متحد ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ (لطائف) یکجا ہو جائیں گے لیکن اس سے کوئی مجد دی نہیں ہو جائے گا، مجد دی تو اس وقت ہوگا جب وہ کمالات کی نسبت پیدا کرے۔

## یوم جمعہ، تاریخ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

حضور والا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جذبہ اسم ذات سے پیدا ہوتا ہے اور راہ سلوک کا کشف نفی و اثبات سے۔ یعنی اسم مبارک اللہ اللہ دل سے مذکور کے معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ذکر کرنا جذبہ میں معاون ہوتا ہے اور کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سلوک کی راہ کو کھولنے والا ہے۔

نیز فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ السامی سے پہلے وقوف قلبی اور نگاہ داشت خواطر تھا اور اسم ذات (کے ذکر) کا طریقہ اس ڈھنگ پر نہ تھا۔ چنانچہ ہمارے حضرت پیر و مرشد نے مجھ کو بھی اسم ذات کی تلقین نہیں فرمائی تھی صرف وقوف قلبی و نگاہ داشت پر اکتفا کیا تھا۔ لیکن چونکہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب شریف سے اسم ذات کی تلقین کرنا ظاہر اور آشکارا ہے۔ میرا معمول بھی اسی پر پڑ گیا ہے اور سالک کے لئے حصول جذبہ میں مفید بھی بہت ہے۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ بچوں کو شروع میں جب حروف مفردات کی تعلیم کے سلسلہ میں بتایا جاتا ہے کہ اَلِفْ زَبْرًا اَلِفْ زَبْرًا اَلِفْ زَبْرًا اَلِفْ زَبْرًا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اوپر آئیے نیچے آئیے اس کے سامنے پست ہو جا۔ یعنی اس (ذات) تعالیٰ کے سامنے آسکی مراد یہ ہے کہ اوپر آ اور اپنی انا (یعنی خودی کو) چھوڑ دے کہ اس (ذات) تعالیٰ کے مقابل انا نیت نہیں ہے۔ جب تک تو اپنے کو فنا نہ کرے گا اس کی بارگاہ میں بزرگی نہ پائے گا۔ یعنی جب تک تو ہے یعنی تیری انا تجھ میں ہے تو تو نہیں اور جب تو نہ ہوگا (یعنی تیری خودی فنا ہو جائے گی) تو تو ہو جائے گا۔

## یوم ہفتہ، تاریخ ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

غلام حضور قبلہ انام میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ کو حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز کے لئے سوتے سے جگا دیا۔ ان بزرگ نے فرمایا آپ کو میری نماز سے کیا تعلق؟ حضرت خضر نے فرمایا کہ اٹھئے اور میرے لئے دعا کیجئے۔ ان بزرگ



نے فرمایا کہ آپ میرے حق میں دعا کیجئے، پھر میں (آپ کے حق میں) دعا کروں گا۔ پھر حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ آپ دعا کیجئے۔ ان بزرگ نے دعا فرمائی کہ **وَقَرَّ اللَّهُ نَصِيْبَكَ عَنْهُ** (یعنی اللہ تعالیٰ آپ کا نصیب بلند فرمائے)۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ اولیاء کا کمال حضور و آگاہی اور بے خطرگی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ آخر کار انتظار ہے اور حاصلِ معاملہ انتظار اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کمال یہ ہے کہ انتظار بھی نہ رہے اور فناء انتظار علم حضوری میں حاصل ہوتا ہے۔ کمال قرب میں انتظار نہیں رہتا۔ مثلاً ایک شخص اپنا ہاتھ پیٹھ کے پیچھے سے نکال کر اپنے چہرہ کے سامنے کرتا ہے تو انتظار ہے اور جب آنکھ کی پتلی پر رکھ لے تو نہ انتظار رہتا ہے اور نہ مشاہدہ۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ ہر شخص کو اپنے نفس کا علم ہے لیکن وہ علم، علم نہیں ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ باسراہ السامی کے حالات میں تحریر فرمایا ہے کہ اکابرین طریقت کی توجہ سے سالک کے دل میں توجہ پیدا ہوتی ہے اور میرے مرشد کی توجہ سے دل کی توجہ زائل ہو جاتی ہے ان دونوں (نکات) میں فرق ہے پس دھیان سے سمجھو۔

و نیز حضرت والا نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابرسفید میں (پوشیدہ) ہے۔ اس دولتِ عظمیٰ اور عطیہ کبریٰ کا حصول کمالات ہی میں میسر ہوتا ہے۔

### یوم التوار، تاریخ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضری دی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس آیہ کریمہ **مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ** ("جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے (دراصل) اللہ کی اطاعت کی") سے بعض اکابرین طریقت نے جو توحید و جودی کے قائل ہیں سند پکڑی ہے کہ آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عین ذات خداوندی (تعالیٰ شانہ) سمجھے ہیں۔ اور وحدت و جود ثابت کرتے

ہیں۔ اور میرے نزدیک اس آئیہ کریمہ سے وہ مذہب ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے جو احکام شرعیہ ارشاد فرمائے ہیں وہ تمام حق سبحانہ کی جانب سے ہیں۔ اس لئے رسول کی اطاعت دراصل خدا کی اطاعت ہے اور جو احکام کہ آنحضرت ﷺ کے لئے نازل ہوئے، وہ دو طرح کے ہیں۔ بعض تو وحی ظاہر کے ذریعہ نازل ہوئے اور وہ قرآن پاک کی آیات ہیں اور بعض پوشیدہ وحی کے ذریعہ حضور کے قلب مبارک میں وارد ہوئے (یعنی حضور ﷺ نے ان کو اپنے الفاظ میں بیان فرمایا) جن کو حدیثِ قدسی کہتے ہیں۔ پس حضور ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ حق سبحانہ کا فرمان ہے۔

اسی محفل میں روایت بیان فرمائی کہ ایک دن حضرت سلطان ابو سعید ابو الخیر قدس سرہ کی مجلس میں شہر کے سربر آوردہ حضرات کا مجمع تھا اور اسی مجمع میں اولادِ رسول ﷺ میں سے ایک سید بھی تشریف فرما تھے۔ اسی درمیان ایک مغلوب الحال مجذوب آگیا۔ حضرت شیخ نے اس مجذوب کو سید صاحب کے آگے بٹھایا۔ سید صاحب کو یہ بات ناپسند ہوئی۔ حضرت شیخ نے ان سید صاحب کی جانب توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ آپ کی توقیر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے اور اس مجذوب کی تعظیم خدا (سے نسبت) کی وجہ سے ہے، اس لئے اس مجذوب کو آپ پر مقدم کیا ہے۔ پھر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس واقعہ سے خوشی نہیں ہوئی کیونکہ اس مجذوب کو جو کمال حاصل ہوا، وہ حضرت حبیبِ خدا ﷺ ہی کے صدقہ سے نصیب ہوا۔ آنحضرت کے واسطے کے بغیر کسی کو بھی حضرت حق سبحانہ کی بارگاہ میں بار نہیں مل سکتا:۔

مَحَالٌ سَتِ سَعْدَى كَمَا رَاهِ صَفَا  
تَوَّ آو رَفْتُ جُزْ دَرِئِ مُصْطَفَى  
(اے سعدی! حضرت رسول ﷺ کا نقش قدم پائے بغیر کوئی راہِ حق پر چل نہیں سکتا)۔

اسی موقعہ پر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہمارے پیرو مرشد حضرت مجدد الف ثانی ﷺ نے فرمایا ہے کہ نماز ادا کرتے وقت قیام کی حالت میں نظروں کا سجدہ گاہ پر جمانا مسنون عمل ہے اور یہ عمل ان تمام لوازمات سے جو موافق سنت نہ ہوں کہیں بہتر اور زیادہ مفید ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ طریقہ

خواجگانہ (یعنی نقشبندیہ) اگرچہ اتباع (سنت) ہے لیکن حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی خاص تاکید فرمائی ہے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اتباع سنت کے طریقہ کو شائع کیا اور رواج دیا ہے۔

## یوم پیر، تاریخ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ قدماء کے نزدیک فنا کا مطلب بے شعوری ہے اور جب بے شعوری کا بھی شعور نہ رہے، تو اسے فنا الفناء کہتے ہیں۔ یعنی جب دل میں اللہ کے سوا کسی کا بھی شعور نہ رہے، تو (کہا جائے گا کہ) فنا حاصل ہوئی اور جب اس بے شعوری کا شعور بھی زائل ہو جائے تو یہ فنا الفناء ہے۔ چنانچہ مولوی جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے اور سالک کو اجازتِ طریقہ دینا بھی اسی مقام کے حصول پر مقرر فرمایا ہے۔

اس کے بعد شیرینی طلب فرما کر مولوی شیر محمد صاحب کو اجازتِ طریقہ مرحمت فرمائی اور اپنا خرقة و کلاہ مبارک ان کو پہنائی اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں کی ارواح پر فاتحہ پڑھی اور پیروں سے مدد طلب کرتے ہوئے ان کے حق میں خوب دعا فرمائی۔

اسی دوران میں حضرت والا نے فرمایا کہ طریقہ عالیہ مجددیہ میں کم سے کم اجازت کا مقام تصفیہ قلب کے بعد ہے کہ جب قلب میں حضور و آگاہی اور بے خطرگی کی کیفیت طاری ہو جائے تو وہ تلقینِ طریقہ کی اجازت کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد لطیفہ نفس کے تزکیہ کے بعد بھی اجازت کی گنجائش ہے لیکن یہ اوسط درجہ ہے۔ چنانچہ میں اکثر سالکوں کو تزکیہ نفس کے بعد طریقہ کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے بعد جب سالک کمالات سے مناسبت پیدا کر لیتا ہے تو خلافت کے قابل ہوتا ہے۔ پس پہلا موقعہ اجازت کا قلب ہے۔ دوسرا نفس، تیسرا کمالات کی نسبت کا حصول۔ کبھی بعض کا ملین ناقص کو بھی اجازتِ طریقہ دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاءہ عننا (اللہ ان سے راضی ہو اور ان کو ہم سے راضی کرے) نے حضرت مولانا یعقوب چرخنی کو اجازتِ طریقہ مرحمت فرمائی تھی اور

فرمایا تھا کہ میں نے جو کچھ تم کو دیا ہے اسے لوگوں تک پہنچانا۔ پس ان کا معاملہ حضرت خواجہ کے انتقال کے بعد حضرت علاء الدین عطار کی خدمت میں انتہا تک پہنچا۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ آج غیب سے کسی نے مجھ سے کہا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ وارضاه عننا کی نیاز جلد کرنا چاہئے، پھر شیرینی طلب فرما کر نیاز دی۔

### یوم منگل، تاریخ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

غلام حضور قبلہ خاص و عام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت والا قلبی و روحی فداہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ چھوٹی عمر کے تھے اور اسی زمانہ میں ایک عارف کامل اور غوث وقت بغداد میں تھے کہ کبھی لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو جاتے، تو کبھی پھر نظر آنے لگتے تھے۔ حضرت غوث الاعظم محض اللہ کے واسطے ان بزرگ کی زیارت کو چلے۔ راستہ میں ایک اور شخص سے بھی ملاقات ہوئی۔ جس نے دریافت کیا کہ کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ ان بزرگ کی زیارت کے لئے۔ اس شخص نے کہا میں بھی وہیں جا رہا ہوں اور ان کے کمال کا امتحان لوں گا۔ اور ایک دوسرا شخص ابن سقہ آیا اور کہنے لگا کہ میں بھی انہیں بزرگ کے پاس جا رہا ہوں کہ ایک ایسا مسئلہ پوچھوں جس کا جواب ان سے نہ بن پڑے۔ جب حضرت غوث الاعظم مع ان دونوں آدمیوں کے ان بزرگ کی خدمت میں پہنچے، تو ان بزرگ نے ان دونوں آدمیوں سے فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس میرا امتحان لینے آئے ہو تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ۔ ہر ایک کی بات اور اس کا جواب بیان فرمایا۔ اس کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ تو دنیا میں مست اور ڈوبا رہا۔ ایسا ہی ہوا۔ ایک شخص کو کہا کہ تیرا ایمان سلب ہو گیا۔ اتفاقاً اس نے ایک نصرانی امیر کی لڑکی سے نکاح کر لیا اور عیسائی ہو گیا۔ نزع کے وقت اس سے کہا کہ تو عالم اور حافظ قرآن مجید تھا تجھے (کلام مجید میں سے) کچھ یاد ہے، وہ بولا کہ سب کچھ میرے دل سے نکل گیا صرف ایک آیت یاد ہے اور وہ یہ ہے: رَبَّمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ (یہ کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔) (الحجرات ۲)

پھر ان بزرگ نے حضرت غوث الاعظم سے فرمایا کہ تم یہاں اللہ کے لئے آئے ہو تمہارا مرتبہ بہت بلند ہوگا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم منبر پر بیٹھ کر کہو گے کہ قَدِمْتُ عَلَى رَقَبَةِ كُلِّ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ (میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے)۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت حماد دباس نے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو یہی بشارت دی تھی۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم شیرخوارگی کے ایام میں رمضان المبارک میں روزہ رکھتے تھے۔

اس کے بعد دو شخص حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) کی خدمت میں بیعت کے لئے آئے۔ حضرت والا نے ایک کی سلسلہ قادریہ میں اور ایک کی سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت لی اور فرمایا کہ ہمارے آباء و اجداد میں سے اکثر حضرات سلسلہ عالیہ قادریہ سے متوسل تھے۔ میں نے بھی اپنے پیرومرشد سے اسی سلسلہ میں بیعت کی ہے۔ لیکن طریقہ نقشبندیہ کا سلوک کیا ہے اور جو شخص بیعت طریقہ علیہ مجددیہ میں کرے، خواہ وہ سلسلہ قادریہ ہو یا نقشبندیہ یا چشتیہ یا سہروردیہ، اس کو طریقہ نقشبندیہ کے ذکر و مراقبات کی تلقین کریں کہ ان اکابر کا عمل نقشبندیہ پر تھا۔

یہ بھی فرمایا کہ اسرار الہیہ کی چار نہریں اس طریقہ مجددیہ میں جاری ہیں ان میں سے دو نقشبندی، ایک قادری، نصف چشتی اور نصف سہروردی ہیں۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند و حضرت غوث الاعظم محی الدین جیلانی و حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے ہر ایک بزرگ اسرار الہی کا مصدر اور انوار لامتناہی کا مظہر ہے۔ ایک کو دوسرے پر فضیلت، دینا درست نہیں اور ایک کے کمال کو دوسرے کے کمال پر فوقیت دینا نازیبا بات ہے۔ ان بزرگوں کی مثال اُن آئینوں کی سی ہے جو مختلف رنگ کے ہوں۔ مثلاً چار آئینے ہیں جس میں سے ایک سرخ، دوسرا سبز، تیسرا زرد اور چوتھا سفید ہے اور ہر ایک میں آفتاب کا عکس پڑ رہا ہو اور آفتاب کے نور اور حدّت اور کرنوں کا انعکاس ہو تو (یہ کہا جائیگا کہ) آفتاب کا پرتو سب پر

برابر پڑ رہا ہے، اگرچہ ان آئینوں میں سے چھن کر نکلنے والی روشنی کا رنگ مختلف ہے۔ لیکن آفتاب سے روشنی پانے میں ہر ایک دوسرے کے برابر اور ہم پلہ ہیں۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ تمام آدمی چار قسموں میں منقسم ہیں:  
ایک قسم نامردوں کی ہے یہ وہ لوگ ہیں جو محض دنیا کے طالب ہیں۔  
دوسرے مرد ہیں جو دنیا و آخرت کے طلبگار ہیں۔

تیسرے جواں مرد ہیں جو آخرت کے ساتھ لقا خداوندی کے بھی طالب ہیں۔  
چوتھے فرد ہیں جو صرف دیدارِ خداوندی کے طالب ہیں انہیں دنیا و آخرت سے کوئی مطلب نہیں۔

چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے۔

مادر دو جہاں غیرِ خدا کارنداریم      مایار بجز حضرت جبارنداریم  
مستانہ خدایم سرو پائے برہنہ      حاجت بگے جبہ و دستارنداریم

(ہم کو دونوں جہانوں میں غیر خدا سے کوئی کام نہیں۔ سوا حضرت جبار کے ہمارا کوئی دوست نہیں، سرو پابرہنہ ہم خدا کی ذات میں مست ہیں۔ ہمیں ان جبہ و دستار کی کوئی حاجت نہیں۔)  
حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دن مشاہدہ (یعنی واقعہ) میں دیکھا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ایک مکان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مکان کے راستہ میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے چاہا کہ حضرت خواجہ کے حضور پر نور میں حاضر ہوں؛ جب حضرت غوث الاعظم کو دیکھا تو ادب کے لحاظ سے اس جگہ کھڑا ہو گیا اور حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضری دینا مناسب نہ سمجھا۔ حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دیکھ کر محبت سے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے! جاؤ، حضرت خواجہ کی خدمت میں۔ پس میں خوش ہو کر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ اس طریقہ شریفہ نقشبندیہ میں محرومی نہیں ہے جو کوئی

بد بخت ہوتا ہے، وہ اس طریقہ میں داخل ہی نہیں ہوتا اور جو اس سلسلہ میں داخل ہو گیا، وہ اس نسبت سے محروم نہ رہے گا۔

## یوم بُدھ، تاریخ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

فدوی حضورِ عالی میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا جو پہلا دائرہ کہ سالک پر منکشف ہوتا ہے وہ دائرہ امکان ہے اور اس میں مراقبہ احدیت کرتے ہیں اور دوسرا دائرہ ولایت قلبی کا دائرہ ہے اور اس کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں۔ اور اس دائرہ میں مراقبہ معیت کرتے ہیں۔ تیسرا دائرہ ”دائرہ ولایت کبریٰ“ کا ہے جس میں تین دائرے اور ایک قوس ہے اور دائرہ ولایت کبریٰ کے پہلے دائرہ میں مراقبہ اقرابت کرتے ہیں اور اس دائرہ کا مرکز فیض لطیفہ نفس لطائف عالم امر کی شرکت کے ساتھ ہے اور دوسرے دو دائروں اور قوس میں مراقبہ محبت کرتے ہیں اور مورد فیض یہاں صرف لطیفہ نفس ہے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ذاتِ حق سبحانہ کی معیت تمام عالم کے ساتھ علماء کے نزدیک معیت علمی ہے اور صوفیا کے نزدیک معیت ذاتی ہے۔ اور اسی پر ایک مثال بیان فرمائی کہ جو گردباد (یعنی وہ ہوا جو مٹی اوپر اٹھالے جاتی ہے) جو کہ آسمان کی طرف جاتی ہے، وہ مٹی ہے جو ہوا میں قائم ہے اور مٹی کے ہر ذرہ کی معیت ہوا کے ساتھ ذاتی ہے، ورنہ مٹی بیکار محض ہے بغیر ہوا کے اس میں حرکت ممکن نہیں ہے۔ ہوا (جو نہ دکھائی دینے کی وجہ سے) ہونے پر بھی نہ ہونے کی طرح ہے اور مٹی نہ ہونے پر بھی موجود ہے (کہ دکھائی دیتی ہے) کہ ہوا صورتاً نظر نہیں آتی لیکن معناً فاعل ہے اور مٹی ظاہراً نظر آتی ہے لیکن باطناً بے حرکت اور لاشیٰ ہے۔ اسی طرح روح ہے کہ جسم کو قائم رکھنے والی ہے اور ہست ہے نیست نما۔ (یعنی موجود ہے مگر دکھائی نہیں دیتی) اور جسم نیست ہے ہست نما (یعنی جسم بنا روح کے بے جان ہے) اور جسم کا ہر ذرہ روح کی حرکت سے متحرک ہے ورنہ جسم بیکار محض ہے اور روح کی معیت جسم کے ہر ذرہ میں ثابت ہے (ورنہ جسم

بیکار محض ہے)۔ اسی طرح ذات واجب الوجود ہے کہ تمام ممکنات کی قییم (یعنی قائم رکھنے والی) ہے اور اس کے حرکت دیئے بغیر ممکنات کے تمام ذرات میں سے کسی ذرہ میں حرکت ممکن نہیں ہے کہ قیوم تمام عالم کا وہی ہے۔ پس معیت ذاتی ثابت ہوگئی۔ وَاللّٰهُ سُبْحٰنُهُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا (اللہ پاک تمام حقیقتوں سے خوب واقف ہے۔)

### یوم جمعرات، تاریخ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض اکسیر میں فقیر حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کوئی شخص پیری کے قابل اور مسند نشینی کے لائق اسی وقت ہوتا ہے جبکہ وہ تمام مسائل ضروریہ کا علم رکھتا ہو اور اسے صوفیا کے مقامات عشرہ یعنی توکل وقناعت وغیرہ حاصل ہوں اور ارباب دنیا کی صحبت سے پرہیز کرتا ہو اور مشائخ کرام کی صحبتوں کا فیض یافتہ ہو صاحب کشف یا صاحب وادراک ہو، ماسوا اللہ کے خیال سے پاک ہو، اس کا ظاہر شریعت سے آراستہ اس کا باطن طریقت سے مزین ہو۔

اسکے بعد فرمایا کہ میں اپنے حالات کیا بیان کروں کہ عراقی کے اس مقولہ کے مطابق

ہیں:-

بہ زمین چو سجدہ کردم ز زمیں ندا برآمد کہ مرا خراب کردی تو بسجدہ ریائی  
بطواف کعبہ رتم بحرم رہ ہم ندا دند کہ برون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی  
[جب میں نے زمین پر سجدہ کیا، تو زمین سے ندا آئی کہ تو نے دکھاوے کا سجدہ کر کے مجھے خراب کر دیا۔ جب طواف کعبہ کے لئے حرم گیا، تو (اہل حرم نے) راہ نہ دی کہ باہر تو نے کیا کیا جو گھر کے اندر آ رہا ہے]

### یوم جمعہ، تاریخ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

حضور والا میں حاضری دی۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ کشف میں غلط اور صحیح دونوں کا احتمال ہے، لیکن وجدان میں خطا کا احتمال نہیں ہے۔ مثلاً ایک شخص نے دُور سے چار پایہ (جانور) دیکھا اور سمجھ لیا کہ شیر ہے اور حقیقت میں وہ شیر نہیں بلکہ کوئی دوسرا جانور ہے۔ اسی طرح



اس نے دور سے پانی دیکھا لیکن جب وہ پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ سراب تھا (ریت کے میدان میں پانی کا دھوکہ ہونا) یہی مثال کشف کی ہے۔ لیکن وجدان مثلاً ہوا جسم میں لگی مگر وہ دکھائی نہیں دیتی لیکن اس کی گرمی یا سردی محسوس ہوتی ہے۔ اور اس ادراک میں خطا کی گنجائش نہیں ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ مجھے ادراک وجدان صحیح عطا ہوا ہے کہ نزدیک و دور اور آگے اور پیچھے اور زندہ و مردہ کے انوار و نسبت کا ادراک حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر اس غلام سے خطاب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تو نے شیوخ نقشبند کے رسالوں مثلاً ملفوظات حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہم اور رشحات وغیرہ کا مطالعہ کیا؟ غلام خاموش رہا (حضرت والا نے) فرمایا کہ اس سلسلہ کے اکابر نے اسی حضور و جمعیت کی ترغیب طالبین کو اپنی کتابوں میں دی ہے اور گرمی و ذوق و شوق کا چنداں اعتبار نہیں کیا ہے۔

### یوم ہفتہ، تاریخ ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ میرے بھائی نے حضرت والا سے عرض کیا کہ ”میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ آنجناب مجھ سے دریافت فرما رہے ہیں کہ تو جب کلام مجید پڑھتا ہے تو دیواریں زمین پر آجاتی ہیں یا نہیں؟ میں نے خواب ہی میں عرض کیا کہ قرآن شریف پڑھتے وقت فیوض و برکات تو نازل ہوتے ہیں مگر دیواریں نہیں گرتیں اور سابقہ بزرگوں میں سے کسی سے یہ روایت مذکور نہیں ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آیہ کریمہ **تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا**۔

[یہ آخرت کا گھر بنایا گیا ہے ان لوگوں کے لئے جو نہ تو زمین پر اکڑتے ہیں اور نہ فساد برپا کرتے ہیں]۔ سے یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ حضرت والا نے اس خواب کی تعبیر یوں بیان فرمائی کہ دیواروں سے مراد سالک کی ہستی ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ پڑھنے والا (سالک) تلاوت کلام پاک کے وقت اپنی ہستی اور انسانیت سے خالی ہو جائے اور اپنی انسانیت و بشریت کی دیوار کو جڑ سے اکھاڑ دے اور اس آیہ کریمہ کی اس طرح تاویل کی جائے گی کہ اس دارِ آخرت میں کمال قرب حضرت ذات کا انہیں لوگوں کو عطا ہوتا ہے جنہوں نے اپنے وجود کی زمین میں بشریت کے تکبر کا

ارادہ اور انانیت کا اظہار تک نہ کیا ہوگا اور اخلاقِ رذیلہ اور بری خصلتیں اور فساد فی الارض کا راستہ نہ اختیار کیا ہوگا۔ حضرت والا نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خانقاہ کے صوفیوں کے حالات کا جائزہ لو کہ ہر ایک نے کس قدر وقوفِ قلبی حاصل کی ہے اور معنی کا لحاظ رکھتے ہوئے کتنی مقدار میں زبانی ذکر تہلیل کیا ہے اور اسمِ ذات کے ذکر زبانی اور قلبی میں کس قدر مداومت رکھتا ہے اور درود و استغفار اور تلاوتِ کتاب اللہ المجید کا ورد کس مقدار میں کرتا ہے اور دن و رات کو کس ڈھنگ سے گزارتا ہے اور اپنے اوقات کن مشاغل میں بسر کرتا ہے پس جو شخص ان کاموں میں (جس حد تک بھی ہو) مصروف رہے اور انہیں اذکار و اطوار کو وہ پسند رکھتا ہو، تو اسے خانقاہ میں رہنے دو، ورنہ باہر کر دو، کہ وہ فقراء کی صحبت کے قابل اور اولیاء کی ہمت کے لائق نہیں ہے۔

رافقا ہر کس کہ در لیل و نہار  
نیست در ذکر خدا مصروف کار  
مجلس او ظلمتِ دل آمدہ  
صحبت او سم قاتل آمدہ  
ہر کہ غافل یکدم از یادِ خداست  
ساعتے باو نشستن نار و آست

[اے رافت! جو شخص کہ رات اور دن کے اوقات کو ذکر خدا میں مصروف نہ رکھتا ہو، اس کی مجلسِ دل میں ظلمت پیدا کرتی ہے اور اس کی صحبت زہرِ قاتل ہے۔ جو شخص ایک دم یادِ خدا سے غافل ہے اس کے ساتھ ایک ساعت کو بیٹھنا بھی نامناسب ہے]

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت فانی فی اللہ خواجہ باقی باللہ نے ایک محبت نامہ حضرت مجدد الف ثانی ؒ کو تحریر فرمایا تھا، جس میں یہ حالات درج تھے کہ اس عرصہ میں ہمارے احباب طریقہ (یعنی مریدین) ایک مقام میں بند ہو گئے ہیں، ان کو عروج واقع نہیں ہوتا۔ حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے اس کے جواب میں ایک عریضہ تحریر فرمایا کہ ان احباب کو ارشاد فرمائیں کہ وہ اشغال و مراقبات، تہلیل و تسبیح اور تلاوتِ قرآنِ پاک و نوافل کی کثرت کریں تاکہ عروج واقع ہو۔

کثرتِ اشغالِ دل را وا کند آں خیالِ قدسِ بالاکشد

[ذکر کی کثرت دل کو کھولتی ہے۔ وہ اونچا خیال ہی اوپر کو کھینچتا ہے]

## یوم اتوار، تاریخ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

یہ غلام مع بھائی (شاہ ابوسعید) صاحب قبلہ انام سے رخصت ہو کر حضرت قبلہ عالم خواجہ محمد زبیر مُعَرِّض عن غیر (جو ماسوا سے منہ پھیرے ہوئے ہیں) کے تحت شریف کی زیارت کے لئے گیا۔ اس لئے اس ہادی خواص و عوام کے کلام فیض نظام سے مستفیض نہ ہو سکا، مگر مولوی شاہ محمد عظیم صاحب سلمہ اللہ سبحانہ کی زبانی سنا ہے کہ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ایک دن میرے پاس آیا، میں نے توجہ ڈالی اس کا کوئی اثر معلوم نہ ہوا، دوسرے دن توجہ ڈالی اس دن بھی اسے کوئی اثر نہ معلوم ہوا، تیسرے دن جب توجہ کی تو ذکر قلبی نے اس پر غلبہ کیا، اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر آہ کھینچی اور کہا کہ میرا دل اللہ اللہ کرتا ہے اور شوق کی زیادتی سے اپنے دل کو ہاتھ میں لے کر اس کو بوسہ دینے لگا اور بہت مسرور اور خوش ہوا۔ اس کے بعد حضرت والا نے یہ شعر پڑھا۔

ازاں تیغی کہ آہش شست جرم کشتگانش را      ربودم دل نشین زخمی کہ می بوسم دہانش را  
[اس تلوار سے جس کی دھار نے مقتولوں کے گناہوں کو دھو دیا، میں نے (تیغ فیضان کا) ایسا دل نشین زخم اڑا لیا جس کے دہن کو بوسہ دیتا ہوں]

## یوم پیر، تاریخ ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

جب بھائی صاحب اور یہ عاصی تحت شریف کی زیارت سے واپس ہو کر حضور فیض گنجور میں حاضر ہوئے تو حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ تحت شریف پر مراقبہ کیا تھا؟ عرض کیا کہ تحت شریف کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھا تھا۔ کثرت سے انوار و برکات کا مشاہدہ کیا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ وہاں کی برکتوں کا کیا کہنا کہ حضرت قبلہ عالم اپنے زمانہ میں قطب ارشاد تھے اور ان کا نام عبد الملک تھا اور جو شخص یہ منصب رکھتا ہے اس کا یہی نام ہوتا ہے۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ جب تک میرے پیروں میں طاقت اور بدن میں قوت تھی، تو حضرت قبلہ عالم معروض عن غیر خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی مجلس میں پایادہ

حاضری دیتا تھا۔ ایک روز عرس میں حاضر ہوا تو مشاہدہ ہوا کہ حضرت قبلہ عالم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کثرت سے عبادت کرو کیونکہ اس راہ میں بندگی چاہیے تاکہ تصرفات کا دروازہ کھلے۔ اس کے بعد (حضرت والا کے) حضور میں حضرت امام ربانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسراہ السامی کے مکاتیب شریف کا درس ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ معارف اتنے بلند ہیں کہ عرفاء کی سمجھ اور عقلاء کی عقل سے وراء الوراء ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ ان مکتوباتِ قدسی آیات کے سمجھنے میں میرا حال اس شخص کا سا ہے کہ جو ولایتِ فارس کا رہنے والا اور امی و ناخواندہ محض تھا وضو کر کے قبلہ رو بیٹھتا اور قرآنِ پاک کھول کر ان کی سطروں پر انگلیاں چلاتا جاتا تھا کہ ”اے اللہ! سچ کہا، سچ کہا۔ موتیاں پروئیں، موتیاں پروئیں۔“ پھر مکاتیب شریف میں (دورانِ درس) عدمیت، فناءِ انا اور اپنے آپ کو دیکھنا (یعنی محاسبہ کرنا) اور اپنی صفات کو اصل سے جاننا اور اپنے کو عدم محض پانے کا ذکر آیا، تو حضرت والا نے حاوی فروع و اصول، واقفِ معقول و منقول مولوی شیر محمد صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ سے دریافت فرمایا کہ آپ کو ایسا حال درپیش ہوتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں! کبھی کبھی حضور کی عنایت سے یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اپنی تمام صفات کو اپنے سے مسلوب (یعنی اپنے سے الگ) پاتا ہوں بلکہ اپنے وجود کو بھی عدم محض سمجھتا ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جب ان احوال میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے دوام ہو جائے گا تو فناءِ نفس حاصل ہوگا۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو معارف بیان فرمائے ہیں امت کے کسی فرد نے اس کا اظہار نہیں کیا ہے۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ الغفار نے فرمایا ہے کہ انا الحق کہنا آسان ہے لیکن انا کا دور ہونا مشکل ہے۔

انا الحق گفتن آسان اے دل ست اس انا را دور کردن مشکل است اس

[انا الحق کہنا آسان ہے اے دل، اس انا کو دور کرنا مشکل ہے]

اور حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ فخر الواصلین حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری قدس سرہ سات روز کے بعد کھانا کھاتے تھے اور استنجا و وضو کرتے تھے۔ پھر تمام ہفتہ انہیں وضو کی حاجت نہیں ہوتی تھی اور قبرستان میں سکونت رکھتے تھے۔ جب ہندوستان تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حد سے زیادہ قبولیتِ عامہ آپ کو حاصل ہوئی اور یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اپنے

ملک کی اراضی کے لئے آپ شاہ ہند کے پاس تشریف لائے تھے، یہ بات خلاف عقل معلوم ہوتی ہے کیونکہ ایسا تارک دنیا دو لہتمندوں سے غرض رکھنے والا کیسے ہو سکتا ہے اور اراضی کی ملکیت پر کب راضی ہوگا۔

ہر کہ زمینِ خودی قطع کند بہر دوست  
اوچہ کند ملک را، مُدَلِّکِ خدایِ ملکِ اوست

[جو زمینِ خودی کو دوست کے لئے چھوڑ دے، وہ ملک و مال کو کیا کریگا کہ ملک خدا اس کا ملک ہے]

(رباعی)۔

گیرم کہ سریرت از بلور و پشمِ ست  
سنگے داند ہر آنکہ او را چشمِ ست

این مسندِ قائم و سمور و سنجاب  
در دیدہ بویا نشیناں پشمِ ست

[میں نے مانا کہ تیرا تخت بلور و پشم کا ہے (لیکن) جس کی آنکھیں ہوں (یعنی جس کو بصیرت حاصل ہو) وہ تو انہیں پتھر ہی سمجھے گا۔ یہ قائم و سمور و سنجاب کی مسند بویا نشینوں کے نزدیک اون سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی]

(قائم، سمور اور سنجاب مختلف جانوروں کی کھالوں کے نام ہیں)

و نیز حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ معین الدین دوسرے تھے جو اراضی کے لئے سلطان کی خدمت میں آئے تھے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ عارفِ کامل حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ جس کسی کا ہاتھ پکڑ کے بیعتِ مصافحہ کرتے تھے، اسی وقت اس کو فناءِ قلبی کے مقام تک پہنچا دیتے تھے۔ ایک دن ایک فاسق شخص ان کے حضور میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھ کو بیعت فرمائیں انہوں نے فرمایا کہ پہلے تو اپنے ظاہر کو شریعتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے آراستہ کر پھر ہماری خدمت میں حاضر ہو۔ وہ شخص بے دل ہو کر چلا گیا۔ ان کو الہام ہوا کہ تو نے کیا کر دیا؟ کہ میرے طالب کو اپنے در سے محروم بھگا دیا اور تلقین نہ کی۔ انہوں نے ایک شخص سے فرمایا کہ فوراً جاؤ اور اس شخص کو لے آؤ وہ شخص بڑی عجلت کے ساتھ اس مرد کے پاس گیا اور بولا کہ آؤ! حضرت شیخ تمہیں بلا رہے ہیں اس

شخص نے جواب دیا کہ میں نہیں آؤں گا۔ حضرت شیخ نے ایک دوسرے شخص کو بھیجا وہ مرد پھر بھی نہیں آیا۔ آخر کار ایک شخص سے حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس مرد کے کان میں میری طرف سے لفظ مبارک ”اللہ“ کہنا، وہ شخص دوڑتا ہوا اس مرد کے پاس گیا اور کہا کہ ذرا اٹھہر جاؤ مجھے تم سے ایک بات کہنی ہے۔ اس مرد نے توقف کیا، تو اس نے اس شخص کے کان میں کہا کہ حضرت شیخ آدم نے تم سے لفظ مبارک ”اللہ“ فرمایا ہے۔ صرف اس نام مبارک کے سنتے ہی اس مرد کے حجابات اٹھ گئے اور اسے ولایت نقشبندی حاصل ہو گئی۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت شیخ آدم بنوری قدس سرہ جس کسی کو مرید بناتے تھے اسی وقت اس کو فناء قلبی تک پہنچا دیتے تھے۔

## یوم منگل، تاریخ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

غلام اس قبلہ خواص و عوام کے حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت امام ربانی، محبوب سبحانی، واقف اسرارِ مقطعات قرآنی، کاشف رموزِ متشابہاتِ فرقانی، مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ السامی کے مکتوباتِ قدسی آیات کا درس ہو رہا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ ایک شخص نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تھا کہ مرشد کامل مکمل سالک کو ایک ولایت سے دوسری ولایت تک لے جاتا ہے یا اسی ولایت میں جو اس کا مقام ہے ترقیات بخشتا ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا تھا کہ ”ایک ولایت سے دوسری ولایت میں لے جانے کا واقعہ معلوم نہیں لیکن اسی ولایت میں مرشد کی توجہات سے ترقیات واقع ہوتی ہیں۔“ تمام ہوا کلام شریف۔ حضرت والا نے فرمایا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء حالات میں یہ مکتوب لکھا ہے، اس کے بعد آنحضرت قدس سرہ نے دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ کامل ایک ولایت سے دوسرے ولایت میں لے جاتا ہے۔ چنانچہ خود حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے صاحبزادے یعنی مظہر تصدیق و مورد تحقیق، کاشف استارِ دقائق (چھپے ہوئے نکات کو واضح

کرنے والے)، واقفِ اسرارِ حقائق، وارثِ الانبیاء والمرسلین، سیدِ الاصفیاء والصدیقین، عالمِ عامل، فارقِ بینِ الحق والباطل، مفخرِ خلائقِ حضرت شیخ محمد صادق علیہ رحمۃ اللہ الخالق کو توجہ و ہمت فرما کر مقامِ ولایتِ موسوی سے ولایتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰت والتحیات تک پہنچایا تھا۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے شیخ کے مرشد یعنی قطب الاقطاب، غوثُ الشیخ و الشَّاب، عارفِ آگاہ، مجاہدِ نبیل اللہ، دریائے لاہوت کے شناور اور فضائے ہوت کے اڑنے والے، وجود کی چکی کے قطب (یعنی وہ میخ جس پر چکی گردش کرتی ہے) صراطِ مقصود پر چلنے والے، دائرہ خلت و قیومیت کے مرکز اور محبت و محبوبیت کے موردِ فیض، عابدِ شاہد شیخ محمد عابد رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَارْضَاهُ عَنَّا نے جنابِ قیومِ زماں، محبوبِ رحمان، آسمانِ ولایت کے آفتاب، سماءِ ہدایت کے ستارے، بحرِ ہویت کے غواص، الوہیت کی بلندیوں کے سیر کرنے والے، (کوہ) کافِ قربت کے عنقاء، محبت کے باغ کے طاؤس، خدا کی برکتوں کے مظہر حضرت مولانا و قبلتنا و ہادینا مرزا جانجاناں علیہ الرضوان کو ولایتِ موسوی سے توجہ فرما کر ولایتِ محمدی علی مصدرہا الصلوٰة والسلام میں پہنچا دیا۔ و نیز ہمارے پیر و مرشد نے مشاہدہ فرمایا کہ میں جناب سید البشر علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر کے مقابل (یعنی سامنے) بیٹھا ہوں۔ پس میں نے دیکھا کہ جس جگہ میں تھا آں حضرت ﷺ تشریف فرما ہیں اور جس مقام میں آنحضرت علیہ الصلوٰت و التسلیمات تشریف فرما تھے وہاں میں ہوں، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ دونوں جگہ وہی شبِ تاریک کے ماہِ کامل علیہ الصلوٰت اللہ الملک بیٹھے ہیں، میں کسی جگہ نہیں ہوں، اس کے بعد مجھے ایسا نظر آیا کہ میں ہی دونوں جگہ ہوں۔

یومِ بدھ، تاریخ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

یہ عاصی پر معاصی، محفلِ فیضِ مشاغل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا جو طالبِ شیخ کے پاس آئے (شیخ کو) چاہئے کہ پہلے استخارہ کر کے اس (طالب) کو داخل طریقہ کرے پس

عرض کیا گیا کہ ”ہر شیخ کو استخارہ کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟“ قبلہ درویشاں حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ صاحب مقام ولایت کبریٰ کہ جس کے خصائل رذیلہ خصائل حمیدہ سے مبدل ہو چکے ہوں اور اسے فناء انا حاصل ہو اور شرح صدر و اسلام حقیقی سے مشرف ہو، اسے استخارہ کی حاجت نہیں ہے کیونکہ ایسی حالت میں اس کا کام عینِ رضائے مولا ہے کہ خود (وہ) معدوم محض اور فنا ہو چکا ہے۔

## یوم جمعرات، تاریخ ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

غلام اس قبلہ انا م کے حضور حاضر ہوا۔ ایک شخص بیعت کے لئے حاضر ہوا تھا۔ حضرت والا قبلہ درویشاں روحی و قلبی فداہ نے اس شخص سے دریافت فرمایا کہ کس طریقہ شریفہ میں بیعت کا ارادہ رکھتے ہو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ طریقہ عالیہ قادریہ میں حلقہ بندگی اخلاص کی گردن میں ڈال کر بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت والا نے مٹھائی منگا کر حضرت سید الاولین والآخرین علیہ افضل صلوٰۃ المصلین وازکی سلام المسلمین (آپ پر درود بھیجنے والوں کی بہتر درود اور سلام بھیجنے والوں کا پاکیز سلام نازل ہو) کی روح پر فتوح اور حضرت غوث الاعظم سید محی الدین عبدالقادر جیلانی ؒ کی روح مبارک پر اور آں سرور علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر تک آپ کے پیران کرام کی ارواح پر فاتحہ پڑھی۔ اور حضرت مولانا قبلتینا و ہادینا مظہر رحمان حضرت مرزا جان جانان ؒ تک ان کے متوسلین طریقہ (یعنی جملہ مشائخ قادریہ) پر نام بنام فاتحہ پڑھی۔ اسکے بعد اس کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں مبارک ہاتھوں میں مصافحہ کے طور پر لے کر اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ تَمِنَ بَارًا وَّرَکْمًا طَیْبًا دَوْبًا وَّرَکْمًا شَہَادَتِ اَیْکَ بَارٍ پڑھایا، اس کے بعد طریقہ عالیہ قادریہ کے پیروں کے توسل سے جناب الہی میں اس شخص کے اور تمام مخلصین حاضر و غائب اور تمام مسلمانوں کے دینی و دنیوی کاموں میں مشکلات کے حل کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد ذکر قلبی، نگہداشتِ خواطر، وقوف قلبی اور مراقبہ احدیت جو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے



معمولات میں ہے (اس کی) تلقین فرمائی اور حضرت والا کا معمول یہی ہے کہ ہر طریق کے طالب کو جو بیعت کرتا ہے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مراقبات و اذکار کی تلقین و ہدایت فرماتے تھے۔ چنانچہ خاندان مجددیہ کا یہی طریقہ قائم ہے کہ طالب کو ہر سلسلہ میں داخل فرماتے ہیں مگر سلوک و اشغال طریقہ شریفہ نقشبندیہ ہی کے فرماتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت والا نے ایک دوسرے شخص کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت فرمائی اسی سابقہ طریقہ سے اور شیرینی پر سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ کی ارواح پر فاتحہ پڑھی اور صرف تین بار اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوبِي وَ رَحْمَتُكَ اَرْجَى عِنْدِي مِنْ عَمَلِي. (اے اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے کہیں زیادہ وسیع اور تیری رحمت میرے نزدیک میرے اعمال سے بہت زیادہ امید قائم رکھنے والی ہے) پڑھوایا اور دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (اے اللہ! اس کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔) اور پھر یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت شریفہ سے وافر حصہ اس شخص کو نصیب فرما اور اس شخص نے اُس وقت اس نسبت پاک کے پورے اثرات اپنے اندر پائے اور بہت سے برکات و فیوض کا مشاہدہ کیا۔

نگاہ پاکبازاں کیما ست

[نیک لوگوں کی نگاہ کیما کا اثر رکھتی ہے]

یوم جمعہ، تاریخ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

فدوی حضور پر نور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا ایک شخص کو ادائے نماز کی نصیحت فرما رہے تھے کہ نماز خشوع و خضوع اور قومہ و جلسہ کو اطمینان کے ساتھ جو کہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں واجب ہے اور بعض مذاہب میں فرض ہے ادا کیا کرو۔ و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ صحابہ میں سے ایک شخص نے مسجد میں نماز بغیر طہائیت قومہ و جلسہ کے ادا کی اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب سلام دیکر ارشاد فرمایا

نماز پڑھو، تب آؤ۔ اس شخص نے نماز دوبارہ اسی طرح ادا کر کے حضور کی خدمت میں حاضری دی پھر آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیات نے فرمایا کہ نماز پڑھ، تو نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر اس شخص نے نماز پڑھی پھر آپ نے فرمایا صَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ (نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی) اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جس طرح یاد تھی میں نے نماز پڑھی ہے۔ آں سرور علیہ تحیات الملک الاکبر نے اس کو ہدایت فرمائی کہ نماز پڑھو تو قومہ اور جلسہ اطمینان سے ادا کرو۔ اس کے بعد حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) نے فرمایا کہ کوئی شخص ایک نماز کا اجر دس گنا پاتا ہے، کوئی نو گنا اور کوئی آٹھ گنا، اسی طرح کوئی ایک نماز کا ثواب پاتا ہے اور کوئی پڑھتا ہے تو اسے کوئی اجر نہیں ملتا۔ پس معلوم ہوا کہ جو شخص جس قدر آداب و سنن کی رعایت اور تدبیر اور خشوع و خضوع اور اطمینان قلب کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے، اسی قدر اس کو اجر بھی زیادہ ملتا ہے اور جو شخص اس میں جس قدر کمی کرتا ہے اسی قدر کم اجر اسے ملتا ہے، اور بعض عارفین کا حال اس طرح نماز کی ادائیگی کے وقت ہوتا ہے۔

چونکہ باتکبیر ہا مقروں شُندند      ہچو بکل از جہاں بیروں شُندند  
[چونکہ خوب تکبیروں کے ساتھ وہ لوگ نزدیک ہوئے (بارگاہِ الہی میں)

اس لیے دنیا سے بکل کی طرح نکل گئے]

و نیز حضرت والا نے زبان گوہر فشاں سے ارشاد فرمایا کہ ایک دن یکا یک خوشبو اس قدر مشام جان (روح کی ناک) میں پہنچی کہ مجھے مست اور بیخود کر دیا اور تمام مکان کو معطر کر دیا۔ جب اس ہوش رُبا اور فرحت افزا کیفیت میں میں نے اوپر کی جانب نظر ڈالی تو نظر آیا کہ میرے سر پر ایک روح، جو روشن، پاک اور خوشبودار جلوہ نما ہے اور انوار کی تابش آفتاب کی کرنوں کی طرح اس کے گرد روشن ہے اور اس کا جسم زیبا فیوض و برکات کے زیور سے آراستہ ہے، میں حیران ہوا کہ یہ کیا ہے؟ اور تعجب میں پڑ گیا کہ یہ کون ہے؟ اس راز سے آگاہی نہ ہو سکی اور اس کا نام و نشان نہ معلوم ہو سکا۔ اس کے بعد دل میں خیال گزرا کہ اس شان و شوکت کے ساتھ شاید جناب سید البشر علیہ

صلوات اللہ الملک الاکبر کی روح ہر فتوح ظاہر ہوئی ہے یا حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روح ہوگی۔ راقم الحروف (شاہ رؤف احمد) عَفِیَ عَنْهُ کہتا ہے کہ یہ خصوصیت حضرت والا کی ہے کہ اکثر اوقات تمام مکان شریف معطر ہو جاتا ہے کہ اہل مجلس کی ناک میں بھی اس کی خوشبو پہنچتی ہے۔ وہ خوشبو عطرِ خس کی طرح ہوتی ہے و نیز اسی روز خانقاہ عرشِ اشتباہ میں بعض لوگوں کا قضیہ واقع ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح پاک نے تشریف لا کر ارشاد فرمایا کہ خانقاہ میں جو کوئی قضیہ پیدا کرے اسے باہر نکال دینا چاہیے۔

### یوم ہفتہ، تاریخ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ ہجری

غلام قبلہ انام کے حضور حاضر ہوا۔ مکتوباتِ قدسی آیات کا درس شروع ہو گیا تھا اور حضرت والا کا ہمیشہ یہی معمول تھا کہ بعد عصر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام فیضِ نظام پڑھا جاتا تھا۔ پس حضرت والا متوجہ ہو کر مراقبہ میں بیٹھ کر مکتوباتِ شریفہ کی سماعت فرماتے تھے۔ اور زبان گوہرِ فشاں سے ارشاد فرماتے کہ میں نے اسی مکتوباتِ قدسی آیات سے اخذ فیوض کیا ہے جس طرح مریدان اپنے پیروں سے فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔ و نیز فرمایا کہ سبحان اللہ کس قدر حضرت حق جل جلالہ کی تقدیس و تنزیہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت کا کلام انسانی کلام سے بالا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ وہ سراسر الہامِ ربّانی ہے۔ جب اس قبلہ انام کا کلام فیضِ نظام اس قدر خواص و عوام کی ہدایت کرنے والا ہے، تو متکلم (یعنی اس کے بیان کرنے والے) کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے اور ان کی ثنا و صفت میں مشغول ہونا چاہیے۔

مَنْ چہ گویم و صفِ آں عالی جناب نیست پیغمبر و لے دارِ د کتاب

[میں اس عالی جناب کی کیا تعریف کروں مختصر یہ کہ وہ پیغمبر تو نہیں لیکن کتاب رکھتے ہیں]

اس کے بعد حضرت والا توجہ دینے کے لئے مستفیدینِ طریقت کے حلقہ کی جانب جو حلقہٴ اخلاص گردنِ ارادات میں رکھتے تھے متوجہ ہوئے۔ جب (حضرت والا نے) نظر ڈالی کہ با اخلاص معتقدوں اور مخصوص مخلصین کا مجمع بیشمار ہے کیونکہ وہ سب سمرقند و بخارا، غزنی و تاشقند، حصار و قندھار، کابل و پیشاور، ملتان و کشمیر، لاہور و سرہند، امر وہہ و سنہل، بریلی و رامپور، لکھنؤ و

جائس، بہرائچ و گورکھپور، عظیم آباد و ڈھاکہ، بنگال و حیدرآباد و پونہ وغیرہ کے تھے اور حق جل و علا کی طلب میں اپنے وطنوں کو چھوڑ کر آئے ہوئے تھے۔ حضرت والا کو اس زمانہ میں ضعف بہت تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کی باری مقرر کی جائے صبح کے حلقہ میں تیس آدمی مخصوص کر لیے جائیں اور تیس آدمیوں کو عصر کے حلقہ میں اور بقیہ لوگوں کو دوسرے روز اسی طریقہ سے رکھا جائے غرض کہ تیس آدمیوں کا گروہ لایا جائے تاکہ وہ توجہ حاصل کریں جب انہیں توجہ مل جائے تو پھر تیس آدمی پہلے والے اس (حلقہ) میں آئیں اور توجہ سے فیض حاصل کریں۔ نیز حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول اور دونوں حضرات (خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم) کا اور جناب پیر مرشد حضرت مرزا صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا بھی یہی معمول رہا ہے کہ لوگوں کی باریاں مقرر تھیں۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ ایک روز مجھے میرے رب کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ حضرت نظام الدین اولیاء نے اپنے خلفاء دکن کی طرف بھیجے تھے تم اپنے خلفاء ولایت کابل و بخارا و قندھار کی طرف بھیجو۔

## یوم التوار، تاریخ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے مولوی شیر محمد کو ارشاد فرمایا کہ تم کو عروج سے زیادہ نزول سے واسطہ ہے تمہیں چاہیے کہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خوب کہو لیکن سو بار کے بعد کلمہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ کہو تاکہ عروج زیادہ ہو۔ و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ ہر اس سالک کو جسے عروج زیادہ ہو، چاہیے کہ زبانی ذکر نفی و اثبات میں ہر بار (کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ساتھ) کلمہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ ملا کر پڑھے تاکہ نزول زیادہ ہونے لگے۔ اور جس کسی کو عروج و نزول برابر ہو وہ (کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے) دس یا پندرہ بار پڑھنے کے بعد کلمہ محمد رسول اللہ پڑھے۔ یہ طریقہ ارباب عروج و نزول کے لئے بہت مفید ہے۔ و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ ایک

روز میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا تھا اور حضرت پیر و مرشد برحق کے بڑے خلفاء میں سے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور حضرت محمد احسان رحمۃ اللہ علیہما اس مجلس میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ حضرت مولوی ثناء اللہ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کے خرچ معاش کی مدد کے لئے مبلغ ایک روپیہ یومیہ سائر (محصول چنگلی) پر مقرر ہوا ہے۔ اہل مجلس نے کہا کہ رقوم سائر قریب حرام کے ہیں۔ اس رقم کے خرچ کرنے سے ان کے باطن میں ظلمت پیدا ہو جائے گی۔ حضرت محمد احسان نے فرمایا کہ جب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا میزاب فیض (فیض کا پرنا لہ) گرتا ہے ظلمت کے پہاڑوں کو تنکے کی طرح بہا لے جاتا ہے، یہ بات کہہ کر انہوں نے ایک آہ کھینچی اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

### یوم پیر، تاریخ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ ہجری

بندہ محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ میاں محمد حضرت پیر و مرشد برحق کے خلفاء میں سے تھے۔ ایک دن ان پر قبض کی کیفیت طاری ہوئی، حضرت پیر و مرشد نے توجہ فرمائی، ان کے قبض کی کیفیت رفع نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ خواجگان پیر پیراں خواجہ بزرگ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک جلوہ گر ہوئی (اور) ارشاد فرمایا ”اے بچے یہی نسبت کیا کم ہے؟ یعنی اگر ان احوال سے ترقی نہ واقع ہو، تو بھلی یہ نسبت ہی بہت ہے، اسی کی پرورش کرنی چاہیے۔ ایک دن میاں محمد موصوف حضرت پیر و مرشد برحق مرزا صاحب قبلہ کے منکرین کی مجلس میں اتفاقاً بیٹھ گئے تھے۔ اس جگہ (یعنی اس مجلس میں) حضرت مرزا صاحب کا ذکر بطور اہانت کے آگیا۔ میاں مذکور نے مخالفت کی اور مجلس والوں سے خفا ہو کر اٹھ گئے، جب حضرت مرزا صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت مرزا صاحب قبلہ بہت خوش دل ہوئے توجہ فرمائی اسی وقت قبض رفع ہو گیا اور عروج واقع ہوا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ جو ترقی خدمت (شیخ) کے واسطے سے ہوتی ہے، ریاضت سے اس مقدار کی عشر عشر (یعنی دسواں

حصہ) بھی نہیں ہوتی۔ خدمت ہی ہے کہ چند سالوں کا کام پلک جھپکنے میں میسر ہو جاتا ہے اور یہ خدمت ہی (کا فیض) ہے کہ سالک جذبات الہیہ تک پہنچ جاتا ہے۔

## یوم منگل، تاریخ یکم جمادی الآخرة ۱۲۳۱ ہجری

بندہ خدمت میں حاضر ہوا۔ بھوک کا جو کہ عاشقوں کی غذا ہے ذکر ہونے لگا۔ حضرت والا نے حدیث شریف پڑھی کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے کبھی شکم سیر ہو کر تناول نہیں فرمایا۔ نیز حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی بھوک کی مشقتیں برداشت فرمائی ہیں۔ اولیائے متقدمین نے سخت ریاضتیں اور شدید مجاہدات کئے ہیں۔ درختوں کے پتے اور گھاس کی جڑیں ان کی غذا تھی۔ راستوں پر گرے پڑے پرانے کپڑے اٹھا لیتے اور انہیں کو پاک کر کے اپنا لباس بناتے تھے۔ کوئی پندرہ روز کے بعد کھاتا تو کوئی تقریباً ایک ماہ تک کچھ نہ کھاتا کسی نے ساٹھ سال تک زمین پر پیٹھ نہیں لگائی، تو کوئی چالیس سال تک نہیں سویا۔ حضرت خواجہ بزرگ شاہ نقشبند نے تو توشٹ (درمیانی راہ) کو اپنا طریقہ بنایا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ آدھ سیر سے کم نہ کھانا چاہئے تاکہ عبادت کی قوت نہ گھٹے اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دودھ اور روغن اور دوسرے سالن جن سے روٹی کھائی جاتی ہے وہ اسی نصف سیر میں داخل ہوں گی۔ و نیز حضرت والا نے فرمایا اپنے حال کو حضرت رسالت پناہ ﷺ کی حالت پر قیاس نہ کرنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں تم لوگوں کی طرح نہیں ہوں بلکہ کھانا پینا اپنے پروردگار کے سامنے تناول کرتا ہوں۔

## یوم بدھ، تاریخ ۲ جمادی الآخرة ۱۲۳۱ ہجری

غلام محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کو چاہئے کہ حضرت حق جل شانہ کے مواعید (یعنی وعدوں) پر صدق کی نظر رکھتے ہوئے اسباب ظلیہ و ہمیہ کی طرف نگاہ نہ کرے اور یقین رکھے کہ وہ اسے روزی پہنچاتا ہے۔ اس نے جس کسی کو بھی پیدا کیا ہے اس کی روزی بھی مہیا فرمادی ہے۔ ع

رزق را روزی رساں پر می دہد

[روزی دینے والا روزی کو پر (پنکھ) عطا کرتا ہے]

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ خانقاہ بنانے سے پہلے مکان کی قلت (چھوٹا ہونے) کے سبب یہ بڑی آرزو تھی کہ صوفیاء کے رہنے کے لئے کافی مکانیت ہوتی۔ ہمسایہ میں ایک مکان تھا کہ اس کا مالک اس کو بیچنا چاہتا تھا۔ ایک شخص نے کہا کہ آپ اس مکان کو خرید لیں لیکن اس وقت اپنی ملکیت میں ایک کوڑی بھی نہ تھی۔ جناب کارساز حقیقی جلت عظمتہ کی بارگاہ میں اس مدعا کے بر آنے کی دعا کی۔ حق تعالیٰ نے وہ دعا سن لی اور قبول فرمایا اور غیب سے ایسا انتظام فرمادیا کہ میں اس مکان کو خرید کر اپنے تصرف میں لے آیا اور دوسرے مکانات بھی سات آٹھ ہزار روپیہ میں خرید کر داخل خانقاہ کر دیئے اور اب تک غیب الغیب سے اخراجات عنایت فرماتا ہے اور حاجتیں پوری کرنے کا سامان بخوبی کرتا ہے۔

## یوم جمعرات، تاریخ ۳ جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے زبان گوہر فشاں سے ارشاد فرمایا کہ خانقاہ کے صوفیوں کے حالات معلوم کرو کہ نماز تہجد پڑھتے اور اس پر مداومت کرتے ہیں یا نہیں۔ جو شخص اس پر مداومت نہ کرتا ہو، اس کو خوب ہدایت کی جائے اور خود آ کر سوتے ہوؤں کو بیدار کرو اور جو جاگتے ہوں ان کو اس کی طرف متوجہ کیا کرو کہ کسی نے کہا ہے۔

یک چشم زدن غافل از اں ماہ نباشی شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

[ایک لمحہ بھی اس ماہ (محبوب حقیقی) کی طرف سے غافل نہ رہو، شاید کہ وہ نگاہ ڈالے اور تم کو خبر نہ ہو]

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی

کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

[پس تیس سال کے بعد خاقانی کو یہ بات واضح ہوئی کہ ایک لمحہ خدا کی معیت ملک

سلیمانی سے بہتر ہے]

## یوم جمعہ، تاریخ ۲۲ جمادی الآخرة ۱۲۳۱ ہجری

فقیر جناب فیض مآب حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت والا عصر کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے تھے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد ملا گل محمد غزنوی نے کسی سے کلام کیا۔ حضرت والا نے بہت ڈانٹا کہ بارگاہِ حق جل و علا میں آکر بے ادبی نہ کرنی چاہیے اور غیر حق سبحانہ کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیے۔ ظاہری بادشاہ کے سامنے کس قدر ادب کا لحاظ کرتے ہیں۔ پس جب بادشاہِ حقیقی کے روبرو حاضر ہو تو چاہیے کہ اپنے کو خوب توڑو اور خود کو عدم محض اور لاشی سمجھتے ہوئے دربار میں حاضری دو۔ حضرت والا نے فرمایا کہ صوفی کو چاہیے کہ نماز میں خیال کرے کہ قیام کی حالت میں کیا کیفیت حاصل ہوئی اور رکوع میں کیسے انوار طاری ہوئے اور سجدہ میں کون سے اسرار کھلے اور قعدہ میں کیسا فیض وارد ہوا اور نماز کے بعد نتیجہ کا خیال کرو کہ نماز کی ادائیگی کے سبب کون سے برکات حاصل ہوئے۔ اس کے بعد مکتوبات قدسی آیات کا درس شروع ہوا۔ حضرت والا نے مقاماتِ عالیہ کے بہت سے اسرار و رموز بیان فرمائے۔ اور اسی درمیان میں میر قمر الدین سمرقندی نے عرض کیا کہ فنا تو عود کرتی ہے اور عدم کے لئے عود (واپسی) نہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ عدم کے وجود کو لوٹنا ممکن ہے اور وجود فنا کو عود نہیں (لوٹنا ممکن نہیں) مرتبہ عدم اول ہے اور مرتبہ فنا آخر۔ جب پے در پے عدم ہوتے ہیں تو فنائے فنا حاصل ہوتی ہے اس کے بعد یہ شعر فرمایا۔

وَصِلْ أَعْدَامَ غَرِّ تَوَانِي كَرْدِ  
كَارِ مَرْدَانِ مَرْدَدَانِي كَرْدِ

[اگر تو عدم سے وصل چاہتا ہے، تو ہمت والے دلیر لوگوں جیسے کام کر]

اس کے بعد مولوی شیر محمد نے عرض کیا کہ مجھ پر عدمیت طاری ہوتی ہے اور ایک گھڑی رہتی ہے اور کبھی کم اور کبھی زیادہ اور ذکر سے وہ حالت جاتی رہتی ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس وقت ذکر نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسی نسبت کی پرداخت (یعنی پرورش) کرنی چاہیے کہ یہ احوال اس قدر



ظہور کریں کہ پھر ہرگز نہ جائیں۔ پس حضرت والا نے زبانِ گوہرِ فشاں سے یہ مصرعہ پڑھا۔

بَرِّ نَمِي رَنْزِدَ بِهٖ تَعْظِيْمَ قِيَامَتِ كَرْدِمَا

[ہماری خاک قیامت کی تعظیم کے لئے نہیں اٹھتی]

اس کے بعد ایک شخص شفا کے مریض کے لئے پانی دم کرانے لایا۔ حضرت والا نے تھوڑا اپنا جھوٹا پانی (یعنی پینے کے بعد جو بچ رہے) اس آبخورہ میں ڈال دیا اور یہ روایت بیان فرمائی کہ داراشکوہ نے ایک بزرگ کی خدمت میں شفا کے مریض کے لئے پانی بھیجا کہ اسے تھوڑا نوش فرما کر عنایت فرمادیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ ”مؤمنین کے جھوٹے (بچے ہوئے) میں شفا ہے۔“ ان بزرگ نے اس میں سے تھوڑا پانی نوش فرما کر واپس بھیج دیا اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان بزرگ کو اسہال ہونے لگے کہ ”خداوند! ایمان کامل رکھتا بھی ہوں یا نہیں؟ اگر اس مریض کو شفع ہوگئی تو یہ میرے ایمان کی دلیل ہوگی ورنہ مجھ پر افسوس ہے اور میری گرفتاری پر۔“

و نیز حضرت والا فرماتے تھے کہ میں ہر روز یہ دعا پڑھتا ہوں اور ہر ایک کو پڑھنی چاہئے۔  
 كِه ”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَ عَافِنِيْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَشْفِنِيْ شِفَاۗءَ عَاجِلًا  
 لَا يُغَادِرُ سُقْمًا وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ  
 (اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور دنیا و آخرت میں عافیت عطا فرما اور مجھے شفاء عاجل سے نواز دے، ایسی شفا کہ پھر مرض نہ پلٹے۔ اور تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے اور نہیں ہے پھر ناگنا ہوں سے اور نہ طاقت اطاعت کی مگر اللہ بزرگ و عظیم کی توفیق بخش سے۔)

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ کلام میں متکلم کی نسبت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس سے پہلے مولوی بشارت اللہ صاحب کی عرضی آئی تھی، جس میں ابتداء سے انتہا تک اپنے احوال باطن لکھے ہوئے تھے اور میاں احمد یار صاحب کہ ادراک صحیح کے مالک ہیں، وہ بھی اس وقت موجود تھے۔ جب وہ عرضی میں پڑھ رہا تھا نسبت ان تمام مقامات مندرجہ کی ظاہر ہوئی۔ چنانچہ میاں احمد یار صاحب کو بھی معلوم ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ میاں ابوسعید صاحب نے

بھی اپنے احوال باطن سے متعلق رسالہ تحریر کیا ہے۔ میں نے اس کو اول سے آخر تک دیکھا ہے۔ جو کہ حضرت امام ربانی کے مکتوبات شریف کے مطابق ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے مولانا خالد رومی سے بھی کہا ہے کہ اپنے باطنی احوال لکھیں، انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی لکھ کر بھیجیں گے۔ مولانا خالد صاحب ہمارے حضرت والا (شاہ غلام علی قدس سرہ) کے بڑے خلفاء میں سے ہیں کہ بغداد شریف میں طالبین کی ہدایت اور سالکین کی رہنمائی میں مصروف ہیں اور ایک عالم کے مرجع ہیں۔ (یعنی بڑی تعداد میں لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنی اصلاح لیتے ہیں)۔ ان کی عرضی حضرت والا کی خدمت میں آئی تھی، جس میں یہ حالات تحریر تھے کہ سو نفر تبحر عالم جو صاحب تصانیف ہیں، اس فقیر کے احباب میں سے اجازت کے قابل ہو گئے ہیں اور پانچ سو بڑے بڑے علماء داخل طریقہ ہوئے ہیں اور عوام میں سے جو لوگ کہ داخل طریقہ ہوئے ہیں، ان کی تعداد کیا بیان کی جائے۔

### یوم ہفتہ، تاریخ ۵ جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور پر نور میں حاضر ہوا۔ حکم عالی کے مطابق حضور کی خدمت میں حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات قدسی آیات کی چند سطریں میں نے پڑھیں۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اس کلام فیض نظام کے معنی تو بڑے غور و فکر کے بعد سمجھے جاسکتے ہیں لیکن فیض و برکات نقد ہاتھ آتے ہیں۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ لطیفہ قلب کی سیر میں پہلے تو تلوینات (رنگینیاں) ہوتی ہیں، از قسم قبض و بسط اور فرحت و سرور اور ذوق و شوق۔ جس وقت قلب الٹ پھیر سے چھوٹ جاتا ہے اور فنا و بقا سے مشرف ہوتا ہے تو تلوینات سے چھٹکارا پا کر تمکین حاصل کر لیتا ہے۔ اس کے بعد لطیفہ نفس کی سیر میں بھی تلوینات آتی ہیں۔ اور طرح طرح کے حالات درپیش ہوتے ہیں۔ اور جب اس بو قلمونی (رنگارنگیوں) سے نجات ملتی ہے اور فنا و بقا تک رسائی ہوتی ہے تو تلوین سے تمکین (قرار و ثبات) تک نوبت پہنچتی ہے۔ اس کے بعد لطیفہ قالب پر احوال و اسرار طاری ہوتے ہیں اور تلوینات پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن عالم امر کے لطائف کو تلوین سے رہائی اور تمکین تک رسائی نہیں ہے اور اگر ہے تو بیعت کے ذریعہ ہے نہ کہ اصلی طور پر۔

## یوم التوار، تاریخ ۶ جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

غلام حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ ایک شخص مکہ معظمہ سے حضور والا کا نام نامی سکر آیا تھا۔ اس سے دریافت کیا گیا کہ تم کیا سُن کر آئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں بیت اللہ میں تھا، جہاں بغداد سے ایک قافلہ آیا تھا۔ اس قافلہ کے لوگ حرم شریف میں ذکر کر رہے تھے کہ بغداد شریف میں ایک تبحر عالم ہیں جن کا نام نامی خالد ہے، جو ہندوستان گئے تھے (وہاں انہوں نے) حضرت قیوم زمان غوث جہاں کاشف اسرار خفی و جلی حضرت مولانا غلام علی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا تھا اور خرقة خلافت پہن کر آئے اور ملک روم میں عالمی شہرت حاصل کی۔ ملک روم کے علماء اور اس دیس کے اکابرین نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پس میں نے یہ باتیں سنیں اور ملاقات کا شوق و امنکیر ہو گیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس آستان فیض نشاں پر حاضر ہو گیا۔

## یوم پیر، تاریخ ۷ جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ نسبت نقشبندیہ کا مطلب ”دوام حضور و آگاہی اور دل سے خطرات کا دور ہونا“ اکابرین طریقہ شریفہ نے مقرر کیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک گم ہونے کی بجائے خطرات کا کم ہو جانا ہے۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا میرا قلب اور میری روح ان پر نثار ہو کہ چار قسم کی فنا کہ جناب غوث صمدانی قطبِ زمانی حضرت سید محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی حسنی و حسنی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَاَرْضَانَاهُ عَنَّا نے فرمایا ہے۔ جیسا کہ پہلے (ان کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ فناء قلبی میں جسے نسیان ماسوا سے تعبیر کرتے ہیں، حاصل ہو جاتی ہیں۔

## یوم منگل، تاریخ ۸ جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

فدوی جاں نثار اس محبوب پروردگار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے زبان گوہر نشاں سے ارشاد فرمایا کہ اکابرین طریقت اور عارفین حقیقت کی تمام تصنیفات و تالیفات

توحید و جود، ذوق و شوق اور مقامات عشرہ یعنی توبہ و انابت، صبر و قناعت، زہد و توکل اور رضا و تسلیم وغیرہ سے بھری پڑی ہیں لیکن جن مقامات کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے ان معارف کو عارفین میں سے کسی نے بھی سلک تحریر میں نہیں پرویا ہے۔ زمین اور آسمان کے درمیان خدا کی معرفت کے سلسلہ میں مثل مکتوبات قدسی آیات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی کتاب نہیں ہے۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ سالک کو لطیفہ قلب و نفس کی سیر میں ذکر خفی اور ذکر نفی و اثبات (یعنی کلمہ طیبہ اور جہلیل لسانی یعنی زبان سے لا الہ الا اللہ کہنا) ترقی بخشتا ہے اور عناصرِ ثلاثہ کی سیر میں طولِ قرأت کے ساتھ نوافل کی کثرت اور کمالات ثلاثہ میں کلام پاک کی تلاوت اور حقائقِ سبعہ میں درود شریف کا ورد موجب ترقیات ہوتا ہے۔

اس کے بعد حضور میں عبادت و ریاضت کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بعض اولیاء اللہ کو کمالِ زہد و ریاضت اور ترک و تجرید سے جناب حق سبحانہ میں رسوخ حاصل ہوتا ہے اور بعض اصحاب کو کثرتِ عبادت سے قرب باری تعالیٰ میسر ہوتا ہے لیکن اہل عبادت کا مقام صاحب توکل و زہد و ریاضت سے بلند ہے۔ اور حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ جس کو جس قدر زیادہ یقین (کی دولت ملتی) ہے، اس کا مقام اتنا ہی بلند ہوتا ہے۔ و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف و کرامات اور زہد ریاضات تھے۔ آپ نے تیس سال کا عرصہ ایک گدڑی میں گزارا تھا۔ اور تین دن کے بعد کچھ تناول فرمایا کرتے تھے۔ ان کی خوراک بلحاظ موسم خربوزہ و تر بوزہ اور دوسری چیزوں کے چھلکے تھے، جو بازاروں میں پڑے ملتے، ان کو اٹھا کر پاک کر کے کھا لیتے تھے۔ اور جامع مسجد میں مقیم رہتے تھے۔ اور جب پیاس کا غلبہ اور اس کی شدت ہوتی تو دو تین چلو حوض کا پانی پی لیا کرتے تھے، حالانکہ وہ بہت کھاری تھا۔ ایک دن ایک فاحشہ عورت حسن و کمال سے آراستہ و جمال سے پیراستہ کوٹھے کی کھڑکی سے باہر آ کر نظارہ کر رہی تھی۔ حاضرین مجلس نے جو اس وقت موجود تھے، حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! اس عورت پر توجہ فرمائیں کہ اسے ہدایت نصیب ہو۔ حضرت نے کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ جب احباب نے بہت

اصرار کیا تو حضرت متوجہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ دو تین ہی گھنٹے کے بعد اس عورت نے تمام (فحش) لباس ترک کر کے اور سر منڈا کر کھلی اوڑھی اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام جرائم سے توبہ کی اور بیعت کر لی۔ اور حلقہ بندگی گوشِ اخلاص میں ڈال لی۔ اسی زمانے میں غیر خدا سے منہ پھیرے ہوئے حضرت قیومِ زمان، قبلہ عالم خواجہ محمد زبیرؒ تھے اور مسند ارشاد اور سادہ ہدایت ان کے وجود باوجود سے آراستہ و مزین تھی۔ خوب عبادتیں کرتے تھے۔ نمازِ مغرب کے بعد اذانین پڑھتے اور اس میں دس پارے کلام مجید کے تلاوت فرماتے۔ اس کے بعد مردوں کا حلقہ کرتے اور توجہ فرماتے تھے۔ اس کے بعد محلِ سرِ اشریف لے جاتے اور عورتوں کا حلقہ کرتے اور توجہ فرماتے۔ آدھی رات میں چند گھنٹے آرام فرماتے۔ پھر تہجد کے لئے اُٹھتے اور نمازِ تہجد میں چالیس یا ساٹھ بار سورۃ یٰسین پڑھتے تھے۔ اور اس کے بعد نمازِ چاشت تک مراقبہ یا نماز میں وقت گزارتے تھے۔ اس کے بعد مردوں کا حلقہ کرتے اور تمام دن توجہ کرنے یا مخلوق کی ہدایت (نصیحت) میں بسر فرماتے تھے۔ اس کے بعد ذرا دیر قیلولہ فرماتے تھے۔ پھر نمازِ فُنی الزوال (وہ نماز جو سورج ڈھلنے کے فوراً بعد پڑھی جاتی ہے) کے لیے اٹھ جاتے اور طولِ قرأت کے ساتھ چار گھڑی میں ادا فرماتے تھے۔ اس کے بعد ختمِ خواجگان پڑھ کر نمازِ ظہر میں مشغول ہو جاتے۔ اس کے بعد کلام اللہ المجید کی تلاوت فرماتے۔ پھر کھانا نوش فرماتے اور حضرت کے کھانے کا یہی وقت تھا۔ نمازِ عصر کے بعد مشکوٰۃ شریف یا مکتوبات پڑھے جاتے تھے۔ جب محلِ سرا سے مسجد تشریف لے جاتے تو امراء اپنے دو شالے اور رومال حضرت کی راہ میں بچھاتے جاتے تھے۔ جس کا سلسلہ آستانِ مقدسہ سے مسجد تک ہوتا تھا تا کہ قدمِ مبارک زمین پر نہ پڑیں۔ اور اگر مریض کی عیادت یا کسی کی دعوت پر کہیں تشریف لے جانا ہوتا تو سواری اس شان سے نکلتی تھی جیسے کوئی بادشاہ وقت جا رہا ہو۔ ایک دن حضرت سواری پر جامع مسجد کے نیچے سے نکلے اور حضرت شاہ گلشنؒ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شخصِ پاکلی پر سوار ہے اور بہت سی پالکیاں اسکے ساتھ رواں دواں ہیں اور آگے پیچھے غلاموں کی ایک بڑی جماعت ہم رکاب ہے اور انوار اس پاکلی کے گرد اس طرح محیط ہیں کہ گویا پاکلی سے آسمان تک نور

ہی نور چمک رہا ہے اور تمام کوچہ و بازار اس نور سے معمور ہے۔ حضرت شاہ گلشن نے اپنی پرانی کملی کندھے سے اتاری اور اپنے احباب سے فرمایا کہ اس کو آگ میں جلادو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا سبب کیا ہے؟ فرمایا کہ یہ امیر جو جا رہا ہے اس کی سواری کے گرد ایسا نور ہے، جو میں نے اپنی کملی میں اس کا شمع بھی مشاہدہ نہیں کیا۔ حالانکہ تیس سال سے اس کملی میں، ریاضتیں کی ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ حضرت خواجہ محمد زبیر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ وہ ہمارے پیر زادے ہی ہیں۔ ہماری آبرورہ گئی۔ پھر اپنے مریدین کو ہدایت فرمائی کہ حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں جا کر استفادہ کریں اور حضرت (شاہ غلام علیؒ نے) فرمایا کہ جہاں حضرت والا موجود ہوں، ہمارے لیے کسی کو مرید کرنا درست نہیں ہے اور اس درمیان میں اولیائے متقدمین کی ریاضتوں اور مجاہدوں کا ذکر فرمایا اور بہت افسوس فرماتے رہے کہ ہمارے ہاتھ سے کچھ نہ ہو سکا۔ اس کے بعد مقام شکر میں آکر فرمانے لگے کہ اللہ کے فضل سے اس جگہ جو شخص آئے اور میرے کہنے کے مطابق عمل کرے تو اس پر ضرور کچھ وارد ہوگا اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

عاشق کجا شد کہ یار بجائش نظر نہ کرد

اے خواجہ درد نیست و گر نہ طیب ہست

[وہ عاشق کہاں کہ یار اس کی طرف نظر نہ کرے۔ اے خواجہ! درحقیقت درد (عشق) نہیں، ورنہ طیب تو موجود ہے]

یوم بدھ، تاریخ ۹ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ ہجری

حضورِ والا میں حاضر ہوا۔ طالبین کے وسوسوں اور خطرات کے ذکر پر بات چلی۔

حضرت والا نے فرمایا کہ جو خطرے اور وسوسے کہ دل پر آتے ہیں وہ چار قسم کے ہیں:

۱۔ شیطانی ۲۔ ملکی ۳۔ نفسانی ۴۔ حقانی

جو وسوسے کہ شیطانی ہوتے ہیں وہ بائیں جانب سے آتے ہیں اور ملکی دائیں جانب

سے اور نفسانی جانب فوق سے جس کا مقام دماغ ہے اور حقانی فوق الفوق (یعنی عالم بالا) سے دل پر نازل ہوتے ہیں۔

و نیز فرمایا کہ حضرت سید البشر علیہ الصلوٰۃ اللہ الملک الا کبر نے ارشاد فرمایا کہ ذَالِکَ مِنْ کَمَالِ اِلَیْمَانٍ لَیْعْنِ اِنْ خَطَرَ اَتِ وَّوَسَاوَسَ کَا اَنَا کَمَالِ اِیْمَانٍ کَا مَقْتَضَا (یعنی کمال ایمان کی دلیل) ہے۔ اس لئے کہ جہاں دولت ہوتی ہے وہیں چوروں کے آنے کا خوف ہوتا ہے اور حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ اس طریقہ شریفہ (یعنی سلسلہ نقشبندیہ) میں پروردگار کی عنایت اور پیران کبار کی توجہات سے طالبین کے دل سے خطرات (وسوسے) کم ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ ختم ہو جاتے ہیں۔ دل کے اندر نہیں جا پاتے۔ جیسے مکھیاں کہ آئینہ پر بیٹھ تو جاتی ہیں مگر وہ اندر نہیں جا سکتیں۔ یا کوڑا کرکٹ کہ دریا کی سطح پر رہتا ہے مگر اندر جانے کی راہ نہیں پاتا۔ اسی طرح خطرات (دل کے) باہر آتے ہیں اور دل میں نہیں جا پاتے ہیں (یعنی دل میں پختہ نہیں ہو پاتے)۔ اس کے بعد وہاں سے ہٹ کر لطیفہ نفس میں آتے ہیں اور نفس کے تزکیہ کے بعد (قوت) متخیلہ میں ظہور کرتے ہیں اور جب وہاں سے ٹل جاتے ہیں تو پھر کسی وقت اور کسی جگہ نہیں آتے۔ اس مقام والوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر انہیں ہزار سال کی عمر مل جائے تو ہرگز غیر (خدا کے علاوہ کسی) کا خطرہ (خیال) ان کے دل میں نہیں آ سکتا۔

## یوم جمعرات، تاریخ ۱۰ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام محفل فیض میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا جس کسی کو یقین زیادہ ہوگا اسی قدر اس کا مقام قرب اعلیٰ تر ہوگا۔ جاننا چاہئے کہ یقین کے تین درجے ہیں:

۱۔ علم الیقین      ۲۔ عین الیقین      ۳۔ حق الیقین

جن کی تفصیل کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ یہاں اس کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ و نیز حضرت

والا نے ارشاد فرمایا، کہ ایک دن میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر گیا تھا۔ خدائے برتر و بزرگ کی قسم میں نے حضرت خواجہ کو دیکھا کہ اپنے مزار سے باہر تشریف لا کر میرا استقبال فرمایا اور بڑی نوازشیں فرمائیں۔

## یوم جمعہ، تاریخ ۱۱ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ ہجری

حضورِ عالی میں حاضری دی۔ اسی وقت بزرگوں کے انتقال فرمانے کا تذکرہ چھڑا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ میرے والد ماجد ”طریقہ عالیہ قادر یہ پرگازن تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو ارشاد فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔ پس (حضرت والد بزرگوار نے) اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا حضرت غوث الاعظم یہ کھڑے ہیں۔“ (اور ان لمحات میں جان) جاں آفریں کے سپرد کردی۔ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قَبْرَهُ وَبَرِّدْ مَضْجَعَهُ (اے اللہ! ان کی قبر کو منور فرما اور ان کے آرام کرنے کے مقام کو ٹھنڈا فرما) اور ان کی بہت سی کرامات اور خرق عادات بیان فرمائیں۔

## یوم ہفتہ، تاریخ ۱۲ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضورِ فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ مولوی بشارت اللہ صاحب کی عرضی آئی تھی۔ اس کے جواب میں ہم نے لکھا ہے کہ گزشتہ (غفلتوں اور خطاؤں) پر نادم رہیں اور ان سے توبہ کریں اور آئندہ کے لئے ان سے بچنا ضروری جانیں اور یادِ الہی میں مداومت کے ساتھ مشغول رہیں۔ اسی درمیان میں ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت والا میرے لئے کچھ تحریر فرمادیں، حضرت والا نے یہ آیت کریمہ تحریر فرمائی قُلِ اللّٰهُمَّ ثُمَّ ذَرْهُمْ اور اس کی تفسیر بھی اسی طرح درج فرمائی کہ اپنے تمام جزئی اور کلی معاملات کو حضرت حق سبحانہ کے سپرد کر دینے چاہئیں۔ اور تدبیرِ معاش اور اس کی فکر کچھ نہ کرنی چاہیے۔ اور ماسوا اللہ کے تعلقات منقطع کر کے اپنے تمام معاملات اسی بزرگ و برتر کے سپرد کر دو

سُپَرِّدَمُ بَتُو مَائِے خَوِیْشِ رَا

تُو دَانِی حَسَابِ کَم و بِیْشِ رَا

[میں نے اپنی ساری پونجی تجھ کو سونپ دی۔ اب اس کی کمی و زیادتی کا حساب تو جانے]



## یوم اتوار، تاریخ ۱۳ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ ہجری

حضورِ فیض گنچور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اگلے صوفیائے کرام نے فرمایا ہے کہ اللہ جل جلالہ کی (معرفت کی) راہ دو قدم ہے۔ پہلا قدم اپنی ہستی سے باہر رکھنا اور دوسرا قدم وصالِ حق ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس راہ کو قطع کرنے کا قصد رکھتے ہیں، وہ کل سات قدم ہے۔ دو قدموں کا عالم خلق سے تعلق ہے اور بقیہ پانچ قدموں کا عالم امر سے۔ پہلے سالک جب عالم امر میں قدم رکھتا ہے تو اسے تجلیِ افعالی کا سامنا ہوتا ہے جسے فنائے قلبی سے تعبیر کرتے ہیں۔ دوسرے قدم پر تجلیِ صفاتِ ثبوتیہ سے واسطہ پڑتا ہے جو فنائے روحی سے تعبیر کی جاتی ہے اور تیسرے قدم پر تجلیِ شیوناتِ ذاتیہ الہیہ سے سابقہ پڑتا ہے جس کو فنائے سری کہتے ہیں۔ چوتھے قدم پر تجلیِ صفاتِ سلبیہ الہیہ کا سامنا ہوتا ہے جسے فنائے خفی کہتے ہیں اور پانچواں (اور آخری) قدم (مقام) شانِ جامعِ الہی میں پڑتا ہے جس کو فنائے اعلیٰ سے نامزد کیا گیا ہے۔ اور دو قدم جن کا عالم خلق سے تعلق ہے (ان میں) پہلا قدم فنائے لطیفیہ نفس ہے اور دوسرا قدم فنائے لطیفیہ قالب۔ اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جب یہ لطائفِ سبعہ کی منزلیں طے ہو جاتی ہیں تو طریقہ شریفہ مجددیہ کے سلوک کی نصف راہ طے ہوتی ہے اور وہ دوسرا نصف جو باقی رہتا ہے اس پہلے نصف سے بدرجہا وسیع اور بلند تر ہے، جن کو کمالاتِ ثلاثہ اور حقائقِ سبعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان کی تفصیل حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوباتِ قدسی آیات میں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ درج ہے۔

## یوم پیر، تاریخ ۱۴ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ ہجری

بندہ محفلِ فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا اس وقت کلامِ پاک کا درس دے رہے تھے اور معانی کے آبدار اور چمکدار موتیوں کو تحقیق و تدقیق کے رشتے میں پرورہے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت مولوی عبدالعزیز صاحب کی بہ نسبت حضرت والا کے پاس وقت (گہرائی) زیادہ

ہے۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا، تو بہ کیجیے، وہ تو علم کے سمندر اور بیان (فصاحت) کا دریا تھے، وہ پھولوں سے گلہ تے تیار کرتے تھے اور میں پھولوں سے کلیاں چنتا ہوں۔

## یوم منگل، تاریخ ۱۵ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ ہجری

غلام اس قبلہ انام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز حضرت شاہ گلشن تشریف فرما تھے۔ اچانک ایک ذمی مرد (اسلامی حکومت میں غیر مسلم باشندے ”ذمی“ کہلاتے ہیں کیونکہ ان کی حفاظت و نگہداشت حکومت کے ذمہ ہوتی ہے) دروازے میں داخل ہوا۔ آپ اس کی تعظیم کے لئے سر و قد کھڑے ہو گئے۔ لوگ (یہ دیکھ کر) حیران رہ گئے۔ اس کے بعد حضرت نے اس مرد ذمی سے دریافت فرمایا کہ تجھ سے ہمارے مرشد کی خوشبو آتی ہے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میرے پاس اور تو کچھ نہیں صرف ایک کتاب ہے۔ آپ نے کتاب کھول کر ملاحظہ فرمائی۔ اس میں چند سطریں حضرت مظہر اسرارِ سرمد شیخ عبدالاحد کے دستِ خاص سے تحریر کی ہوئی تھیں۔ حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایک روز مولوی رفیع الدین صاحب مدظلہم اللہ تعالیٰ ایک کتاب پڑھ رہے تھے۔ میں بھی اس مجلس میں حاضر تھا۔ اچانک انوار و برکات کی بارش ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ ان دوسطروں کے پڑھنے سے بڑا فیض وارد ہوا۔ مولوی صاحب نے فرمایا یہ دوسطریں حضرت عبدالاحد کی لکھی ہوئی ہیں۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ دوسرے دن بھی ایسا ہی واقعہ ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ دوسری قسم کا فیض وارد ہوا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ سطریں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کی ہوئی ہیں۔ راقم (شاہ رؤف احمد) عرض گزار ہے کہ اولیاء اللہ باغِ وحدت کے پھول ہیں۔ ہر پھول کی خوشبو جدا اور ہر ایک کو رنگ علیحدہ عطا ہوا ہے۔ جس کسی کو قوتِ شامہ (سونگھنے کی قوت) عطا کی جاتی ہے وہی رنگ و بو میں امتیاز کر لیتا ہے۔ حالانکہ یہ تمام رنگ اسی بے رنگ (تعالیٰ شانہ) کا مظہر ہیں کہ ہر پھول میں جدا جدا رنگ جلوہ گر ہیں۔ عاشقِ شیدا جس رنگ کو دیکھتا ہے اسی بے

رنگ کا کرشمہ سمجھ لیتا ہے۔ اور جس خوشبو کو سونگھتا ہے، اس میں محبوب حقیقی کی خوشبو تلاش کرتا ہے۔ ناچار بلبل کی طرح جام بے قراری میں مئے پیتا اور مستی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

### یوم بدھ، تاریخ ۱۶ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور سراپا نور میں حاضر ہوا۔ اس وقت غزنی اور بخارا کے لوگ حضور پر نور میں حاضر ہوئے اور رخصت کی اجازت طلب کی۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ایک یہاں کچھ دنوں قیام کرے تاکہ نسبت باطنی حاصل کر کے اپنے وطن جائے۔ شیخ گل محمد غزنوی بھی اس مجلس میں حاضر تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ گل محمد کو دیکھو کہ بخارا کا پیر ہو گیا۔ یہاں جب آئے تھے تو کلام مجید بھی نہیں پڑھتے تھے۔ اللہ جل شانہ کی عنایات و کرم اور پیران کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی توجہات سے تھوڑی ہی مدت میں کلام مجید بھی ختم کر لیا اور علم فقہ حاصل کر کے نسبت باطنی بھی پوری قوت سے اپنے اندر پیدا کر لی اور مجھ سے خرقہ خلافت لے کر بخارا شریف کے شیخ ہو گئے، جہاں وہ اس ملک کے لوگوں کی ہدایت و ارشاد کا ذریعہ بن گئے ہیں۔ اس کے بعد حضرت والا نے یہ شعر پڑھا۔

بَشِیْنِ بَگدایاں درِ دوست کہ ہر کس

بَنَشِست بایں طائفہ شاہے شد و بَرخواست

[دوست کے دروازے کے گداؤں کے پاس بیٹھو کہ جو شخص اس گروہ کے پاس بیٹھا، شاہ بن کر اٹھا]

### یوم جمعرات، تاریخ ۱۷ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جب ”نفس مطمئنہ“ بن جاتا ہے اور اس کی بری خصلتیں اچھی عادتوں میں بدل جاتی ہیں تو شاہ بن کر تخت شاہی پر صدر نشین ہوتا ہے۔ اور یہ کیفیت اس وقت میسر ہوتی ہے جب ”دائرہ ولایت کبریٰ“ کی منزل طے ہو جاتی ہے، جو تین دائروں اور ایک قوس پر مشتمل ہیں۔ (اس وقت) شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور نظری

بدیہی ہو جاتا ہے (یعنی پہلے جو چیز خیالی اور مسلمہ تھی اب یقینی اور واقعی ہو جاتی ہے) اور استدلالی کشفی ہو جاتا ہے اور اسی کو فنائے نفس کہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ عرصہ دارز کے بعد فناء کا یہ درجہ حاصل ہو پاتا ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو سالک چالیس سال گوشہ خلوت اختیار کر کے ہر روز چالیس ہزار مرتبہ اسم ذات (اللہ اللہ) اور نفی و اثبات (لا الہ الا اللہ) پر مداومت اختیار کر لیتا ہے تب اسے کمال فنا نصیب ہوتا ہے۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ”والا حضرت شہید (مرزا مظہر جان جاناں) نور اللہ مرقدہ العجید (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے) ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تیس سال بڑے بڑے شیوخ کی خدمت کی۔ چار سال مظہر انوار سبحانی حضرت سید نور محمد بدایونی کی خدمت میں رہ کر توجہ حاصل کی اور ان کے انتقال کے بعد چھ سال ان کے مزار پر انوار پر حاضری دی۔ اس کے بعد عارف باللہ حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر بارہ سال مرشد باکمال کی خدمت میں گزارے۔ ان کے انتقال کے بعد فخر زاہد و عابد (زہد اور عبادت والوں کے لیے افتخار کا سبب) حضرت شیخ محمد عابد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دی اور دس سال ان کی توجہات عالیہ سے فیض حاصل کیا۔ ان کے انتقال کے بعد تیس سال ہو گئے اشغال و اذکار اور حلقہ و مراقبہ میں مشغول ہوں اور لوگوں سے بیعت و ہدایت کا معاملہ برتا ہوں۔ اب جبکہ ساٹھ سال اس راہ میں گزارے (تب کہیں جا کر) فناء قلبی پوری اور کامل تر میسر ہوئی ہے اور علمی اور حسی تعلق کسی طرح کا دل میں باقی نہیں رہا (حتیٰ کہ) اپنے کو مردہ محسوس کرتا ہوں کہ ہستی کا کوئی نام اور خودی کا کوئی نشان تک باقی نہیں رہ گیا۔ لوگ جب میرے پاس آتے ہیں اور سلام کرتے ہیں یا دوسروں کا پیغام پہنچاتے ہیں، میں اس وقت یہ سمجھتا ہوں کہ میں مردہ ہوں یہ لوگ میری قبر پر آ کر سلام و کلام کرتے ہیں اور پیغام پہنچاتے ہیں۔ جب دوسری بار (وہ لوگ) کچھ کہتے ہیں تو میں خوب غور سے اپنے اوپر نگاہ ڈالتا ہوں۔ کہتا ہوں کہ شاید میں زندہ ہوں، اور حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ”قیوم زماں، خلیفہ رحماں، قطب شام و روم حضرت عُرْوَةُ الْوُثْقَىٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ لوگ جب کلمہ

طیبہ کا ذکر کرتے ہیں اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے ہیں تو إِلَّا لِلَّهِ کی جگہ لَا انا ثابت ہوتا ہے کیونکہ جب تک فناء نفس جسے انا کی شکستگی سے تعبیر کیا جاتا ہے، حاصل نہ ہوتا۔ إِلَّا اللَّهُ کے بجائے لَا انا ہی سمجھنا چاہیے۔ (یعنی بندہ کی ”انا“ جب تک موجود ہے اس وقت تک وہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتا ہے) و نیز حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک دن میں جناب باری عز اسمہ میں فنائے انا کے لئے بہت رویا اور گڑ گڑایا۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ میرے نفس کی گردن سے بہت سے زنار نکلے اور ٹوٹ گئے۔ اس کے بعد حضرت والدی و مرشدی مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا اظہار کیا۔ حضرت والد محترم نے فرمایا کہ فنا بھی کامل نہیں ہوتی۔ کچھ عرصہ کے بعد طواف بیت اللہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ وہاں اس پاک بے نیاز کے فضل سے یہ دولتِ عظمیٰ و عطیہ کبریٰ ہاتھ آئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس سعادت کے حاصل ہونے کے بعد کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا سے، جس میں گرفتار تھا، چھوٹ کر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میں مشغول ہو گیا ہوں۔ ذَلِك فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے)۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ اخلاقِ رذیلہ و صفاتِ بشریت و انانیت کے رفع ہونے کے بعد کلمہ طیبہ کا کثرت سے ذکر کرنا چاہیے۔ جس وقت انوارِ خداوندی جل شانہ کا غلبہ ہوتا ہے تبھی سالک کے اوصاف و اخلاق میں شکستگی میسر ہوتی ہے، جس کا اشارہ اس آیت کریمہ سے ملتا ہے إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةً أَهْلِهَا أَذِلَّةً” (بے شک کوئی بادشاہ جب کسی (علاقہ کو فتح کرتا ہوا اس) بستی میں داخل ہوتا ہے تو موجودہ انتظامات کو درہم برہم کر دیتا ہے اور اس وقت جو لوگ عوام میں بڑے عزت والے مانے جاتے ہیں ان کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔)



## یوم جمعہ، تاریخ ۱۸ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ایک عزیز کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا آیت کریمہ رَجَالَ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ (ایسے مرد ہیں کہ جنہیں نہ کوئی تجارت اللہ کے ذکر سے غافل کر سکے اور نہ خرید و فروخت) ذکر قلبی کے دوام کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور آیت کریمہ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ (کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے غرض ہر حال میں اللہ کا ذکر کیا کرو) سے بھی ذکر قلبی پر مداوت کا حکم مفہوم ہوتا ہے۔ کیونکہ دل میں ذکر کرنا تو ہر وقت میسر ہو سکتا ہے لیکن زبان سے ہمیشہ ذکر کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اسی درمیان اخوان صاحب نے عرض کیا کہ اگر کسی بزرگ نے اپنا جانشین نہ مقرر کیا ہو، اس کے انتقال کے بعد مشائخ وقت کسی کو ان بزرگ کی جگہ پر بٹھادیں اور ان بزرگ کا خرقہ و کلاوہ اس شخص کو پہنادیں تو کیا اس میں ان کی برکت و نسبت پیدا ہو جائے گی؟ حضرت والا نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے۔ اس کے بعد نقل فرمایا کہ ایک بزرگ نے وفات پائی، انہوں نے کسی کو اپنی زندگی میں خلافت نہیں دی تھی اور ان بزرگ کے انتقال کے بعد لوگوں نے جمع ہو کر ایک شخص کو ان بزرگ کا جبہ و دستار پہنا دیا۔ اسی وقت اس شخص پر انہیں بزرگ کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور اسی ترک و تجرید کے مرتبہ پر وہ پہنچ گیا۔ اور حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک بزرگ نے انتقال کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میرے بعد چالیسویں دن جب لوگ جمع ہوں گے تو غیب سے ایک پرندہ آئے گا، وہ جس کے سر پر بیٹھ جائے گا وہی میرا خلیفہ ہوگا۔ حاضرین یہ عجیب بات سن کر متحیر رہ گئے۔ اللہ جل شانہ کے حکم سے ان بزرگ کے اس واقعہ کے چالیسویں دن جبکہ لوگ اکٹھے ہوئے تھے، ایک پرندہ آسمان سے اڑتا ہوا اس مجمع میں آیا اور ایک بازاری پیشہ ور شخص کے سر پر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے دیکھا (خیال کیا) کہ یہ شخص خلافت و طریق کی اجازت کے لائق نہیں۔ لیکن ان بزرگ کی وصیت کا خیال کرتے ہوئے اس شخص سے لوگوں نے کہا کہ بزرگ نے تم کو خرقہ خلافت کی وصیت کی ہے۔ وہ شخص بولا کہ میں

بازاری آدمی ہوں، اس امر کے لائق نہیں ہوں۔ لیکن آخر کار لوگوں کے کہنے سننے سے اپنی اچھائی اسی میں سمجھی اور بولا کہ میں گھر جا کر لوگوں کے لین دین اور اہل معاملہ سے نمٹ کر آتا ہوں۔ پس وہ شخص بازار گیا اور لوگوں کے معاملات و مطالبات پورے کر کے واپس آ گیا اور ان بزرگ کا جبہ و دستار پہن لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی وقت نسبت باطنی سے سرفراز فرما دیا اور حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ شاہ عبدالرحمن قادری ایک بزرگ مرد تھے۔ ترک و تجرید میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ اکثر اوقات ایک بیل پر سوار ہوتے، چار روٹیاں اور پنیر ایک کپڑے میں کر کے اپنے سر پر باندھ لیتے اور چار پائی کا چھلنگا کپڑے کی جگہ پہن لیتے تھے۔ بڑے صاحبِ کرامات بزرگ تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے ان کی جگہ بیٹھے۔ لوگوں کا رجوع ان کی طرف ہونے لگا۔ شاہ عبدالرحمن کے مریدوں میں سے ایک شخص شاہ حسین نامی ایسے وقت جبکہ بہت سا مجمع حضرت پیر زادہ کی خدمت میں تھا، آیا اور اصرار کے ساتھ کہنے لگا کہ اگر ہمارے مرشد کا لباس وہ چھلنگا تبرک کے طور پر مجھے عنایت ہو جائے تو بڑی نوازش ہوگی۔ جب اس کا اصرار بڑھا، تو لوگوں نے کہا ”یہ دیوانہ ہے کہ چھلنگا مانگتا ہے۔ خیر دے دیا جائے۔ اسی وقت شاہ حسین نے وہ چھلنگا قیمتی خلعتوں سے بڑھ کر سمجھتے ہوئے پہن لیا۔ اسی وقت تمام لوگوں کی توجہ انہیں کی طرف ہو گئی اور وہ اپنے پیر کے قائم مقام بن گئے۔ اس کے بعد حضور پر نور میں محبوب کبریا سید ہر دوسرا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ و علی آلہ من الصلوٰۃ اتمہا و من التسلیمات اکملہا کے حلیہ مقدسہ کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت والا نے یہ شعر پڑھا۔

بصورتیکہ توئی کمتر آفرید خدا  
تراکشیدہ و دست از قلم کشید خدا

[ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو صورت شکل دی، اس سے کمتر دوسروں کو پیدا کیا، (یوں سمجھنا چاہیے کہ) اللہ نے آپ کو بنا کر قلم سے ہاتھ کھینچ لیا۔ ]

اس کے بعد ارشاد فرمایا ایک دوسرا شعر بھی یاد آیا ہے لیکن ادب کے تقاضے کے خلاف

ہے۔ لیکن بعض حاضرین مجلس کے اصرار پر آپ نے پڑھا جو یہ ہے:  
 تَوْبَايَسِ جَمَالٍ وَخُوبِي چَو بَطُورِ جَلُوهِ آتِي  
 اَرِنِي بَكُويدِ اَن كَس كِه بَكفَت لَن تَرَانِي

[تو اس جمال و خوبی کا مالک ہے کہ اگر طور پر جلوہ گر ہو، تو جس نے لن ترانی کہا وہ بھی ارنی کہہ دے]

### یوم ہفتہ، تاریخ ۱۹ جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

حضور میں حاضر ہوا۔ اسی درمیان ان شبہات کا جو بعض عزیزوں نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے کلام پر کئے ہیں، ذکر آ گیا، تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ فضیلت پناہ مولوی سید محی الدین رحمۃ اللہ علیہ والا حضرت (مظہر جانِ جاناں) شہیدؒ کے برگزیدہ و منتخب اصحاب و احباب میں سے تھے، مولوی فخر الدین چشتیؒ کی زبانی نقل فرماتے تھے کہ مولوی صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ان اعتراضات کا جواب (جن کا اوپر ذکر ہوا) جیسا خود حضرت مجدد نے مکتوبات شریف ہی میں تحریر فرما دیا ہے کسی سے نہ ہو سکے گا۔ اس کے بعد فرمایا جانتے ہو کہ مولوی غلام محی الدین کیسے شخص تھے؟ یہ جنیدی بزرگ تھے۔ ان کا صبر و توکل اور قناعت و ریاضت جنیدی بزرگوں کے مثل تھی۔ گویا وہ حضرت سید الطائف جنید قدس سرہ کی خانقاہ سے تھے۔ (بعض ناواقف لوگ کہتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب قبلہ ان کے پاس کیوں نہیں تشریف لاتے ہیں؟ وہ (مولوی سید محی الدین) کہتے تھے کہ لوگوں میں عقل نہیں، پیرزادگی سے کیا ہوتا ہے؟ وہ حضرت غوث الاعظم کی اولاد میں سے تھے۔ مولوی باب اللہ صاحب مرحوم نے، جو ان کے استاد تھے، ارادہ کیا کہ بغداد شریف میں حاضر ہوں۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے واقعہ میں (یعنی مشاہدہ میں) ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس میرا بیٹا غلام محی الدین موجود ہی ہے، یہاں آنے کی حاجت نہیں ہے۔

### یوم اتوار، تاریخ ۲۰ جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

غلام قبلہ انام کے حضور پر نور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے دروازہ ہی پر سے عاصی پر



معاصی کے آداب فدویانہ پر نگاہِ خداوندانہ بکمال الطاف ڈال کر ارشاد فرمایا کہ دو روز ہوئے ہیں کہ اس شخص کے لطیفہٴ نفس پر توجہ ڈالی تھی۔ لطیفہٴ مذکور کے انوار اس کی پیشانی سے دور ہی سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ سبحان اللہ! جناب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عجب عنایتیں ہیں کہ جس مقام پر توجہ ڈالتا ہوں اس مقام کے انوار اسی وقت سالک پر وارد ہونے لگتے ہیں۔ یہ تمام پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم کی عنایات ہیں۔

## یومِ پیر، تاریخ ۲۱ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ ہجری

فدوی محفل منزل میں باریاب ہو کر حضور والا کے دیدار فیض آثار کے شرف سے مستفیض ہوا۔ حضرت والا نے اس شکتہ و دل خستہ سے خطابِ مستطاب (برگزیدہ خطاب) فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نسبت عالیہ میں کمال بے رنگی حاصل ہوتی ہے، اور یہ تمام ذوق و شوق ولایت قلبی سے متعلق ہے۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ اس طریقہٴ نقشبند یہ میں ذکر شرط ہے۔ اور نگہداشتِ خواطر، وقوفِ قلبی اور بازگشت اور مرشد کی نظر و توجہ اس راہ کے ارکان میں سے رکنِ اعظم ہے۔ اس کے بعد حضور میں اس بات کا تذکرہ چھڑا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ بسم اللہ کی 'ب' میں تمام علوم پوشیدہ ہیں، بلکہ اس کے نقطہ میں۔ حضرت والا نے یہ رباعی پڑھی:

دِلْ گُفْتُ مَرَا عِلْمٌ لَدُنِّي هَوَسٌ اسْت

تَعْلِيمٌ كُنْ اِذَا دَسْتَسْ اسْت

گُفْتُ كِهْ اَلِفٌ گُفْتُ دِگَرِ گُفْتُمُ چِجْ

دِرْخَانِ اِذَا كَسُّ اسْت يَكْ حَرْفٌ بَسْ اسْت

[دل نے کہا کہ مجھے علم لدنی کی ہوس ہے۔ مجھے سکھاؤ اگر اس پر تمہیں دسترس ہو۔ میں

نے کہا کہ ہوالف۔ کچھ اور کہنا بیکار ہے (کیونکہ) اگر گھر میں کوئی ہو تو ایک حرف کافی ہے]

راقمِ عنفی عنہ کہتا ہے کہ تمام علوم کا نقطہ میں جمع ہونا بظاہر اس معنی میں بھی ہو سکتا ہے کہ جو

خط کھینچا جاتا ہے اس کا مبداء نقطہ ہی ہوتا ہے پہلے نقطہ پڑتا ہے، اسی کو پھیلا کر خط کھینچتے ہیں۔ پس علم

جو کہ خط سے سمجھا جاتا ہے اور (وہ) خط نقطہ میں موجود ہے۔ اس کے بعد حضور (کی مجلس) میں مجاہدات و ریاضات و ترک و تجرید کا تذکرہ چھڑا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہم لوگوں سے کچھ نہیں ہو پاتا، دن کو باتوں میں مصروف رہتے ہیں اور رات کو سو جاتے ہیں۔ اور اس راہ میں خاموش رہنا اور شب بیداری درکار ہے۔ قلت طعام اور مخلوق سے گوشہ نشینی اختیار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ معرفت کا کوئی درکھلے۔ پس یہ شعر پڑھا:

جاں بَدہ و جاں بَدہ و جاں بَدہ  
فائدہ در گفتن بسیار چست

[جان دے دو، جان دے دو، جان دے دو۔ زیادہ کچھ کہنے سے کیا فائدہ؟]

## یوم منگل، تاریخ ۲۲ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔ اس وقت مکتوبات قدسی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا درس ہو رہا تھا۔ (مکتوبات قدسی میں) تحریر تھا کہ مراقبہ احدیت کی ابتدا اسم مبارک اللہ سے کرتے ہیں کہ (وہ) ذات تمام صفات کمال کی جامع اور نقصان اور زوال سے پاک ہے۔ بغیر صفات کا لحاظ کئے ہوئے کہ اللہ سننے والا ہے یا دیکھنے والا ہے یا جاننے والا ہے، یا ہر ایک پر قدرت رکھتا ہے۔ پس مولوی شاہ محمد عظیم صاحب نے عرض کیا کہ صفت سمع و بصر و علم و قدرت وغیرہ کا لحاظ نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت والا نے فرمایا کہ اس مراقبہ میں اس ذات کا لحاظ کیا جاتا ہے جو تمام صفات کی جامع ہے، نہ کہ صفات میں سے کسی صفت کا کیونکہ ذات سے جو بالذات مقصود ہے، صفات کی طرف جو مقصود بالعرض ہے، توجہ کرنا گویا مطلوب عرضی کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ (یعنی اس مراقبہ میں ذات اقدس باری تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے نہ کہ اسماء و صفات مبارکہ کی طرف۔)

## یوم بدھ، تاریخ ۲۳ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ محبوب حقیقی کے ذاکرین

اور مطلوب حقیقی کے عابدین جو دن رات پروردگار کی یاد میں مصروف اور اسی شمع دل افروز کی عبادت میں لگن رہتے ہیں۔ ان کا کہنا یہی ہوتا ہے کہ لِيُرَيْنَنَّ اللَّهُ مَا أَذْكُرُهُ (اللہ دیدار کرانے گا اپنا، اُن کو جو اسکو یاد کرتا ہے) افسوس صد افسوس کہ ہم کھانے پینے کی فکر میں مشغول ہیں۔ پس ہمیں کہنا چاہیے لِيرَيْنَنَّ اللَّهُ مَا أَكَلْ وَأَشْرَبَ اس کے بعد حضور میں ”فقیر“ کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ الْفَقِيرُ مَنْ خَلَا عَنِ الْمُرَادِ لَا مَنْ خَلَا عَنِ الزَّادِ (فقیر دراصل وہ ہے جو مراد سے خالی ہونہ کہ وہ جو زاد سے (اسباب سے) خالی ہو، اس کے بعد صبر و قناعت کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ خواجہ ناصر رحمۃ اللہ علیہ کمال صبر و قناعت رکھتے تھے، تمکین کا پہاڑ تھے کہ فاقوں پر فاقے کرتے تھے اور اپنی جگہ سے ہلتے تک نہ تھے۔ اپنے دونوں زانوں کو رسی سے باندھ کر زمین پر بیٹھتے تھے تاکہ اٹھنے کا خیال ہی نہ آئے، اور ہمیشہ حق جل و علا کی بارہ گاہ میں یہی التجائیں کرتے تھے کہ اے اللہ! اگر میں اولادِ فاطمہؑ میں سے ہوں تو فاقہ میرے گھر سے نہ رخصت ہو اور میرے رزق میں کشادگی نہ ہو۔ حضرت خواجہ میر درد جو اُن کے بیٹے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تمام عمر میں ڈیڑھ فاقے نصیب ہوئے ہیں۔ پورا یعنی بائیس روز کا دوسرا جو نصف تھا، وہ پندرہ روز کا تھا۔ سبحان اللہ! فاقے کرنا بھی عجیب نعمت ہے۔ جسے اس کی برداشت ہو کہ فاقہ کرنے سے صفتِ صمدیت ظہور کرتی ہے اور اسی وجہ سے فاقہ کی رات کو صوفیا کی شبِ معراج کہا ہے۔ اس کے بعد حضور میں توحید و جود کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ محی الدین ابن عربی کا مقولہ ہے کہ الْعَالَمُ أَعْرَاضٌ مُجْتَمِعَةٌ فِي عَيْنٍ وَاحِدَةٍ ذَاتٍ وَاحِدَةٍ (جمع ہونا عالم کہلاتا ہے) اور وہ صوفیا جو کہ ہمہ اوست کے قائل ہیں ان کے کلمات اور ان کی بات چیت بظاہر شریعت کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ لیکن حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانیؒ اور ان کے تبعین پر جو حالات مکشوف ہوئے ہیں ان کا ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن طریقت سے پیراستہ تھا۔ ان کا فرمان ہے کہ معارف جو بال برابر بھی شریعت کے خلاف ہوں وہ رتی بھر کے عوض بھی ہم نہیں لیتے۔ اور ذکرِ خفی و قوفِ قلبی سے جو نسبت حاصل ہوتی ہے جن کو حضور و آگاہی اور

جمعیت کہتے ہیں، وہ البتہ قابل اعتبار ہے۔ اور دوسرے طریق کے اکابر ان احوال کا اعتبار کرتے ہیں، جو ذکر جہر اور سماع سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہ بزرگان (طریق نقشبندیہ) ان کو غیر معتبر شمار کرتے ہیں۔ لہذا دوسرے صوفیا ان کے مکشوفات پر معترض ہوتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے معارف سمجھنے سمجھانے سے اعلیٰ ہیں اور سمجھنے اور سمجھانے سے بالا۔

## یوم جمعرات، تاریخ ۲۴ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ھ ہجری

بندہ حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا سبحان اللہ! حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے پڑھنے سے عجیب فیض و برکات کا ظہور ہوتا ہے۔ افسوس کہ لوگوں نے ان برکات کے دیکھنے سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ کل چند احادیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مناقب میں پڑھی گئیں۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ غسل سے زیادہ طہارت جسم کو حاصل ہوئی اور دل کو بلند ترین تصفیہ سے زیادہ تر لطافت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں ہر روز اپنے خیال ہی میں مدینہ منورہ حاضر ہو کر روضہ شریف کے طواف سے مشرف ہوتا ہوں اور آرزوئے چشم کی پلکوں کی جھاڑو سے مرقد مطہر کی خاک صاف کرتا ہوں اور اس خاک پاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتا ہوں اور قبہ منورہ کے طواف پر جان نچھاور کرتا ہوں۔ کبھی اس آستانہ جان بخش کو چومتا ہوں اور کبھی اس حیات کی خاک پر اپنی پیشانی رگڑتا ہوں۔ افسوس صد افسوس۔

کفِ پاہرِ زمینے چو رسد تو نازنین را

بہ لب خیال بوسم ہمہ عمر آن زمیں را

[ تجھ جیسے نازنین کے کف پا جس زمین پر پہنچتے ہیں، میں تمام عمر خیال کے لبوں سے ان کو

چومتا رہتا ہوں ]

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرے احوال حضرت شہید نور اللہ مرقدہ المجید کے

اس شعر کے حسب حال ہیں۔

اگر چہ طاقت یک گردش نگا ہم نیست  
خدا کند ہمہ نازش بجان من باشد  
[اگر چہ ایک گردش چشم کی بھی مجھ میں طاقت نہیں لیکن خدا کرے کہ

اس کے تمام ناز میری ہی جان پر ہوں]

یہ بھی فرمایا کہ کوچہ دلربا کے طواف کا عاشق شیدا اگر چہ بظاہر وہاں تک نہیں پہنچ پاتا۔ خیال ہی خیال میں پہنچ جاتا ہے۔ میں یار کی بارگاہ سے ٹھٹھا ہوا ہوں اور اس جو اسے ہی دور ہوں۔ ہر بار (درد کے) شعلوں سے بھری ہوئی آہ زبان پر آتی ہے اور جلا دیتی ہے اور ہر ساعت حرارت سے لبریز نالہ نکلتا ہے جو جان میں آگ لگا دیتا ہے۔

بَنَامَهُ کہ بہ لیلیٰ خیال مجنوں بُرد

بَانِ کَرِشْمَہ کہ لیلیٰ بُرد نَمُودِ نِیَارِ

[لیلیٰ کا خط جو مجنوں کو اس کے خیال میں لے گیا، اس پر کرشمہ یہ ہوا کہ لیلیٰ چادر میں

لبوس ظاہر ہوئی اور وہ (مجنوں) اس پر نثار ہو گیا]

اس غمزہ (آنکھ کے اشارے) کے خنجر کا تصور ہی فرقت کے (درد میں) مقتولوں کے دلوں پر بے نشان زخم ڈالتا ہے اور اس کے ناز و انداز کی تلوار کا خیال ہجر کے ماتم زدوں کے سینوں کو زخمی کرتا ہے۔

جب چاشت کے وقت اسی دن بندہ حلقہ میں حاضر ہوا، تو حلقہ کے درمیان کوئی جگہ باقی نہیں تھی۔ چنانچہ بندہ فقراء کے پس پشت بیٹھ گیا جو محفلِ اغنیا میں صدر نشینی سے بہتر ہے، تو حضرت والا نے اس کترین درویشاں کی طرف نگاہ کر کے یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

فَرِیضَہ است کہ تُو آمدنِ بدرگہ دوست

اگر درونِ ندہد بار آستاں دریاب

[دوست کی بارگاہ میں حاضری دینا ہی تیرا فرض ہے، اگر اندر تک رسائی نہ ملے تو چوکھٹ

چھولینا کافی ہے]

اس کے بعد اخوان صاحب کی طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا کہ آج حاضرین کے دلوں میں کون سی کیفیت وارد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ شکستگی و نیاز مندی کی کیفیت بہت طاری ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ چونکہ یہ رات حضرت خواجہ خواجگان، پیر پیراں، فانی عن سواء اللہ حضرت باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس مبارک کی ہے۔ اس لئے آنحضرت کی نسبت مبارک اور اس کی برکات جہاں پر چھا گئیں ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ امت محمدیہ کی چوتھائی تعداد ان کی مرید ہیں اور یہ مصرع زبان مبارک سے پڑھا۔

دل شکستہ بود گوہرِ خزینہ ما

[ٹوٹا ہوا دل ہی ہمارے خزانے کا گوہر ہے]

اس کے بعد فرمایا کہ اکثر اوقات اپنے تمام وجود کو تصور کے آنکھ کی پتلی بنا کر جناب باری میں سجدہ ادا کرتا ہوں اور کبھی اپنے دل کے دل سے سجدہ ادا کرتا ہوں اور اپنے خیال سے ایسے سجدے کثیر تعداد میں کرتا ہوں۔ اس حد تک کہ اپنے وجود کا نام و نشان تک نہیں چھوڑتا۔ پھر اپنے کو زندوں میں شمار کرتا ہوں۔ یہی عمل بجالاتا ہوں۔ پھر یہ اعمال اس وقت تک کرتا رہتا ہوں جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔

یوم جمعہ، تاریخ ۲۵ جمادی الاخرہ ۱۲۳۱ ہجری

فدوی محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا جناب ”محبوب“ کے اکثر عشاق اور مطلوب کے دیدار کے طالب جنہوں نے وفانہ دیکھی اور جفا کا نشانہ ہی بنتے رہے ہیں، درد کے خنجر سے مقتول اور عمکے تیر سے مجروح ہیں، کہتے ہیں کسی

جُزْ تَرْکِ عِشْقِ یَا رِ سْتَمْگَارِ چارہ نیست

آخردل است جان من این سنگِ خارہ نیست

(اُس یارِ ستمگر کے عشق کو ترک کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔۔ اے میرے دوست! یہ آخر دل ہی تو ہے،  
سنگ خارہ (چٹانی پتھر) تو نہیں۔)

لیکن میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ بات نہایت بے ادبی کی ہے اور بیحد گستاخانہ گفتگو ہے۔  
البتہ میں اسی غزل کا حسن مطلع (یعنی پہلے مطلع کے بعد جو مطلع آتا ہے) پڑھتا ہوں کہ۔

رُوئے عَرَقِ فِشَانٍ تَوَكَّرْدَايِنِ چُنِيں مَرَا  
تَقْصِيْرِ آفْتَابِ وَگَنَاهِ سِتَارَه نِيست

[تو نے میرے ساتھ کچھ ایسا کر دیا ہے کہ (میرے) چہرے سے پسینہ پھوٹ پڑا، اس  
میں آفتاب و ستارہ کی کوئی خطا نہیں ہے]

اس کے بعد فرمایا کہ چہرے سے مراد ذاتِ محبوب ہے، اور پسینہ سے صفات و شیونات  
مقصود ہیں۔ حاصل (کلام) یہ کہ وہ محبوب جو ہر دم نئے نئے جلوے اور عجیب عجیب ناز و انداز  
دکھاتا رہتا ہے اس کے عشق نے مجھ کو بے سرو سامان، گھرویران، بکھرے ہال، پریشان حال، (کر  
رکھا ہے اور اسی کے غم نے) دل کو تڑپا رکھا ہے، آنکھوں کو زلا رکھا ہے، سینہ کو بی اور لبوں پر آہ و نالہ  
ہے، دل و جان اسی کی آگ میں بھن رہے ہیں۔ جیب و گریباں پھٹے ہوئے ہیں، اسی کے درد  
انیس و جلیس (ہمہ وقت کے ساتھی) ہیں، (میرے اس حال کو پہنچے میں) نہ تو آفتاب کی گردش کا  
قصور ہے اور نہ ستاروں کی برہنگی (کی وجہ ہے) حالانکہ نجومیوں نے سعادت اور نحوست کو سبع  
سیاروں کی گردش پر موقوف کر رکھا ہے۔

یوم ہفتہ، تاریخ ۲۶ جمادی الآخرۃ ۱۴۳۱ھ ہجری

بندہ حضور فیض گنچور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ایک شخص کو مراقبہ اقرابت کی تلقین

فرمائی جس میں آیت کریمہ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ

[ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔] کے معنی کا لحاظ رکھنا مراد ہے۔

## یوم اتوار، تاریخ ۲۷ جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

حضور پر نور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ تم حضرت قبلہ عالی سیر خواجہ محمد زبیر کے تحت شریف کے لئے گئے تھے۔ ان کی نسبت کو معلوم کیا؟ میں نے عرض کیا کہ ان کی نسبت شریفہ تو اس قدر جلوہ گر ہوتی ہے کہ گویا مجھے آسمان پر لے جاتی ہے جہاں کا ہر سنگریزہ نار کی جگہ نور بن کر چمکتا ہے اور ہر درخت شجرہ طور کا منظر پیش کرتا ہے۔ اس مکان کا ہر فحل (درخت) (پھل) ہاں کی جگہ محبت باری تعالیٰ عطا کرتا ہے۔ اس خاک کا ذرہ ذرہ نور ہی نور ہے۔ حضرت والا نے فرمایا۔ ”سبحان اللہ! کیا کہنا اور ان کی مدحت کے موتی کس طرح پروئے جائیں۔“

## یوم پیر، تاریخ ۲۸ جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

فدوی اس محبوب سبحانی قیوم زمانی کے در دولت پر حاضر ہوا۔ حضرت والا نے صرف توجہ ڈال کر رخصت فرمایا۔

## یوم منگل، تاریخ ۲۹ جمادی الآخرۃ ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اکڑوں بیٹھتا ہے تو لفظ ”محمد“ کی شکل بن جاتی ہے۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ اس ڈھنگ سے کہ ”میم“ کی صورت اور دونوں شانے ”حا“ اور کمر دوسری ”میم“ کے حلقہ کی طرح اور دونوں پنڈلیاں اور قدم ”دال“ کے مثل بن جاتے ہیں۔ (اس لئے) اسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مراقبہ اسی طرح بیٹھ کر کرتے ہیں، جس سے بڑا فیض وارد ہوتا ہے۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ذکر قلبی کے وقت خیال کرنا چاہیے کہ تجلی افعال کا جو فیض حضرت سید البشر علیہ صلوات اللہ علیہ الملک الاکبر کے قلب مبارک سے حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کے قلب مبارک میں پہنچا ہے، میرے دل میں بھی آرہا ہے۔ اور لطیفہ روح کے ذکر کے وقت تصور کرے کہ تجلی



صفاتِ ثبوتیہ الہیہ کا جو فیض حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح مبارک سے حضرت نوح و حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام (ہمارے نبی پر اور ان دونوں پر صلوٰۃ و سلام ہو) کی روح مبارک میں پہنچا ہے۔ میرے لطیفہ ”روح“ میں بھی وارد ہو رہا ہے۔ لطیفہ ”سِر“ کے ذکر کے وقت خیال کرے کہ شیونات ذاتیہ الہیہ کا جو فیض کہ حضرت سید العالمین علیہ افضل صلوات المصلین (ان پر درود بھیجنے والوں کی بہتر درود نازل ہو) کے لطیفہ ”سِر“ مبارک سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ صلوٰۃ اللہ کے ”سِر“ مبارک میں پہنچا ہے میرے لطیفہ ”سِر“ میں بھی آ رہا ہے۔ لطیفہ ”خَفِی“ کے ذکر کے وقت خیال کرے کہ تجلی صفات سلبیہ الہیہ کا جو فیض حضرت سرور ہر دوسر اعلیہ صلوات اللہ الملک الاعلیٰ کے لطیفہ ”خَفِی“ سے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ اتمہا و اکملہا کے لطیفہ ”خَفِی“ میں پہنچا ہے میرے لطیفہ ”خَفِی“ میں بھی وارد ہو رہا ہے اور ”اَخْفِی“ کے ذکر میں اس بات کا لحاظ رہنا چاہئے کہ شان جامع الہی کا جو فیض حضرت خاتم پیغمبر اعلیہ صلوات اللہ الملک المنان (ان پر اللہ الملک المنان کی رحمتیں ہوں) کے لطیفہ ”اَخْفِی“ سے (براہ راست) میرے لطیفہ ”اَخْفِی“ میں وارد ہو رہا ہے۔ ان مراقبات سے نسبت میں بڑی ترقیاں نصیب ہوتی ہیں۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ لطائف میں سے جس لطیفہ کا ذکر کرے، تو اپنے مرشد اور ان کے مرشد (اس طرح) جناب آنحضرت علیہ التحیات تک کے لطیفہ کو اپنے اس لطیفہ کے مقابل تصور کر کے حضرت سید البشر علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر کے اسی لطیفہ شریفہ کے فیض کو ان (مذکورہ) آئینوں کے واسطے سے اپنے لطیفہ میں اخذ کرے۔

اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ طالب کو چاہئے کہ ہر گھڑی اور ہر لمحہ اپنے مطلوب کے خیال میں ہی مگن رہے اور اس کے جلوہ کا انتظا کرتا رہے۔ پھر دل فیض منزل سے ایک آہ کھینچی اور فرمایا کہ یہ اشعار درد آلود اور یہ آیات غم آلود ہی ہم جیسے فراق یار کے مضطربوں اور اشتیاق نگار کے بے قراروں کے حسب حال ہیں۔

زگرمی ہائے دوشین تو اِمْشَبِ یادی کَرْدَمِ  
 سَپَنَدِ آساز جامی جستم و فریادی کَرْدَمِ  
 فریبِ خویش میدادم کہ ایک یاری آید  
 بہرِ آواز پائے خاطر خود شاد میگردم

[ کل کی تیری گرم جوشی کو آج رات میں یاد کر رہا تھا۔ کالے دانے کی طرح اپنی جگہ سے اچھل اچھل کر فریاد کر رہا تھا۔ میں خود کو فریب دے رہا تھا کہ یار ”ابھی آیا جاتا ہے“ ہر آہٹ پر اپنے دل کو خوش کرتا تھا کہ ”وہی ہے“۔ ]

اس کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت والائے ارشاد فرمایا کہ نوع انسان میں جس قسم کے کمالات کا ہونا ممکن ہے وہ ان پر جلوہ ریز ہوئے۔ سوائے نبوت کے کہ وہ حضرت خاتم المرسلین علیہ من الصلوٰات اتمہا پر ہی ختم ہو گئی ہے۔ وہ (حضرت مجدد) جمال پیغمبر کے مطلع اور کمال سید البشر علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر (اللہ الملک الاکبر کی رحمت ان پر ہو) کے مظہر ہیں۔

ہر لطافت کہ نہاں بُود پسِ پردۂ غیب  
 ہمہ در صورتِ خوب تو عیاں ساختہ اند  
 ہر چہ بر صفحہٴ اندیشہ کشد کُلکِ خیال  
 شکلِ مطبوع تو زیبا تر ازاں ساختہ اند

[ جو لطافتیں کہ پردۂ غیب کے پیچھے پوشیدہ تھیں، تیری حسین صورت میں انہیں ظاہر کر دیا گیا ہے، خیال کا قلم وہم و اندیشہ کے صفحہ پر جتنی حسین تصویر بنا سکتا ہے، تیری صورت کو اس سے زیادہ دلکش بنایا گیا ہے ]

## یوم بدھ، تاریخِ کیم رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور فیض گنخور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا کو حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں (چند) مشائخ نے طلب کیا تھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جہاں مجلس سماع اور وجد و تواجد ہوتا ہو، ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے۔ خواہ بزرگانِ دین میں سے کسی بھی بزرگ کی فاتحہ ہو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: ہا! ہا! مجھ سے کیا خطا سرزد ہو گئی کہ صبح ہی صبح مجھے بدعت کی مجلس میں بلایا گیا ہے۔ البتہ اس خیال سے بہت خوش ہوں کہ مجھے مرد فقیر سمجھ کر فقراء کی مجلس میں بلایا گیا ہے۔“ اس کے بعد نسبتِ اویسی کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جس شخص کو پیغمبر خدا ﷺ یا کسی بزرگ کی نسبتِ اویسی طلب کرنا ہو اس کو چاہیے کہ ہر روز تخیلہ میں دو گانہ (یعنی دو رکعت نفل) ادا کرے پھر اس بزرگ کی فاتحہ کر کے ان بزرگ کی روح کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائے۔ چند روز میں یہ نسبت ظاہر ہونے لگے گی۔ یا نمازِ عشاء کے بعد عالمِ خیال میں حضرت سرور عالم ﷺ کے دستِ مبارک اپنے ہاتھوں میں لے کر بیعت کرے اور کہے۔ ”اے اللہ کے رسول میں آپ کے دستِ مبارک پر پانچ باتوں کی بیعت کرتا ہوں:

ایک یہ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں،

دوسرے یہ کہ میں ہمیشہ نماز قائم رکھوں گا،

تیسرے یہ کہ میں برابر زکوٰۃ ادا کرتا رہوں گا،

چوتھے یہ کہ ہر رمضان کو پابندی سے روزے رکھوں گا، اور

پانچویں یہ کہ اگر مجھ میں استطاعت ہوئی تو ضرور حج بیت اللہ کا شرف حاصل کروں گا۔“

یہی عمل ہر رات کرتا رہے۔

## یوم جمعرات تاریخ ۲ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

غلام اس ہادی خاص و عام کے حضور حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جو طالب

متوسط استعداد ہو مرشدِ کامل کھل کی توجہ سے دس سال کے عرصہ میں اس طریقہ شریفہ مجددیہ کا سلوک تمام کر لیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ خصائلِ رذیلہ کا (یعنی جو بُری عادتیں کہ انسان میں ہوتی ہیں) اچھی عادتوں میں بدل جانا ناممکن سا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جو خصلتیں انسان کی جبلت (یعنی فطرت) میں پڑ جاتی ہیں۔ ان کا جانا بہت دشوار ہے اور ان کے علاوہ جب تک سالک اخلاقِ خداوندی سے متعلق نہ ہو جائے (یعنی ان پاکیزہ خصائل سے متصف نہ ہو جائے) پھر ان طریقت کے زمرہ میں شمار نہیں ہوتا۔ اس کے بعد حضور میں نسبت کے پہچاننے کے بارے میں ذکر آیا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اس بڑی شان والے پاک بے نیاز نے مجھے ایسا ادراک اور وجدان عطا فرمادیا ہے کہ پورا جسم گویا دل بن گیا ہے، کوئی شخص کسی جانب سے آئے خواہ سامنے سے یا دائیں سے یا بائیں سے، بہر حال اس کی باطنی نسبت کو معلوم کر لیتا ہوں اور فوراً دیکھ لیتا ہوں۔

### یوم جمعہ، تاریخ ۳ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور فیضِ گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا مولوی شیر محمد و مولوی محمد عظیم سلمہا اللہ تعالیٰ پر علاوہ عنصرِ خاک کے بقیہ تین عناصر پر توجہ ڈال رہے تھے۔ اور فرمایا کہ اس جگہ مسمائے اسم الباطن کا مراقبہ کیا جاتا ہے کہ مسمائے اسم الباطن ہی مبداءِ فیض اور عناصرِ مٹلاشہ اُس کا مؤثرِ فیض ہیں (یعنی وہ ذات جس کا نام مبارک ”الباطن“ ہے اس ذات کا فیض عناصرِ مٹلاشہ (آب، آتش اور باد) پر وارد ہوتا ہے) اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصطلاح میں اس مقام کو ولایتِ علیہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ جس طرح مسمائے اسم الباطن کا مراقبہ کیا جاتا ہے اسی ڈھنگ سے اسم الظاہر کا مراقبہ لطائفِ سبعہ میں کرتے ہیں کہ اس مقام کا مبداءِ فیض مسمائے ”الظاہر“ ہے اور مؤثرِ فیض لطائفِ سبعہ ہیں۔ اگرچہ اسم الظاہر کے اس مراقبہ کی حضرت شہید (مرزا مظہر جانِ جاناں) نور اللہ مرقدہ الحجید (اللہ ان کی برگزیدہ قبر کو منور فرمائے) نے مجھ کو

تلقین نہیں فرمائی ہے لیکن مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم ہوا کہ اس جگہ یہ مراقبہ کیا جاتا ہے اور میں بعض طالبوں کو تلقین کرتا ہوں۔ چنانچہ میاں ابوسعید صاحب أسعدہ اللہ سبحانہ فی الدارین (اللہ پاک انہیں دونوں جہاں میں سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے) کو میں نے تلقین کی تھی اور حضرت والا نے اس بندہ لاشی کو بھی تلقین فرمایا تھا۔

## یوم ہفتہ، تاریخ ۴ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

حضور پر نور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مجھ نالائق پر اللہ کی جو بے شمار نعمتیں صادر ہوتی ہیں، ان عنایات کا کس زبان سے شکر ادا کروں۔ کہ لوگ بغداد و سمرقند و بخارا اور تاشقند وغیرہ سے حق جل و علا کی طلب میں یہاں آتے ہیں اور نسبتِ نقشبندیہ مجددیہ سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر ایک فیض حاصل کر لیتا ہے۔ میں ہوں کیا؟ یہ تو سب حضرت ایزد رحمان کی عنایات جناب مرزا جان جانوں کی توجہات کے واسطے سے ہیں جو اس کترین درویشاں کے حال پر ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ۔

گر بر تنِ مَنْ زباں شود ہر موی  
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

[اگر میرے جسم کے تمام بال زبان بن جائیں، تو بھی تیری ہزار ہا عنایتوں میں سے کسی ایک کا شکر میں ادا نہیں کر سکتا]

اس کے بعد فرمایا کہ میں اپنی کوتاہیوں پر اس قدر نگاہ رکھتا ہوں کہ اگر کوئی کتا میرے گھر آجاتا ہے، تو کہتا ہوں کہ ”اے اللہ! میری یہ حیثیت نہیں کہ تیرے مقربوں کو اپنی نجات کا وسیلہ گردانوں، (البتہ تجھ سے التجا ہے کہ) اس کتے کے واسطے سے جو تیری مخلوق ہے، میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھ پر عنایت کی نظر فرما۔ (یعنی حضرت شاہ غلام علیؒ اپنے آپ کو اتنا حقیر خیال کرتے تھے کہ اللہ کی ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق کو بھی اپنے سے بہتر تصور کرتے تھے) اسی دن سید احمد بغدادی جو

کہ حضرت غوث الاعظم رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَارِضَاهُ عَنَّا (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کو ہم سے راضی فرمائے) کی اولاد سے ہیں بغداد شریف سے اپنی مسند مشیخت ترک کر کے حضرت شاہ صاحب کے دست مبارک پر بیعت کے ارادہ سے منازل قطع اور مراحل طے کرتے ہوئے (دہلی) پہنچے۔ حضرت شاہ صاحب کے احوال انہوں نے (بغداد میں) حضرت کے بڑے خلفا میں سے مولانا خالد رومی مَدَّ ظِلَّهُمُ الْعَالِي کی زبانی سنے تھے۔ وہ (مولانا خالد) اس اقلیم (بغداد شریف) میں ہادی عالم اور پیشوائے بنی آدم ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا یہ محض اس سائر العیوب کی ستاری اور اس غافر الذنوب کی جرم بخشی ہے کہ اس معیوب کی پردہ پوشی فرمائے ہوئے ہے اور اس ناپاک مشیتِ خاک پر ابرِ رحمت کی بارش اور سحابِ مکرمت کی ترشح (بلکی بوندیں نپکنا) اس قدر فرما رہا ہے کہ میرا ہر قطرہ فیاضی میں دریائے محیط سے خراج لینے والا ہے، ورنہ میرا حال تو اس شعر کے مطابق ہے۔

نہ تَدْرُؤِیْمِ نہ طَاوُسِ نہ آئِیْمِ چرا

جہدِ صَّیَادِ پئے کندنِ بالِ و پرِ ماست

[نہ ہم چکور ہیں نہ مور اور نہ بلبل ہیں پھر کیوں صیاد کی کوشش ہمارے بال و پر نوچنے میں ہے]

اس کے بعد حلقہ میں تشریف فرما ہوئے اور نہایت ذوق و شوق کے ساتھ یہ شعر پڑھا۔

وحشی از عشق تو جان داد تو باشی زندہ

زندگی بخش کسے، عمر کسے، جان کسے

[دیوانہ نے تیرے عشق میں جان دے دی، لیکن تو زندہ ہے کہ تو کسی کو زندگی بخشتا ہے

کسی کو عمر اور کسی کو جان]

یوم اتوار، تاریخ ۵ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

بندہ محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ بات ہی کار آمد ہے کہ

چاروں طرف سے آئے ہوئے لوگوں کا ہجوم یہاں ٹھہرا ہوا ہے، جو تقریباً ایک سو چالیس نفوس پر مشتمل ہے جو راہِ خدا کے طالب ہیں اور روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ میرے دل میں یہ خطرہ (یعنی خیال) کبھی نہیں آتا کہ ان کے کھانے کے لئے روٹی اور ان کے پہننے کے لئے پوشاک درکار ہے (اور کہاں سے آئے گی) خدا کا شکر و احسان ہے کہ میرا دل دو جہاں کے تفکرات سے آزاد اور اس قسم کے خطرات سے پاک ہے۔ راقم کہتا ہے کہ ناصر علی کے اس شعر کے مصداق ہے کہ۔

بَجَعْتُمْ كَمَا سَرُّبَجْدَةٌ وَوَحْدَتٌ فَرُّوْ كُنْتُمْ

گَرَّيَا دُ دُوسْتِ سَيْنَةٍ بِهٖ خَارِدٌ وَضُوْ كُنْتُمْ

[جو جماعت کہ سجدہ وحدت ادا کرتی ہے (ان کا حال یہ ہے کہ) اگر دوست کی یاد بھی

دل میں آجائے تو (دوبارہ) وضو کرتے ہیں یعنی خیال وحدت میں کسی اور کی یاد آنا ان کے نزدیک نہایت برا ہے بلکہ ناقص وضو ہے]

کہاں یہ کہ بلند سیر کرنے والے کو غیر کا خطرہ ناممکن ہے۔ اسی درمیان اس آئیہ کریمہ

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (سورہ

الدھر آیت نمبر ۳) (بے شک ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ایک مخلوط نطفہ سے تاکہ ہم اسکو آزمائیں، پس ہم نے بنا دیا اس کو سننے والا، دیکھنے والا) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قدرتِ الہی کی مصوری اور کاریگری دیکھنے کے قابل ہے کہ کتنی اچھی صورتیں اور دلکش کاریگری فرمائی، گویا احسن تقویم کے قالب میں ڈھال دیا۔

ایک دن ایک ہندو لڑکا (جو) برہمن بچہ (تھا)، میری مجلس میں آیا۔ خوش رو و خوش پوش

تھا۔ اس مجلس کے تمام لوگوں کی نظر اسی کی جانب ہو گئی میں نے اس کی ہدایت کے لئے خوب خوب دعائیں کیں، آخر کار دعا مقبول ہوئی اور اس برہمن بچہ نے جملہ کفر کو پھاڑ کر ایمان کی خلعت پہن لی اور اپنی قیامت خیز قامت کو ایمان کے دلکش زیور سے آراستہ کر کے اور اپنے حسن کو نورِ اسلام سے جلا دے کر (یہاں سے) اٹھا۔

## یوم پیر، تاریخ ۶ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور پر نور میں حاضر ہوا۔ آج کا دن خواجہ خواجگان پیر پیران خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس کا دن تھا۔ اس کے بعد حضرت والا حضرت خواجہ کے حالات بیان فرمانے لگے کہ (جب) حضرت خواجہ کی عمر سترہ یا اٹھارہ سال کی تھی، ایک روز اپنے باغ میں جو میوؤں سے بھرا ہوا تھا اور اس میں پانی جاری تھا۔ تشریف فرما تھے اتفاقاً حضرت خواجہ کے سامنے ایک قلندر وارد ہوا اور پانی مانگا۔ حضرت اس کے لئے میوؤں سے بھرا ہوا ایک طبق اور بیٹھے پانی کا ایک کوزہ لائے۔ اس درویش نے میوے کھائے اور پانی پی کر حضرت خواجہ کے حق میں دعا کی، اسی وقت حضرت خواجہ کا دل دنیا سے اکتا گیا اور جو کچھ ان کی ملکیت اور قبضہ میں تھا اسے نکال دیا۔ پہلے علم حاصل کیا پھر طلبِ حقِ جل و علا میں مردانہ وار نکل آئے، یہاں تک کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریباً بیس سال ان کی خدمت مبارکہ میں فیوض و برکات حاصل کرتے رہے اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کر کے چھ ماہ ان کی خدمت میں رہے ہیں۔

اسی محفل میں یہ بھی فرمایا کہ مولانا بدر الدین سرہندی جو حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں، ایک عجیب روایت اپنی کتاب میں لکھی ہے کہ میں زمانہ کے اتفاق سے حضرت دہلی پہنچا، دیکھا کہ ایک باغ انوار و برکات سے پُر، راستہ کے ایک طرف واقع ہے۔ اس باغ میں پہنچا میں نے دیکھا کہ ہمارے حضرت خواجہ باقی باللہ کا مزار پر انوار وہاں ہے۔ حضرت خواجہ کی جانب متوجہ ہو کر میں نے مراقبہ کیا۔ حضرت خواجہ نے میرے حال پر عنایت فرمائی، اپنی مخصوص نسبتیں عطا فرمائیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کو گیا اور مراقبہ ہوا۔ حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت باقی باللہ سے تمہیں جو نسبت ملی ہے وہ ہماری ہی نسبت ہے۔ اس کے بعد حضرت سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو حاضر ہوا۔ حضرت



سلطان جی نے فرمایا کہ میری نسبت میں محبوبیت غالب ہے۔ اس کے بعد حسب اتفاق اجمیر شریف پہنچا اور خواجہ بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تم کو خواجہ باقی اللہ سے جو نسبت ملی ہے وہ ہماری ہی نسبت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت خواجہ! کبھی خواجہ باقی باللہ نے تو یہ نہیں فرمایا تھا کہ مجھے حضرات چشت سے نسبت ملی ہے اور آنجناب ایسا فرماتے ہیں اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور ان کی خدمت سے جو نسبت حاصل کی ہے وہ نسبت مجھ سے خواجہ قطب الدین نے اخذ کی اور حضرت خواجہ قطب الدین سے خواجہ باقی باللہ کو پہنچی ہے پس وہ نسبت درحقیقت حضرات خواجگان نقشبندیہ کی ہے جو مجھ تک پہنچی ہے اور مجھ سے حضرت خواجہ باقی باللہ تک پہنچی۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ بزرگ ہی کے واسطے سے ہندوستان میں (دین) اسلام نے رواج پکڑا۔ اور حضرت سے بڑی بڑی کرامات صادر ہوئیں اور آج کے دن تک صادر ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے بعد ایک حافظ سے ارشاد فرمایا کہ پانچ آیتیں پڑھ کر حضرت خواجہ کی فاتحہ پڑھیں۔ اور فرمایا کہ بزرگان نقشبندیہ کے طریقہ میں متعدد نسبتوں کا ظہور ہوا ہے۔ لیکن اصل نسبت حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

اس کے بعد ایک لطیفہ ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی نے کھانے کی ایک دیگ پکائی۔ حضرت مخدوم اعظم نے اس میں بہت نمک ڈال کر ان کی نسبت میں تیزی پیدا کر دی اور حضرت میر ابو العلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں لال مرچ ڈال کر اور بھی تیزی پیدا کر دی، پھر حضرت مجدد نے اس میں دہی ڈال کر کیفیت اور مزہ ہی دوسرا کر دیا کہ نسبتوں کی وہ تیزی اس طور پر باقی نہیں رہی۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے مشاہدہ میں دیکھا ہے کہ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مکان میں رونق افروز ہو کر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے لئے زندہ ہو کر آئی ہوں۔ اس کے بعد حضور میں اصحاب پیغمبر علیہ وآلہ وصحبہ صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر کی فضیلت کا تذکرہ ہونے لگا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ تمام

امت میں سب سے افضل اور اہل ملت میں سب سے اشرف حضرات خلفائے راشدین مہدیین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں کہ انہیں چاروں کے ذریعہ دنیا کے چاروں طرف ہدایت کا آواز پہنچا ہے۔ اس کے بعد عشرہ مبشرہ (یعنی وہ دس اصحاب کرام جن کو زندگی ہی میں سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت مرحمت فرمائی تھی) کا مرتبہ ہے کہ کسی نے ان کے کمالات کا عشرِ عشر بھی نہ دیکھا نہ اس کے مثل کچھ سنا۔ ان کے بعد شہدائے بدر کا درجہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک آسمانِ شہادت کا بدرِ کامل اور چرخِ ولایت کا مہتاب ہے۔ ان کے بعد بیعت الرضوان کے (حضرات) صحابہ کا درجہ ہے۔ جنہوں نے تحت الشجرہ (درخت کے نیچے) بیعت کر کے ایمان کی نہر سے سرسبز و شاداب ہوئے۔ اس کے بعد اصحابِ اُحد ہیں کہ امت کے تمام اولیاء ان میں سے کسی ایک کے برابر نہیں پہنچ سکتے۔ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ عَنَّا اس کے بعد تمام صحابہ رضوان اللہ الملک الوہاب کا مرتبہ ہے اور جن حضرات نے آں سرورِ زمین و زمان علیہ صلوات اللہ الرحمن کو نظرِ ایمان سے دیکھا ہے۔ وہ انہیں اکابر (یعنی صحابہ) کے زمرہ میں شامل ہیں اور اس بشارت سے شاد و بامراد ہیں۔

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بَابِهِمْ إِقْدَتَيْتُمْ إِهْتَدَيْتُمْ.

[میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جن کی بھی پیروی کرو گے راہ

ہدایت پالو گے] (حدیث)

اور آیت کریمہ نے ان کو جنت کی بشارت دی ہے کہ كُنَّا وَعَدَّ اللهُ الْحُسْنَى (ہر

ایک سے اللہ نے حسنی (بھلائی) کا وعدہ کیا ہے)۔

## یوم منگل، تاریخ ۷ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ ہجری

یہ کمترین فقر اس مرشد بے ریا کی بارگاہ میں باریاب ہوا۔ اس وقت حضرت امام ربانی، قیومِ زمانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوباتِ قدسی آیات کا درس ہو رہا تھا اور دنیا و اہل دنیا کی مذمت کا اس میں تذکرہ درج تھا کہ جو شخص دنیا میں پھنس گیا ہو اس کو قیامت کے دن سوائے حسرت و ندامت کے اور کچھ نہ حاصل ہوگا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ضرورت سے زیادہ کا

طلب کرنا دنیا ہے۔ نیز حضرت والا نے فرمایا کہ جو چیز بھی یا بحق سے غافل کر دے وہی دنیا ہے۔  
اور یہ شعر پڑھا۔

چیت دنیا و لباسِ دینوی؟  
از خدا غافل شدن اے مولوی  
چیت دنیا؟ از خدا غافل شدن  
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

[دنیا اور دنیا میں پھنسنا کیا ہے؟ اے مولوی! خدا سے غافل ہو جانا ہے۔ دنیا کیا ہے؟

خدا سے غافل ہو جانا۔ نہ کہ مال و اسباب اور سونا چاندی اور اہل و عیال]

اور یہ بھی فرمایا کہ ایک دن حضرت پیغمبر علیہ صلوة اللہ الملک الاکبر حضرت

سیدۃ النساء قرۃ عین الرسول الزہراء البتول رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ دیکھا کہ

حضرت سیدہ پاک کے دست مبارک میں چاندی کی چوڑیاں (یا کنگن) ہیں۔ آنحضرت (صلی اللہ

علیہ وسلم) نے فرمایا تمہیں یہ کیا ہو گیا کہ تم دنیا میں پھنس گئیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے گھر واپس آ گئے تو حضرت فاطمہؑ نے جو اپنے دوستداروں کو دوزخ سے باز رکھنے والی تھیں اپنے

ایک ہاتھ کی چوڑیاں اتار کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیج دیں۔ حضرت امام

الانبیاء علیہ وعلی آلہ صلوات اللہ الملک الاعلیٰ نے فقراء میں ان کو صدقہ کر دیا۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ اصحابِ صفہ میں سے ایک نے دنیا ت پائی۔ ان کی جیب

سے ایک درم نکلا۔ آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

کئی مِّنَ النَّارِ (آگ کا ایک داغ ہے)۔ اس کے بعد اصحابِ صفہ میں سے ایک دوسرے صحابی کا

انتقال ہوا اتفاقاً ان کے کپڑے میں سے دو درم نکلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیان

من النار (دوزخ کی آگ کے دو داغ ہیں)

اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ صحابہ میں سے بعض جیسے جامع القرآن

حضرت عثمان بن عفان اور صاحب رجا و خوف (حضرت) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بڑی دولت رکھتے تھے اور اکثر اصحاب کو حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دینوی جاہِ حشمت حاصل ہوئی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس بات سے ان کے قربِ خداوندی میں کوئی فرق اور کوئی کمی نہیں ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ اصحاب صُفَّہ کے حق میں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی من النار (دوزخ کے داغ) فرمایا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان حضرات نے ترک و تجرید (یعنی سب کچھ چھوڑ کر گوشہِ آخرت اختیار کرنے) کا دعویٰ کیا تھا اور ان کے اس دعویٰ کی راہ میں (ان درہموں ہی کے برابر سہی) خلل واقع ہو گیا۔ راقم (شاہِ رؤف احمد) عفی عنہ کا کہنا یہ ہے کہ اسی بات سے پتہ چلا کہ صوفی کے لیے اصحابِ صُفَّہ کی پیروی درکار ہے ورنہ وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہوگا۔ (یعنی پھر اس کا اعتبار باقی نہ رہے گا) اور قیامت کے دن ان کو بے حد حسرت و ندامت ہوگی۔ ہاں! جو محبوب کے حسن و جمال کا شیدائی و مائل ہے، دنیا اور اہل دنیا میں پھنسا اس کے حق میں ستمِ قاتل ہے۔ واقفِ اسرار حضرت فرید الدین عطار قدس سرہ نے ایک مقام پر کہا تھا اور کیا موتی نصیحت کے پروئے تھے۔ نظم۔

زہر دارد از دروں دنیا چو مار  
گرچہ ظاہر ہست پر نقش و نگار  
می نماید خوب و زیبا در نظر  
لیک از زہرش بود جانرا خطر  
زہر ایں مارِ منقش قاتل است  
باشد ازوے دور ہر کو عاقل است  
ہمچو طفلان مگر اندر سرخ و زرد  
چوں زناں مغرور رنگ و بو مگرد  
زال دنیا چوں عروس آراستہ  
ہر دو روزے شوے دیگر خواستہ

لب بہ بیش شوے خنداں میکند

پس ہلاک از زخم دنداں میکند

مُقبِل آن مردے کہ شد زیں جُفت طاق

پُشت بُرُوے کُرد دَاش سے طلاق

ترجمہ:

- ۱- دنیا اندر سے زہریلی ہے جیسے سانپ، اگرچہ اس کا ظاہر نقش و نگار سے آراستہ ہے۔
- ۲- نگاہوں کو تو وہ بہت حسین و جمیل دکھائی دیتی ہے، لیکن اس کا زہر جان لیوا ہے۔
- ۳- اس مُنقش سانپ (یعنی رنگین دنیا) کا زہر ہلاک کرنے والا ہے۔ جو عقل رکھتا ہے وہ اس نقش و نگار والے (سانپ) سے دور رہتا ہے۔
- ۴- بچوں کی طرح سرخ و زرد (یعنی رنگوں) پر فریفتہ نہ ہو، اور عورتوں کی طرح رنگ و بو کے دیوانے نہ بنو۔

- ۵- (یاد رکھو کہ) بوڑھی دنیا دلہن کی طرح آراستہ ہے، یہ دونوں (یعنی دنیا اور رنگ و بو کی دیوانی عورت) ہر روز نئے شوہر کی متلاشی رہتی ہیں۔
- ۶- شوہر کے سامنے خندہ لہی سے (یعنی ہنستی مسکراتی) پیش آ کر، انہیں دانتوں کے زخم سے ہلاک کر دیتی ہے۔

- ۷- وہی مرد، جواں مرد ہے جو ایسے جوڑے سے اکیلا رہے۔ اس کی طرف سے منہ پھیر کر اسے تین طلاقیں دے دے۔

اور جن صحابہ کو مال و منال اور جاہ و جلال ملا ہے انکو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ اپنے آئینہ دل سے ایسا میل دھو ڈالو، اس بات کو حضرت مولانا روم نے کیا ہی عمدہ طریقہ سے نظم فرمایا ہے۔

کارِ پا کاں راقیاس از خود مگیر

گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

[پاکیزہ لوگوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو (یعنی اپنا جیسا نہ سمجھو) جیسا کہ شیر

(درندہ) اور شیر (دودھ) لکھنے میں یکساں ہیں (مگر معنی میں کتنا فرق ہے)]

## یوم بدھ، تاریخ ۸ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

غلام اس قبلہ انام کی محفل میں حاضر ہوا۔ اس وقت جامع ترمذی شریف کا درس ہو رہا

تھا۔ یہ حدیث پڑھی گئی کہ

فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ

[حضرت عائشہؓ کو عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جیسی ثرید (یعنی شوربے) میں پکائے

ہوئے روٹی کے ٹکڑے) کو تمام کھانوں پر]

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اس حدیث پاک سے تمام عورتوں پر حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت ثابت ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کو جو فضیلت تمام عورتوں

پر حاصل ہے وہ از روئے علم، اجتہاد اور فقیہ ہونے اور ترک و تجرید اور انکے لیے آں حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی خاص محبت ہونے کی وجہ سے ہے۔ فرمایا ان کے ترک و تجرید کے باب میں روایت ہے

کہ ایک روز ان کے پاس سترہ ہزار درہم و دینار (درہم چاندی کا اور دینار سونے کا سکہ ہوتا ہے)

آئے۔ آپ نے ان سب کو اسی مجلس میں صدقہ کر دیا۔ ایک پھوٹی کوڑی بھی اپنے پاس نہ چھوڑی۔

اور جو فضیلت کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہے، وہ ان کے جگر گوشہ رسول ﷺ

ہونے کی بناء پر ہے اور حضرت مریم کو جو شرافت ملی وہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی ماں ہونے

کی بنا پر ملی ہے اور حضرت آسیہ کو جو علو مرتبت حاصل ہے وہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی

پرورش کی بنا پر ہے اور اس بناء پر کہ ان کو فرعون کے ہاتھوں بڑی تکلیفیں اور مصائب جھیلنے پڑے

تھے اور اس ظلمت کدہ میں جہاں ہر طرف سے کفر و ضلالت کی آندھیاں چل رہی تھیں مشعل ایمان

اور چراغ نور عرفان کو بجھنے نہ دیا۔ اس لیے حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو اعلیٰ مراتب پر پہنچا دیا۔

## یوم جمعرات، تاریخ ۹ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

بندہ محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت مولانا روم قدس سرہ کی مثنوی

شریف کا درس ہو رہا تھا۔ حضرت والا نے اس سے فراغت پانے کے بعد زبان گوہر فشاں سے فرمایا کہ تمام امت میں تین کتابیں ہیں جو اپنی مثال نہیں رکھتیں۔ پہلی ان میں سے کلام اللہ المجید ہے (یعنی قرآن شریف ہے) اس کے بعد بخاری شریف، اس کے بعد مثنوی مولانا روم ہے۔ کلام اللہ المجید اور بخاری شریف کے علاوہ اور کوئی کتاب مثنوی شریف کی جیسی نہیں ہے۔ جو اس مثنوی شریف پر عمل کر لے پیر طریقت کی تعلیم کے بغیر بھی وہ اسرارِ معرفت سے کافی حصہ پالے گا اور واصلین حق جل و علا کے زمرہ میں گردانا جائے گا۔ اس کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت مجدد جو کمالات رکھتے ہیں امت میں بہت کم کسی کو نصیب ہیں اور حق یہ ہے کہ اگر آپ تمام صاحب وحدۃ الوجود اولیاء اللہ پر توجہ ڈال دیں تو انہیں وجود کی تنگ راہ سے شاہراہ شہود پر لے آئیں اور یقین ہے کہ حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ جو اس طبقہ وجودیہ کے مجتہد ہیں، حضرت مجدد کی توجہ سے اس تنگ مقام سے اعلیٰ مقام پر ترقی کر جائیں۔ اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ پیرانِ طریقت و مرشدان حقیقت تین قسم کے ہیں:

ایک ارباب کشف (صاحب کشف) جیسے والا حضرت شہید نور اللہ مرقدہ المجید

دوسرے، ارباب ادراک۔

تیسرے، ارباب جہل جو کشف کے مطابق نسبت کا ادراک نہیں کر سکتے۔

اور ان تینوں طبقوں کے کمال میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اس کے بعد شیخ سعدی

شیرازی کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان میں ولایت سہروردیہ کے انوار تھے اور سمجھدار

آدمی تھے کہ دو شعروں میں تمام سلوک بیان فرمادیا۔

مَرا پیر دانائے مُرشد شہاب

دو اَندر ز فرمود بر رُوئے آب

یکے آن کہ بر خویش خود میں مَباش

دگر آنکہ بر غیر بدبیں مَبَاش

[مجھ کو میرے مرشد دانا حضرت شہاب الدین قدس سرہ نے ایک نہر کے کنارے دو نصیحتیں فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ خود بنی یعنی اپنی خوبیاں دیکھنی چھوڑ دو اور دوسرے یہ کہ دوسروں میں برائیاں نہ تلاش کرو]

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ جو شخص ہم سے ملاقات رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ ہمارے جیسا لباس پہنا کرے۔ اور ہمارے جیسا طور طریقہ اختیار کرے۔

یا مرو با یارِ اُزرقِ پیرہن

یا بکش بر خانماں انگشت نیل

یا مکن با پیلباناں دوستی

یا بناکن خانہ در خورد پیل

[یا تو نیل پوش محبوب کے پیچھے نہ جاؤ یا گھر بھر کو نیلا رنگ دو، یا تو نیل بانوں سے دوستی نہ کرو، یا ہاتھی کے لائق گھر بناؤ۔ (یعنی جس سے تعلق یا دوستی رکھو تو اسکے مزاج یا ضرورت کے مطابق اپنے آپ کو تیار رکھو)]

یوم جمعہ، تاریخ ۱۰ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

حضور میں حاضر ہوا۔ ترک و تجرید کے بارے میں بات چل گئی۔ حضرت والا نے یہ

رباعی پڑھی۔

خاک نشینی ست سلیمانیم

ننگ بود افسرِ سلطانیم

ہست چہل سال کہ می پوشمیش

کہنہ نہ شد خلعتِ عریانیم



[خاک نشینی ہی میرے لئے تختِ سلیمانی ہے۔ میرے لئے عار ہے افسرِ سلطانی ہونا۔  
چالیس سال ہو رہے ہیں کہ میں اس (لباس) کو پہن رہا ہوں، میرا لباسِ عریانی اب تک پرانا نہیں  
ہوا ہے]

اس کے بعد مولانا جمالی سہروردی کے اشعار کا ذکر آیا، جن میں تمام تر ترک و تجرید ہی کا  
بیان تھا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اتفاقاً مولانا جمالی کی ملاقات مولانا عبدالرحمن جامی سے  
ہو گئی۔ تعارف سے پہلے ہی مولانا جامی نے ان سے فرمایا کہ آپ کو مولانا جمالی کا کوئی شعر یاد ہے؟  
چونکہ ان کے جسم پر اس وقت لباسِ عریانی کے سوا اور کوئی لباس نہ تھا انہوں نے اپنے حسبِ حال  
ایک شعر پڑھ دیا۔

مَارَا زِ خَاكِ كُوَيْتِ پِيرِهَنْسْتِ بَرْتَن

آں ہَم زِ آبِ دِيْدِہِ صَدِّچَاكِ تَابِہِ دَامِنِ

[میرے جسم پر تیرے کوچہ کی خاک کا لباس ہے اور اس میں بھی آنسوؤں سے دامن تک

سینکڑوں چاک ہیں]

ان کے شعر پڑھتے ہی مولانا جامی نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم ہی جمالی ہو۔ اس  
کے بعد حضرت والا (شاہِ غلامِ علیؒ) نے جمالی کے اشعار پڑھے اور فرمایا کہ اس طور پر زندگی گزارنی  
چاہئے۔

لَنَلْکَہِ زَیْرِ لَنَلْکَہِ بِالَا نَیْ غَمِّ دُزْدِ نَیْ غَمِّ کَالَا

گَزْکِ بُوْرِیَا وَ پُوْستْکَہِ دَلْکَہِ پُرْ زِ دَرْدِ دُوْستْکَہِ

اِیْنَ قَدْرِ بَسْ بُوْدِ جَمَالِیْ رَا رِنْدِ کَہِ مَسْتِ وَ لَا اُوْبَالِیْ رَا

[نیچے، اوپر مختصر تہہ بند ہے، اس کے لیے نہ کسی چور کا ڈر، نہ کسی ڈاکو کا خطرہ، چھوٹا

بوریا اور کھال ہیں، دوست کے غم میں ڈوبا ہوا، دل۔ جمالی جیسے رند مست ولا اُبالی کے

لیے بس اتنا ہی کافی ہے]

اس کے بعد شیخ ابن یمن کبروی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پڑھے اور فرمایا فقیروں کی زندگی اس طرح گزرتی ہے نظم۔

نَانِ جَوِيں وَ خِرْقَةٍ پَشْمِيں وَ آبِ شَوْرِ

سپارہ کلام و حدیث پیبری

ہم نسخہ دوچار زعلمی کہ نافع است

دُر دِیں نہ لَعُو بوعلی و ژاژِ عَنصَرِی

تاریک کلبہ کہ پئے روشنی آں

بیہودہ رَمَنَّتے نبرد شمع خاوری

بایک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو

درپیش چشمِ ہمت شاں مُلکِ سنجری

ایں آں سعادت است کہ حسرت بُرد برد

جو یائے تاجِ قیصر و مُلکِ سِکندرِی

ترجمہ:

- ۱۔ ’جو کی روٹی، کبل کا لباس اور کھاراپانی، کلام اللہ کے پارے اور پیغمبر ﷺ کی حدیثیں۔
- ۲۔ اس کے ساتھ دو چار کتابیں ایسے علم کی جو نافع ہوں، نہ کہ بوعلی کی بکواس اور عنصری (شاعر) کی ہرژہ سرانی (یعنی شاعری)۔
- ۳۔ ایک اندھیرا گھر کہ جس کی روشنی کے لئے شمع خاوری یعنی آفتاب کا بے فائدہ احسان نہ اٹھانا پڑے۔
- ۴۔ اور دو ایک دوست اس کے مقابلہ میں ملک سنجر بھی ان کی ہمت کی آنکھوں کے آگے ایک رتی برابر بھی قیمت نہیں رکھتا۔
- ۵۔ یہ خوش بختی کا سامان ہے جس کی حسرت ان کو ہونی چاہئے جن کو قیصر کے تاج اور سکندر

کے ملک کی تلاش ہے۔

اس کے بعد محبت کا تذکرہ چھڑا، حضرت والا نے نور العین واقف کے یہ اشعار پڑھے

صبا با زلفِ یار من چہ کردی

زدی برہم قرار من چہ کردی

[اے صبا تو نے زلف یار کے ساتھ یہ کیا کیا؟ میرے سکون کو برباد کر دیا، یہ تو نے کیا کر دیا]

مکدر گر نہ کردی با تو گویم

کہ بامشتِ غبارِ من چہ کردی

[اگر تو نے مکدر نہیں کیا تو میں تجھ سے کہتا ہوں، کہ میرے مشتِ غبار کے ساتھ یہ کیا کر دیا]

بشستی گرد کیں از خاطرِ یار

بگو اے گریہ کارِ من چہ کردی

[تو نے یار کے دل سے کینہ کا غبار دھو دیا، اے گریہ! یہ بتا کہ تو نے میرا کام (کے بارے میں) کیا کیا]

فلندی خار واقف را بہ بستر

بگو اے گلِ عزارِ من چہ کردی

[تو نے واقف کے بستر پر کانٹے بچھا دیئے، اے میرے محبوب بتا، یہ تو نے کیا کیا؟]

یومِ ہفتہ، تاریخ ۱۱/۱۱/۱۲۳۱ھ

حضور فیض گنچور میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت والا حدیث شریف کا درس دے رہے

تھے۔ اچانک خاندانِ چشتیہ کے چند مشائخ حضرت سے ملنے کے لیے تشریف لے آئے۔ حضرت

والا نے ارشاد فرمایا کہ چشتیہ بزرگوں کی گزک جو شرابِ محبت میں سرشار ہیں، سماع و سرود ہے کہ دل

کو رنگ برنگے ذوقِ بخششے ہیں اور یار کے چہرہ سے حجاب کے پردے پھاڑ دیتے ہیں اور ہم متوسلین

نقشبندیہ کی گزک جو جامِ مودت کے پینے والے ہیں حدیثیں اور درود پاک ہیں جو دل کے لیے

طرح طرح کے ذوق فراہم کرتے ہیں اور روئے نگار سے برقع و حجاب دور کر دیتے ہیں۔

آں ایشاند من چہینم ہر دم

[وہ ایسے اور ہم ایسے ہی رہتے ہیں ہر دم]

اس کے بعد ایک آہ دل سے کھینچی اور فرمایا:

”واشوق المدینہ، واشوق المدینہ، واحسرة المدینہ“ (آہ مدینہ، ہائے مدینہ، اے

حسرت مدینہ)

اس کے بعد حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا ذکر آ گیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان کے ماں

باپ اگرچہ غلاموں کے طبقہ سے تھے مگر جو فضیلت انہیں حاصل ہے وہ کسی کو نصیب نہیں کہ ایام

رضاعت (یعنی دودھ پینے کے زمانہ) میں سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کی ازواج مطہرات میں

سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا پستان ان کے منہ میں دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے

پستان سے دودھ نکلا اور انہوں نے پیا۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ان کی عادت شریفہ تھی کہ روزانہ چالیس ہزار مرتبہ سبحان

اللہ پڑھا کرتے تھے۔ صوفی علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ تسبیح افضل ہے یا کلمہ طیبہ۔ متاخرین

نے کلمہ طیبہ کو افضل قرار دیا ہے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ صوفیا کے اکثر سلسلے اور طریقے آپ تک پہنچتے ہیں۔ آپ

تمام بزرگوں کے مقتدا اور تمام صالحین کے پیشوا تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آج کا دن حضرت شاہ

ناصر الدین قادری کے وصال کا دن ہے، جن کا مزار پر انوار حضرت دہلی کے محلہ حبش پورہ میں واقع

ہے۔ زیارت کا مقام اور برکتیں حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ وہ اس ذرّۃ بمقدار کے والد بزرگوار

کے مرشد تھے کہ اس دن کی گذری ہوئی رات میں اس سرائے فانی سے رخصت ہوئے تھے اور میں

بھی اسی روز اپنے وطن سے آیا تھا۔ جب میں اس مکان میں جو حضرت دہلی میں ہے، پہنچا تو

میرے والد بہت خوش ہوئے کہ مجھ کو اپنے پیر سے بیعت کرائیں گے۔ اتفاق کی بات کہ چند ہی

ساعت کے بعد ان کے مرشد کی رحلت ہو گئی۔ اس کے بعد حضور میں پیران پیر حضرت غوث الاعظم کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت غوث کے چار پیر تھے، پہلے (حضرت) خُتّاد دباس، دوسرے شیخ ابوالوفا، تیسرے ان کے والد بزرگوار (حضرت) سید ابوصالح اور چوتھے شیخ ابوسعید مخزومی قدس اللہ اسراہم۔

## یوم التوار، تاریخ ۱۲ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

یہ بندہ نابکار اس مقبول درگاہ پروردگار کے دربار میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ذکر اسم ذات (یعنی اللہ اللہ) اور نفی اثبات (یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) اس لیے کرتے ہیں کہ کل (قیامت کے دن) کے لیے جس کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ آج ہی (یعنی اسی دنیا میں) حاصل ہو جائے۔ نہ اس لیے کہ دوزخ کا ڈر اور جنت کی ہوس ہے۔ جو لوگ عشق کی آگ میں مبتلا ہیں انہوں نے بہشت کی آرزو چھوڑ دی ہے۔ پس دل فیض منزل سے ایک آہ کھینچی اور فرمایا کہ وصل چاہئے قطع چاہئے (اپنی) خودی سے گذر جانا اور اس سے (خدا سے) جُونا درکار ہے۔ اس کے بعد اولیاء اللہ کے انتقال کا ذکر آ گیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جب (موت کا) فرشتہ بعض اولیاء کی روح کو قبض کرتا ہے اور اس کو جنت کے ریشمی کپڑوں میں لپیٹ کر چاہتا ہے کہ آسمان کی طرف پہنچائے تو فرشتہ کے لے جانے سے پہلے ہی وہ روح فرشتہ کے ہاتھ سے اچھل کر دربارِ خداوندی میں پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ بعض پاک روحوں کو قبض کرنے کے لیے فرشتوں کو بھی دخل نہیں ہے، وہ پاک بے نیاز ہی اپنے دستِ قدرت سے قبض فرماتا ہے۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند

کا نجا مَلْکُ الموت نگنجد ہرگز

[تیری گلی کے عشاق اس طرح جان دیتے ہیں کہ وہاں موت کا فرشتہ بھی نہیں سماتا]



## یومِ پیر، تاریخ ۱۳ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

غلامِ قبلہ، انام کی محفل میں حاضر ہوا، اس وقت اس حدیثِ قدسی کا تذکرہ تھا کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِ بِي. حضرت والا نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ مجھ کو اپنے خیال یا وہم میں یاد کرتا ہے میں اس کے نزدیک ہوتا ہوں۔ چنانچہ بقیہ حدیث میں ہے۔ اَذَا حَرَكَ شَفْتَيْهِ بِذِكْرِي فَاَنَا عِنْدَهُ جَبْ وَهُ (بندہ) میری یاد میں اپنے ہونٹ ہلاتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ (جو اُس حدیث پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے بعد حضورِ فیضِ گنجور میں ایک شخص آیا اور اپنی زبان سے شوقیہ کلمات ادا کرنے لگا۔ حضرت والا نے یہ شعر پڑھا۔

مُرْعَانِ چمن بہ صبا  
خوانند ترا باصطلاح

[ہر صبح چمن (باغات) کے پرندے اپنی اپنی بولیوں میں تیرا ہی نام لیتے ہیں]

ندانم آن گل خنداں چہ رنگ و بو دارد  
کہ مرغِ ہر چمن گفتگوئے او دارد

[میں نہیں جانتا اس کھلے ہوئے پھول میں کیسا رنگ اور کیسی خوشبو ہے کہ ہر چمن کا پرندہ

اسی کا تذکرہ کرتا ہے]

اسی مجلس میں یہ شعر بھی پڑھا۔

یکبار بگویدم نظیرے  
مشہور شوم بہ بے نظیرے

[اگر وہ مجھے ایک بار ”نظیر“ کہہ دے، تو میں بے نظیر مشہور ہو جاؤں]

اس کے بعد فرمایا کہ اس مضمون کا اصل حافظ شیرازی کے کلام میں پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔

نامِ من رقتست روزے بربِ جاناں ز سہو  
اہلِ دل را بویے جاں می آید از نامم ہنوز

[ایک دن جاناں کے لبوں پر بھولے سے میرا نام آگیا۔ اہل دل کو آج تک میری جان کی بومیرے نام سے ملتی ہے]

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا حافظ شیرازی کے اکثر اشعار موافق مضامین حدیث شریف کے ہوتے ہیں، چنانچہ یہ شعر پڑھا۔

ساقیا عَشْرَتِ اِمْرُوزِ بِفَرْدَا مُفْلِكِنِ

يَا زِ دِيَوَانَ قِضَا نِظِ اِمَانِي بِمَنْ آر

[اے ساقی! آج کی زندگی کو کل پر نہ ٹال، یادِ دیوانِ قضا سے مجھ کو امان کی تحریر لادے]

اور فرمایا کہ اس حدیث شریف کا مضمون ہے کہ إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْظُرْ صَبَاحَكَ وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْظُرْ مَسَاكًا [جب تم رات کرو یعنی رات تک زندہ رہو تو صبح کو نہ دیکھو یعنی

یہ نہ سوچو کہ ہم صبح تک زندہ رہیں گے اور اگر صبح پا جاؤ تو یہ نہ سمجھو کہ ہمیں رات بھی مل جائے گی]

پھر فرمایا کہ جو فرصت ملے اسی کو غنیمت سمجھو اور آج کا کام کل پر نہ ٹالو۔ اس کے بعد حضور میں ہیرورا، نجھا کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہیر حضرت بہاؤ الدین ذکر یا ملتانی کا مرید تھا، ایک دن حضرت بہاؤ الدین نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ہیران کے آگے سے نکل گیا۔ نماز کے بعد اس سے فرمایا کہ تو نماز کے آگے سے نکل گیا؟ آئندہ ایسا کام ہرگز نہ کرنا کہ بڑے گناہ کی

بات ہے۔ ہیر بولا، سبحان اللہ! میں ایک ادنیٰ بندی کے عشق میں اتنا بیخود ہوں کہ نہ آپ کا خیال آیا

نہ آپ کی نماز کا اور آپ اپنے کو "عاشقِ خدا" فرماتے ہیں، عین محبوب کے سامنے (کھڑے ہو کر) بھی میرے گزرنے کا خیال کر لیا؟ آپ کو اسکے کلام پر الزام سے بڑی شرمندگی ہوئی اور اپنا

گریبان پھاڑ ڈالا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ میں تمہارے حق میں دعا گو ہوں کہ خدا تمہیں واصلینِ حق میں سے کرے۔ ہیر نے کہا اگر آپ میں قدرت ہے تو مجھے میری رانجھا تک پہنچا

دیجئے اور اس کی محبت کی طرف سے مجھے نہ ہٹائیے۔ اس کے بعد حضور پُر نور (شاہ غلام علیؒ کی مجلس) میں ایک قلندر آیا، حضرت والا نے یہ شعر پڑھا۔

قلندر قطرہ دریائے عشق است  
 قلندر ذرہ صحرائے عشق است  
 [قلندر عشق کے دریا کا ایک قطرہ اور محبت کے صحرا کا ایک ذرہ ہے]

اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

صنما! رہِ قلندر سزاوارِ بَمَنِ نُمائی  
 کہ دراز و دور پیغم رَہ و رَسْمِ پارسائی

[اے صنم! مناسب یہی ہے کہ مجھے قلندری کی راہ دکھا دے، کیونکہ پارسائی کی راہ و رسم کو

میں بہت دور دراز دیکھتا ہوں]

اس کے بعد حضور میں اولیاء کرام کے تصرّفات کا ذکر آ گیا کہ اس طبقہ عالیہ کی امداد مخلصین کے شامل حال ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کے معاملات جان کر ان کی مدد کر دیں یا ان جانے میں ان کی مدد مل جائے، دونوں برابر ہیں۔ حضور والا نے فرمایا کہ اکثر اولیاء اللہ کے ذریعہ لوگوں کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں اور ان (بزرگ) کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ اس کے بعد میاں الف شاہ نے عرض کیا کہ میں اپنے وطن ”اُچ“ سے آپ کی خدمت میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوا ہوں درمیان راہ میں راستہ سے بھٹک گیا۔ اچانک میں نے حضرت والا کو دیکھا کہ تشریف لائے اور میری رہبری فرمائی ہے تو میں نے ان سے کہا آپ کون ہیں؟ اپنا نام و نشان تو بتا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں وہی ہوں جن سے بیعت کے لیے جا رہے ہو۔ اور یہ واقعہ دوبار مجھے پیش آیا۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ میاں محمد یار صاحب بھی کہہ رہے تھے کہ میں تجارت کی غرض سے جا رہا تھا ایک ایک میں نے دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور میری گاڑی کے پاس کھڑے ہو کر فرما رہے ہیں کہ گاڑی اور تیز چلاؤ (بلکہ) دوڑاؤ اور اس قافلہ سے نکل جاؤ کیونکہ راستے کے ڈاکو آ رہے ہیں اور اس قافلہ کو لوٹ لیں گے۔ میں گاڑی دوڑا کر قافلہ سے جدا ہو گیا۔ بقضائے الہی ڈاکوؤں نے اس پورے قافلہ کو لوٹ لیا اور میں صحیح سلامت منزل مقصود تک پہنچ گیا۔



## یوم منگل، تاریخ ۱۴ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

بندہ حضور میں حاضر ہوا۔ بزرگوں سے جو کشفِ کونی (یعنی آئندہ ہونے والی بات کے انکشاف) میں غلطی ہو جاتی ہے اس کا ذکر آ گیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بعض اوقات بزرگوں کو کسی بات کی خبر ہو جاتی ہے لیکن اس کی تعبیر میں غلطی ہو جاتی ہے یہ کشف کی خطا نہیں ہے۔ وقائع کے تعبیر کے لیے بڑی باریک بینی کی ضرورت ہے۔ اسی درمیان ایک اجنبی شخص آ گیا، حضرت والا نے اس کا نام دریافت فرمایا اس نے کہا میرا نام دادا خان ہے۔ حضرت والا نے یہ رباعی پڑھی

وا فریادا ز عشق وا فریادا کارم بیکے طرفہ نگار افتادہ

گرداد من شکستہ دادا دادا ورنہ من و عشق ہرچہ بادا بادا

[دُہائی ہے! عشق سے دُہائی ہے۔ ایک عجیب و غریب معشوق سے میرا پالا پڑا ہے، اگر اس نے مجھ

شکستہ حال کو داد دے دی، تو بہتر ہے، ورنہ میں ہوں اور عشق اس کے بعد جیسا بھی ہوگا ہوگا]

اس کے بعد تجلیات کے وارد ہونے کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ سالک پر رنگا

رنگ تجلیات وارد ہوتی ہیں اور اس بیچارہ کو فنا کر دیتی ہیں اور یہ مصرع زبان مبارک پر جاری ہوا۔

برقے از محمل لیلیٰ بد ز شید سحر

[صبح کے وقت محمل لیلیٰ سے ایک بجلی چمکی]

کبھی تجلی افعالی درخشاں ہو کر بندوں کے افعال کو سالک کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دیتی

ہے اور کبھی تجلی صفاتی چمک کر مخلوق کی صفات کو سالک کی نظر سے چھپا دیتی ہے اور کبھی تجلی ذات کا

ظہور ہوتا ہے اور اضمحلال ذات عالم ذات حق میں شامل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد حضور پر نور میں

عقل کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ عقل کی دو قسمیں ہیں:

ایک عقلِ نورانی دوسری عقلِ مظلم

عقلِ نورانی یہ ہے کہ ایک شخص خود بخود نواہی (وہ معاملات جن سے شریعت نے روکا

ہے) سے پرہیز اور اوامر (وہ معاملات جن کو شریعت نے کرنے کا حکم دیا ہے) پر استقامت اختیار کرے اور مظلم یہ کہ مرشد کی ہدایت سے ممنوعات (شرعیہ) سے پرہیز کرنے لگے۔ اس کے بعد یہ روایت بیان فرمائی کہ حضرت شاہ عبدالرحیم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن ایک گلی سے گزر رہے تھے۔ اثناءِ راہ میں دیکھا کہ ایک کتے کا بچہ تالاب کے کنارے کیچڑ میں پڑا ہوا ہے اور اس میں سے نکل نہیں پاتا۔ آپ نے لوگوں سے کہا کہ اسے نکال دو لیکن کسی نے نہیں نکالا۔ انجام کار آپ نے خود ہی اس پلے کو ہاتھ میں لے کر کیچڑ سے باہر نکال دیا اور اہل محلہ سے فرمایا کہ کوئی اس کو پال لے۔ وہاں ایک باورچی رہتا تھا اس نے کہا کہ میں اس کو پال لوں گا۔ آپ نے وہ پلہ اس باورچی کے حوالہ کر دیا اور تشریف لے گئے۔ چند دنوں کے بعد ایک مرتبہ آپ پھر اس گلی سے گزرے (گلی ایسی تھی) کہ صرف ایک آدمی نکل سکتا تھا باقی میں کیچڑ اور مٹی تھی۔ اور ایک کتا سامنے سے آ رہا تھا آپ اس کتے کو ہٹا کر خود اس راہ سے نکل گئے۔ کتے نے کہا کہ آپ نے مجھ پر ظلم کیا، راستہ تو ہمارے تمہارے درمیان مشترک ہے اور تم نے مجھے گزرنے سے روک دیا۔ آپ نے کہا کہ تو پانی سے تر تھا، میں نے اس خیال سے روک دیا کہ میرے کپڑے ناپاک ہو جاتے۔ کتے نے کہا کہ آپ کا کپڑا تو ایک پیالے پانی سے پاک ہو سکتا تھا حالانکہ آپ کے برتن (یعنی قلب) میں وہ ناپاکی لتھری ہوئی ہے جو سات دریا سے دھونے پر بھی پاک نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد کتے نے کہا کہ صوفی لوگ تو مذہبِ ایثار (اپنے پر دوسرے کو ترجیح دینا) اختیار کرتے ہیں اور آپ نے راہِ صیاد اختیار کی ہے۔ آپ نے کہا کیسے؟ تو کتا بولا کہ مجھے روک کر آپ گزر گئے۔ پھر کتے نے کہا کہ حق تعالیٰ کو عقلِ نورانی کے ذریعہ سے ہی پہچانا جا سکتا ہے عقلِ ظلمانی سے نہیں۔ آپ نے پوچھا کہ دونوں عقلوں کا مطلب بیان کرو۔ کتے نے کہا کہ عقلِ نورانی یہ ہے کہ آدمی بغیر ناصح کے نصیحت اور بغیر واعظ کے پند قبول کرے اور عقلِ ظلمانی یہ ہے کہ نصیحت کرنے سے بندہ کو نصیحت ملے۔



یوم بدھ، تاریخ ۱۵ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ طریقہ شریفہ نقشبندیہ شیطانی وسوسوں سے مامون و محفوظ ہے۔ اس لئے کہ اس طریق کے اکابر نے اپنے طریق کی بناء حضور، آگہی اور جمعیت پر رکھی ہے اور انوار کے ورود اور رویا کے ظہور کا کوئی اعتبار نہیں کرتے۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کی بناء انوار و اسرار پر ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک تجلی وارد ہوئی اور عین اس روشنی میں ایک آواز گوش مبارک میں پہنچی کہ اے دوست! میں نے تم سے نماز اور روزہ معاف کر دیا اور تمہارے دل کو تمام کدورتوں سے پاک کر دیا۔ وہ متحیر ہوئے کہ جناب آں سرور علیہ صلوة اللہ الملک الاکبر کو تو نماز و روزہ معاف نہیں ہوئے مجھ جیسے سے جو آنجناب کے متوسلین میں سے کمترین درجہ کا ہے یہ حکم کیسے اٹھالیا گیا اور زبان پر کلمہ تجید کا ذکر کرنے لگے اور اس راندہ درگاہ (یعنی شیطان) کے وسوسہ سے نجات پائی۔ ان کا ہادی و مددگار بڑا رحم والا مہربان تھا اس نے شیطان کے شر سے آپ کو بچا کر راہ ہدایت دکھادی۔ وہ شیطانی تجلی آپ سے دور ہوئی۔ شیطان نے پھر پکارا کہ میں نے بہت لوگوں کو اس مقام عالی سے گمراہی کی پستی میں ڈال دیا مگر تمہارا ہادی خدا ہے اور محمد مصطفیٰ علیہ صلوة اللہ الملک الاعلیٰ تمہارے تائید کرنے والے ہیں، اس لئے تم پر میرا فریب کارگرنہ ہوا۔

اس کے بعد حضور میں شغل باطنی کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جو مشغول (یاد الہی میں) ہے وہی مقبول ہے اور جو غافل ہے وہ کب مقبل ہے؟ (وہ کیسے قبول کیا جاسکتا) راقم کہتا ہے کہ کسی نے کیا خوب شعر کہا ہے کہ۔

ہر آں کو غافل از حق یک زماں است

دراں دم کافر است اما نہاں است

[جو شخص ایک ساعت کے لیے بھی خدا سے غافل ہوا، وہ اس وقت کافر ہے اگرچہ اس کا کفر پوشیدہ ہے]

و نیز محبوب رعنا کی یاد کے بارے میں کتنا خوبصورت شعر نظم ہوا ہے کہ۔

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی

کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

[تیس سال کے بعد خاقانی پر یہ بات روشن ہوئی کہ ایک لمحہ کے لیے خدا کے

ساتھ ہونا (یعنی اللہ کے سوا ہر ایک کا خیال باطن سے دور ہو جانا) ملک سلیمانی سے بہتر ہے]

اس کے بعد حضور میں مرشد کی اتباع کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ پیر رہبر

کی مرضی کے خلاف کام نسبت باطنی کو خراب و ابتر کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک شخص میری اجازت

کے بغیر نواب صاحب کے حضور خر بوزہ لے گیا ماس کا باطن سیاہ ہو گیا۔ اس نے جانا نہیں کہ اس کی

وجہ یہ ہے، اپنے گناہوں کے لئے توبہ استغفار کیا مگر اس کا جب کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تو اس نے کہا کہ

شیخ کی مرضی کے بغیر خر بوزہ لے جانے کا جرم مجھ سے سرزد ہوا ہے، میں اس جرم سے توبہ کرتا

ہوں۔ اسی وقت انبساط پیدا ہوا اور اس کی باطنی نسبت بدستور سابق ظاہر ہو گئی۔

## یوم جمعرات تاریخ ۱۶ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ میرے احباب (یعنی

مریدوں) میں سے جس نے صبر و توکل اور قناعت و تقویٰ کی راہ اختیار کر لی اور حضور و جمعیت اور

انوار و کیفیات سے اس کا قلب سرشار ہے تو میری طرف سے اسے طالبین کو بیعت کر لینے کی

اجازت ہے اور جس میں (ان صفات یعنی) صبر و توکل وغیرہ میں فتور ہے، اس کے لیے لوگوں کو

مرید کرنا اور بیعت لینا قصور کی بات ہے۔ اگرچہ وہ میرے اجازت یافتہ لوگوں میں سے ہی کیوں

نہ ہو درحقیقت وہ میرا مجاز نہیں ہے۔



## یوم جمعہ تاریخ ۱۷ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ

فدوی حضور پر نور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ سیر آفاقی کا مطلب اپنے سے باہر انوار کا مشاہدہ کرنا ہے۔

اور سیر انفسی کے معنی اپنے ہی سینہ کے اندر انوار کا دیکھنا ہے۔ اس کے بعد اندراج النہایہ فی البدایہ کا تذکرہ آیا تو فرمایا کہ اگرچہ اس عبارت کے معنی وسیع ہیں لیکن میرے نزدیک ایسا کچھ مقرر ہے کہ جس وقت دل کو حضور و جمعیت حاصل ہو جائے اور کیفیات و جذبات و واردات کا صدور ہونے لگے تو یہ اندراج النہایہ (یعنی سلوک کی منزل مقصود ہے اور یہ بات طریقہ علیہ نقشبندیہ میں ابتدا ہی میں حاصل ہو جاتی ہے)۔ فرمایا کہ دوسرے طریقوں کے اکابر قدس اللہ اسرارہم مقامات عشرہ یعنی صبر و توکل وغیرہم کے حصول کے بعد ہی حضور و آگہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ان حضرات (نقشبندیہ) نور اللہ مرقدہم نے کام کی بنیاد ابتدا ہی میں حضور و آگاہی پر رکھی ہے۔

اس کے بعد حضور عالی میں ان حضرات کرام کی اصطلاحات پر بات چلنے لگی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان اصطلاحات میں سے ایک ”سفر در وطن“ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ بری عادتوں (یعنی گناہ کی باتوں مثلاً جھوٹ وغیرہ) کو چھوڑ کر اچھی عادتوں اور اخلاقِ حسنہ کو اختیار کیا جائے۔ یعنی بے صبری سے صبر کی طرف دوڑنا اور بے قناعتی چھوڑ کر قناعت اختیار کرنا اور بے توکل سے توکل کی طرف متوجہ ہونا اور اخلاق کے سنوارنے ہی کو سیر و سلوک کا حاصل کہا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف مکارم اخلاق کے تحصیل کی تاکید کرتی ہے۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي لَتَمَامِ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وَكَمَالِ مَحَاسِنِ الْأَفْعَالِ.

[”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس

لئے مبعوث فرمایا ہے کہ پاکیزہ خصائل اور اچھے افعال کی تکمیل کروں۔]

راقم عفی عنہ کہتا ہے کہ جب سلسلہ نقشبندیہ کی اصطلاحات کا ذکر اس مقام پر آیا ہے تو مناسب یہ ہے کہ چند کلمات اس کے بارے میں لکھ دیئے جائیں۔ اس لئے تحریر کرتا ہوں کہ حضرت والا ہمیشہ ان اصطلاحات پر عمل کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے اور یہ عبارت جو میں لکھ رہا ہوں وہ پیر پیراں حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات قدسی آیات سے ماخوذ ہیں۔

جاننا چاہئے کہ سلسلہ علیہ نقشبندیہ میں جو کلمات (بطور اصطلاح) رائج و مشہور ہیں وہ کل بارہ کلمے ہیں۔ ان میں سے ایک ”سفر در وطن“ ہے جس کا مطلب ”سیرا نفسی“ ہے اور اسی کو جذبہ بھی کہتے ہیں، یہ اکابر اسی سیر سے (سلوک کی) ابتدا کرتے ہیں اور سیر آفاقی جس کا دوسرا نام سلوک ہے اسی سیر کے ضمن میں قطع کرتے ہیں اور دوسرے طرق میں سیر آفاقی سے شروع کر کے سیرا نفسی پر انتہا کرتے ہیں لیکن ابتدا سیرا نفسی سے کرنا اس طریق کا خاصہ ہے اور یہی معنی ہیں اندراج نہایت در بدایت کے کہ سیرا نفسی جو دوسروں کے لئے انتہا ہے وہی ان اکابر (نقشبندیہ) کی ابتدا ہے۔ سیر آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیرا نفسی خود اپنے میں آنا اور اپنے دل کے گرد گھومنا ہے۔ اسی معنی کو کسی نے کہا ہے۔

ہم چو نابینا مبر ہر سوئے دست  
باتو در زیر گلیم است ہرچہ ہست

[اندھوں کی طرح ہر طرف نہ ٹٹولو جو کچھ بھی ہے تمہارے ساتھ کملی کے اندر ہی ہے]  
دوسری اصطلاح:- ”خلوت در انجمن“ ہے یعنی انجمن میں جو کہ تفرقہ کا مقام ہے باطن کی راہ سے مطلوب کے ساتھ خلوت اختیار کرنا ہے کہ بیرونی تفرقہ اندرونی حجرہ (یعنی دل) میں بار نہ پاسکے۔

از بروں در میاں بازارم  
وز دروں خلوتیست بایارم

[ظاہری طور پر تو میں بازار میں ہوں لیکن اندر سے اپنے یار کے ساتھ خلوت میں ہوں]

شروع میں تو یہ کیفیت تکلف کے ساتھ میسر ہوتی ہے (یعنی خاص طور سے اس کی مشق کرنی پڑتی ہے) اور آخر میں بلا تکلف حاصل ہو جاتی ہے۔

اور اس طریق میں جب یہ کیفیت ابتدا میں حاصل ہوتی ہے، اور اس کے حصول کے لئے ایک راہ بنادی گئی، جو اس طریق کی خصوصیات میں سے ہو گئی ہے لیکن یہ بات دوسرے طریق کے منتہیوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے اسی معنی کے لیے کہا گیا ہے۔

اَزْ دُرُوں شُو آسْنَا وَ اَزْ بُرُوں بَیْگَانَهْ بَاشْ

اِس چُنِیَسْ زَبِیَا صِفَتِ كَمِ مِی بُوَدِ اَنْدَرُ جِهَاں

[اندر سے آشنا ہو اور باہر سے بیگانگی اختیار کر لو، یہ عمدہ صفت دنیا میں بہت کم ہے]

ان اصطلاحات میں سے (تیسری اصطلاح:) ”نظر بر قدم“ ہے یعنی راہ چلتے نظریں

قدم پر رہیں اور محسوس کی جانے والی رنگارنگیوں سے پراگندگی نہ ہوتا کہ جمعیت کی راہ آسان ہو کیونکہ ابتدا میں دل نظر کا تابع ہوتا ہے اور نظریں بھٹکنے سے دل پر اس کا اثر ہوتا ہے۔

بِهْ چِهْ مَشْغُولِ كُنْمِ دِیْدَهْ وَ دِلِ رَا كِهْ مُدَامِ

دِلِ تَرَامِیْ طَلَبْدُ دِیْدَهْ تَرَامِیْ خُوَاہِدْ

[دل اور آنکھیں کس کام میں مشغول رکھوں، کہ ہمیشہ دل تجھی کو ڈھونڈتا ہے اور آنکھیں

تیری منتظر رہتی ہیں]

دَارَمُ هَمَهْ جَا بَاہِمَهْ كَسُّ دَرِہِمَهْ حَالِ

دِرِ دِلِ زِ تُو آرزُو وَ دِرِ دِیْدَهْ خِیَالِ

[میں ہر جگہ ہر ایک کے ساتھ تمام احوال میں (اپنے) دل میں تیری آرزو اور آنکھوں

میں تیرا تصور رکھتا ہوں]

ان اصطلاحات میں سے (چوتھی اصطلاح) ”ہوش در دم“ ہے یعنی ہمیشہ نفس کا محاسبہ

کرتا رہے تاکہ غفلت نہ ہونے پائے۔

ندائم چه فسوں کردہ کہ می بینم  
زماں زماں بٹو مائل نفس نفس مشتاق

[میں نہیں سمجھ پاتا کہ تو نے کیا جادو کیا ہے کہ میں ہر گھڑی تیری طرف متوجہ ہوں اور ہر

سانس تیری مشتاق ہے]

تیسرا کلمہ تفرقہ کو دفعہ کرتا ہے جو آفاق سے اٹھتے ہیں اور چوتھا کلمہ نفس کے تفرقوں کو

زائل کرتا ہے۔

ان اصطلاحات میں سے (پانچویں اصطلاح) ”یادکرد اور (چھٹی) یادداشت ہے۔

سالک جب تک طریقت اور محنت میں ہے اور حقیقت و ملکہ حضور میں نہیں پہنچا ہے تو

وہ مقام ”یادکرد“ میں ہے یعنی وہ ذکر جو اس نے اپنے شیخ سے لیا ہے۔ اس کی تکرار میں بہ تکلف

مشغول رہتا ہے۔ تاکہ مرتبہ حضور کو پہنچ جائے۔

سَر رشتہ دولت اے برادر بکف آر

وِیں عُمُر گرامی نَخسارت مَکذار

دائِم ہمہ جا باہمہ کس درہمہ کار

میدار نُهفتہ چشمِ دل جانبِ یار

[اے برادر! قیمتی مقصد حاصل کر اور اس عزیز عمر کو خسارہ میں نہ گزار (جس کا طریقہ یہ ہے

کہ) ہر جگہ، ہر ایک کے ساتھ، ہر مشغولیت میں اپنی چھپی ہوئی دل کی آنکھ کو یار ہی کی جانب رکھ

جب حضوری کی کیفیت دائمی ہو جائے اور اسی میں لذت ملنے لگے اور تکلف سے ہٹ کر

ملکہ بن جائے جو کسی مانع سے زائل نہ ہو تو اسی کو ”یادداشت“ کہا جاتا ہے۔

دارم ہمہ جا باہمہ کس درہمہ حال

در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

[ہر جگہ ہر ایک کے ساتھ اور ہر حال میں دل تجھی کو یاد کرتا ہے اور آنکھوں میں تو ہی بسا ہوا ہے]



اور یادداشت کے دوسرے مطلب بھی ہیں جو اس سے کہیں بلند ہیں کہ اس رسالہ میں اس کے بیان کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ذکر کا مقصد یہ ہے کہ محبت و تعظیم کے جذبہ کے ساتھ دل ہمیشہ اللہ کے حضور حاضر رہے۔

ان اصطلاحات میں سے (ساتویں اصطلاح:) ”بازگشت“ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نفی و اثبات کے ذکر کے بعد یوں کہے کہ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ مَقْصُوْدِيْ وَرِضَاكَ مَطْلُوْبِيْ ”اے اللہ تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا میرا مطلوب ہے“۔ یعنی اس ذکر سے (بازگشت سے) ہر قسم کے خیال کی نفی کرنا ہے (خیال) اچھا ہو یا برا، تا کہ خالص (اللہ کی یاد حاصل) ہو سکے اور دل ماسوا سے صاف ہو جائے۔ اگر اس ذکر سے اس کے دل کو خالص نصیب نہیں ہوتا تو مرشد کی تقلید کرتے ہوئے اس کلمہ کی تکرار کرے، تا آنکہ مرشد کے فیض سے اسے یہ اخلاص نصیب ہو۔

ان اصطلاحات میں سے (آٹھویں اصطلاح) ”نگہداشت“ ہے جس کو مراقبہ خواطر سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی کلمہ طیبہ کی تکرار کے وقت اس بات کی کوشش کرے کہ غیر (اللہ کے سوا کسی) کا خیال دل میں نہ آنے پائے۔ ایک گھنٹہ یا دو گھنٹہ سالک کے لئے یہ مراقبہ و مجاہدہ ضروری ہے

تُرَا يَكُ پَنْدُ بَسْ دَرِ هَرِ دُو عَالَمِ  
زَجَانَتِ بَرُنْيَايِدِ جُزْ خُدَا دَمِ

[تیرے لئے دونوں عالم سے ایک یہی نصیحت کافی ہے کہ تیرے جسم سے اللہ کی یاد کے

ساتھ سانس نکلے]

انہیں اصطلاحات میں سے (نویں اصطلاح) ”وقوف قلبی“ ہے جس کا مطلب ہے کہ دل کی بیداری اور قلب کا حضور حق سبحانہ کے ساتھ ہو، اس طور پر کہ کبھی دل غافل اور غیر حق تعالیٰ میں مشغول نہ ہونے پائے۔ پس سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے دل کا نگران رہے ذکر کے وقت اور دل کو ذکر اور اس کے مفہوم سے غافل نہ چھوڑے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ جس نفس (یعنی سانس روکنے) اور عدد کی رعایت کو ضروری نہیں فرماتے لیکن وقوف قلبی کو اثناء ذکر

ورابطہ وغیرہ میں لازمی قرار دیتے ہیں۔ پس ذکر کا مقصد وقوف قلبی اور غفلت کا ازالہ ہے اور مذکور (اللہ) کا حضور (یعنی یاد) محبت و تعظیم اور خشوع و خضوع کے ساتھ دائمی ہو جائے۔

مانند مرغے باش ہاں بر بیضہ دل پاسباں

مگر بیضہ دل زایدت مستی و شور و قہقہہ

[پرندہ کی طرح دل کے انڈہ پر بیٹھا رہ، پاسبانی رکھ، کہ بیضہ دل سے مستی اور شور و قہقہہ

میں زیادتی ہو]

رو بزر در دل بنشین کاں دلبرچہ گاہے

وقت سحرے آید یا نیم شبے باشد

[جا! اور دل کے دروازہ پر بیٹھا رہ، کہیں ایسا نہ ہو کہ دلبر آدھی رات کو یا سحر کے وقت آجائے]

اور ایک قول کے مطابق وقوف قلبی یہ ہے کہ دل کانگراں اور اس کے حال سے واقف

رہے اور اس کی طرف آنکھیں لگائے اور توجہ کئے رہے، ذکر ہی کے وقت نہیں (بلکہ ہر وقت) تاکہ

تفرقہ اس میں راہ نہ پائے۔ اور ماسوا کے نقوش سے منقش نہ ہونے پائے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ

دل کبھی بیکار نہیں بیٹھتا یا تو محبوب کی یاد میں مست رہتا ہے یا ماسوا کے خیال میں مگن۔ جب تک

آدمی بیدار رہتا ہے تو حواسِ ظاہرہ (خمسہ) جو ایک طرح سے جاسوس ہیں دل کو دنیا کی خبریں

پہنچاتے رہتے ہیں اور اس کو تفرقہ میں مبتلا رکھتے ہیں اور جب اہل قلب اپنے دل کی طرف متوجہ

ہوتا ہے گویا دل کے گرد اس توجہ سے حصار قائم ہو جاتا ہے اور پھر دنیا کی خبریں اس میں پہنچنے نہیں

پاتیں، تب اس گھڑی دل اعلیٰ مقصد حاصل کرنے میں لگتا ہے۔ اس لئے بیکار رہنا اس کے لئے

(ایک طرح سے) ناممکن سا ہے۔ جب اس طرف سے (یعنی خیال ماسوا سے) رکاوٹ ہو جاتی

ہے تو (اللہ کی طرف) توجہ کرنے کے علاوہ اس کے لئے کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اس کے لئے ذکر اور

توجہ کی حاجت نہیں ہوتی۔

کہتے ہیں کہ دل کو دشمن (غیر خدا) سے باز رکھو تو دوست (کے خیال) کو لانے اور

بلانے کی حاجت نہیں۔ آئینہ کے زنگ کو دور کر دو، تو نور اس میں جھلکنے ہی لگے گا۔ حضرت والا سے سنا ہے کہ جس کسی کا دل ذکر قلبی سے متاثر نہ ہو تو اس کو ذکر سے باز رکھ کر صرف وقوف قلبی کی ہدایت کرو اور اس پر توجہ ڈالو تا کہ ذکر کو قبول کر لے۔

ان اصطلاحات میں سے (دسویں اصطلاح) ”وقوف عددی“ ہے اور وہ یہ ہے کہ ذکر نفی و اثبات کے اعداد جس طور پر کہ اس طریق میں مقرر ہے ان سے واقف رہے، تا کہ ہر سانس میں عدد طاق رہیں جفت نہ ہونے پائیں۔ یہ ذکر جب ایک سانس میں معتبرہ شرائط کے ساتھ اکیس عدد تک پہنچ جائے تو اس پر نتائج مرتب ہونے لگتے ہیں یعنی نیستی اور فنا کا یقین وغیرہ اگر ایسا نہ ہو تو یہ اس عمل کے بے فائدہ ہونے پر دلیل ہے چاہئے کہ از سر نو اس عمل کو کمال تقویٰ اور اخلاص سے کرے تا کہ فائدہ حاصل ہو۔

ان اصطلاحات میں سے (گیارہویں اصطلاح) ”وقوف زمانی“ ہے یعنی اپنے اوقات کا محاسبہ کرنا۔ اگر اعمال خیر میں گزرے ہوں تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجلائے اور اگر زندگی کے اوقات نامناسب کاموں میں صرف ہوئے ہیں تو استغفار کرے اپنے حال کے مطابق۔  
حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقْرَبِينَ (نیکیوں کی اچھائیاں بھی مقربین کی برائیاں ہیں۔)  
ان اصطلاحات میں سے (بارہویں اصطلاح) ”سلطان الذکر“ ہے وہ یہ ہے کہ تمام بدن سے ذکر ہو اور ہر عضو دل کی طرح ذاکر اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جائے۔

ہر دم بہوئے توست دم ساز

ہر موئے زگیسوم بہ پرواز

[اے دوست! میں ہر دم تیرے ساتھ ہوں، میرے گیسو کا ہر بال تیری طرف پرواز کرتا ہے]

یوم ہفتہ تاریخ ۱۸ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ ہجری

غلام قبلہ انام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ طالب کو چاہئے کہ

جب وہ زبان سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ذکر کرے تو ان باتوں کا خاص طور سے لحاظ رکھے کہ الفاظ صحیح ادا ہوں ان کے معانی پیش نظر رہیں، دل بیدار رہے، خیالات ماسوائے آنے پائیں اور توجہ صرف اللہ کی طرف رہے۔ ورنہ طریقت میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور اسم ذات اور نفی و اثبات بھی لحاظ معنی وغیرہ کے ساتھ کرے اور اس پر مرتب ہونے والے فیوض و برکات کا انتظار کرے۔

### یوم اتوار تارخ ۱۹ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت والا نے لطائف کے رنگ بیان فرمائے اور فرمایا کہ لطیفہ نفس کا نور صبح کے مثل ہوتا ہے۔

### یوم پیر تارخ ۲۰ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ کلمہ طیبہ (کا پہلا جزو یعنی) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قرآن پاک کی آیات میں سے ایک آیت ہے اور (دوسرا جزو یعنی) مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ بھی کلام ربانی میں سے ایک کلمہ ہے، اگر اس کا ورد اس لحاظ سے کریں کہ یہ کلام ربانی کی آیات ہیں تو اس سے ایک قسم کا فیض حاصل ہوتا ہے اور اگر اس کو یہ خیال کریں کہ یہ وہ کلمہ ہے جس کے پڑھنے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے اور یہ کہ ہم مامور ہیں پیغمبر علیہ صلوة اللہ الملک الاکبر کی طرف سے اس کے زبان سے پڑھنے اور دل سے اس کے معنی کی تصدیق کرنے میں تو اس سے دوسری نوعیت کا فیض حاصل ہوتا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ پہلے معنی کے لحاظ سے (یعنی قرآن کی آیت شریفہ کا لحاظ کرتے ہوئے) اس کا پڑھنا جنبی کے لئے (یعنی وہ ناپاک جس پر غسل فرض ہوتا ہے) حرام ہے لیکن دوسرے معنی کے لحاظ سے یہ ہر حالت میں خواہ جنابت ہو یا حدث (یعنی وہ ناپاک جس سے صرف وضو کرنا ضروری ہوتا ہے) جائز ہے۔

و نیز فرمایا کہ کلمہ طیبہ کے دوسرے معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ذکر لسانی یا قلبی عالم امر کے

لطائف میں ترقیات بخشا ہے اور پہلے معنی کے لحاظ سے حقائق و کمالات میں پورا فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ کلمہ کا پہلا جزو جَوْلَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے تجلی صفات سے ناشی (یعنی پیدا ہونے والا ہے) اور دوسرا جزو کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے اس کا مبداء تجلی ذات ہے پس پہلے جزو سے جو فیض نصیب ہوتا ہے اس کا مبداء تجلی صفات ہے اور جزو آخر سے جو فیض آتا ہے اس کا مبداء تجلی ذات ہے (ان) دونوں میں بڑا فرق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کے انوار اور اسرار و فیوض میں بڑا فرق اور بے حد تفاوت ہے جسے دیدہ بینا (بصارت والی آنکھ) عطا ہو جاتی ہے وہی مشاہدہ کر پاتا ہے۔

و نیز فرمایا کہ طالب کو چاہئے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی یاد مطلوب سے غافل نہ رہے۔ پھر

یہ شعر پڑھا۔

اِس شَرِبَتْ عَاشِقِي اسْتِ خُسْرُو

بے خُونِ جِگَرِ چَشِيْدِ نَتْوَاں

[اے خسرو! یہ شربتِ عاشقی ہے جگر کا خون کئے بغیر اسے چکھ نہیں سکتے]

اور یہ بھی فرمایا کہ تجرید اور تفرید میں یہ فرق ہے کہ تجرید ظاہری تعلقات کے توڑنے کا نام ہے اور تفرید باطنی علائق کے توڑنے کو کہتے ہیں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ اس عبارتِ اِقْرَاءِ وَا الْقُرْآنِ بِالْحُزْنِ فَاِنَّهُ اُنزِلَ بِالْحُزْنِ (کا معنی یہ ہے کہ) جب کلامِ پاک میں فاسقوں کا ذکر آئے تو غمگین ہونا چاہئے کہ کہیں ہمارا حال بھی ویسا ہی نہ ہو جائے۔ اور جب مؤمنین کا ذکر آئے تو ڈرے کہ میں ایسا نہیں ہوں اور جب اوامر و نواہی کا ذکر آئے غمگین ہو کہ جیسا حکم دیا گیا ویسا مجھ سے نہیں ہو پاتا، اسی پر مزید قیاس کرنا چاہئے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ (بموجب حدیث) حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ (دنیا کی محبت ہی تمام گناہوں کی جڑ ہے) اور گناہوں کی اصل کفر ہے پس دنیا کی محبت کفر ہے جیسا کہ مولانا (روم) فرماتے ہیں۔

اِهْلِ دُنْيَا كَافِرًا مُّطْلَقًا اِنْ رَوَّضْتَ دَرْبُكَ بَقِيَتْ دَرْزُوقُ زُقِ اِنْ

[اہل دنیا کافر مطلق ہیں کیونکہ دن رات دنیا کی خرافات اور بے کار باتوں میں مبتلا ہیں]

## یوم منگل تاریخ ۲۱ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مذہب حنفی والے کو چاہئے کہ (کتاب) موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے پاس رکھے کہ اس کتاب میں عجب کام کیا ہے کہ اپنے مذہب کی تائید میں صریح اخبار اور صحیح آثار (یعنی مستند احادیث اور صحابہ کے اقوال) درج ہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) میں چار خصوصیتیں ہیں جنہوں نے ایک کو دوسرے سے ممتاز کر دیا ہے۔ مذہب حنفی کی خصوصیت کتاب ہدایہ ہے کہ دوسرے مذاہب میں ایسی کوئی کتاب نہیں ہے اور مذہب شافعی میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے۔ کہ عجب محقق گزرے ہیں۔ مذہب حنبلی میں حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو مقررین بارگاہ الہی کے سرغنہ ہیں اور مذہب مالکی میں خود حضرت امام مالک کی ذات گرامی، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

## یوم بدھ تاریخ ۲۲ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ ہجری

حضور میں حاضر ہوا۔ مولوی کرم اللہ صاحب نے تیسری بیعت کی تجدید کی۔ حضرت والا نے ان کے حال پر بڑی عنایتیں فرمائیں اور خرقہ و کلاہ تبرک انہیں مرحمت فرمائی۔ اور ان پر خوب توجہ ڈالی اس کے بعد حضرت مولوی معنوی قدس سرہ کی مثنوی شریف کا درس شروع ہوا۔ جس میں طوطی اور سوداگر کی حکایت پڑھی گئی جب یہ اشعار آئے۔

اِس رَوا بِاِشْدِ وَا اے دوستاں  
مَنْ دَرِيں جَبَسْ وِ شُما دَرُ بوستاں  
ياد آرید اے مہاں زیں مَرغ زار  
نیک صُبوے درمیانِ مَرغزار

[اے دوستو! کیا یہ مناسب ہے کہ میں اس قید میں ہوں اور تم باغوں میں (آزاد) ہو۔

(وفا کا تقاضہ تو یہی ہے) اے پرندوں میں معزز، ایک صبح چمن زار میں ہم کو بھی یاد کر لیا کرو]

حضرت والا نے بلند معارف اور عجیب حقائق (اس انداز میں) بیان فرمائے کہ حضرت مولانا کی نسبت کا ظہور ہونے لگا۔ جس سے حضرت والا بھی خوش ہوئے اور حاضرین مجلس پر بھی عجیب تاثیر واقع ہوئی کہ گریہ وزاری میسر آئی۔

## یوم جمعرات، تاریخ ۲۳ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

حضور میں حاضر ہوا۔ مثنوی شریف کا درس ہونے لگا۔ احوال ظاہری و باطنی جو مشائخ پر

وارد ہوتے ہیں ان کا ذکر آیا، اس وقت مولانا کا یہ شعر پڑھا گیا تھا کہ۔

کو یکے مرنے ضعفی بیگناہ

در درویش صد سلیمان باسپاہ

[اگرچہ وہ بظاہر ایک کمزور و بے گناہ پرندہ تھا مگر اس کے باطن میں سینکڑوں سلیمان

(بادشاہ) اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ تھے]

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ عارف پر جب احوال بروز (انشراح و کشادگی کے

احوال) کا ورود ہوتا ہے تو وہ (اپنے کو) اتنا بڑا محسوس کرتا ہے کہ زمین و آسمان میں (اپنی) نہایت

وسعت کی وجہ سے نہیں سما سکتا۔ بلکہ زمین و آسمان ہی نہیں عرش و مافیہا اس کے قلب کے ایک گوشہ

میں سما جاتے ہیں۔ پس سلیمان اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ اس کے دل میں کیا وقعت رکھیں گے۔ اور

جب احوال کموں (یعنی نسبت فنا) کا ورود ہوتا ہے تو عارف اپنے کو ذرہ سے بھی کمتر پاتا ہے بلکہ

اپنے کو بالکل ہی محسوس نہیں کر پاتا۔ اس کے بعد احباب (یعنی مریدین) پر توجہ ڈالنے میں مشغول

ہو گئے۔ اور ایک شخص کو ہدایت فرمائی کہ اہل حلقہ کو پنکھا جھلو۔ اور ارشاد فرمایا کہ حضرت والا شہید

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ”بطور کشف کے ایک شخص کو دیکھتا ہوں جو اہل حلقہ کو پنکھا جھل رہا تھا۔

کہ ہر ایک کو توجہ کا جو فیض ملتا ہے، اس میں وہ بھی شریک ہے، اس لئے کہ اس کی ذات سے ہر ایک

کو آرام پہنچ رہا ہے۔ اس کے بعد حضرت شہید نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن اپنے مرشد سید السادات

حضرت سید نور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آں حضرت خوش بیٹھے ہوئے

ہیں۔ میں نے وجہ دریافت کی تو حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ آج بہت سے پتکھے فقراء کے لئے

تقسیم کئے ہیں دیکھتا ہوں کہ اس عمل کی قبولیت کی وجہ سے جناب الہی سے بارش کی طرح فیوض اور برکات کا نزول ہو رہا ہے۔“

اسی مجلس میں یہ اشعار بھی زبان مبارک سے ادا فرمائے کہ۔

مَارَا بَغْمَزَهُ كُثَّتْ وَ قَضَارَا بَهَانَهُ سَاخَتْ

خود سوئے ما ندید و حیا را بہانہ ساخت

[مجھے اپنی اداؤں سے مار ڈالا اور قضا یعنی موت کو بہانہ بنا دیا، خود تو میری طرف نہ دیکھا

اور حیا کا بہانہ کر دیا]

رَفْتُم بِي مَسْجِدِي بِئِي نَظَارَةِ رُخْشِ

دَسْتِي بَرِيخِ كَشِيدِ وَ دُعَارَا بَهَانَهُ سَاخَتْ

[اس کے رخِ زیبا کے نظارہ کے لئے میں مسجد میں گیا تو ہاتھوں کو چہرہ کے سامنے کر کے

دعا کا بہانہ کر دیا]

دَسْتِي بَدُوشِ غَيْرِ نِهَادِ اَز رِه كَرَمِ

مَارَا چُو دِيدِ لَغْزِشِ پَا رَا بَهَانَهُ سَاخَتْ

[رقیب کے شانہ پر از راہِ کرم ہاتھ رکھا اور مجھے دیکھ کر لڑکھڑانے کا بہانہ کر دیا]

زَاهِدِ نَدَاشْتِ تَابِ جَمَالِ پَرِي رُخَا

كُنْجِي گِرِفْتِ وَ تَرْسِ خُدا رَا بَهَانَهُ سَاخَتْ

[زاہد کو پری چہرہ حسینوں کے حسن و جمال کی خود برداشت نہ ہوئی اور گوشہ نشین ہو کر خدا

کے خوف کو بہانہ بنا لیا]

یوم جمعہ تاریخ ۲۴ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ ہجری

غلام قبلہ انام کے حضور حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز حلقہ میں بیٹھا

تھا میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نور اللہ مرقدہ (اللہ ان کی قبر کو انوار



سے روشن کرے) کے مزار پر انوار سے نور کی ایک چادر سی تمام حلقہ پر چھا گئی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ایک دن عالم مشاہدہ میں دیکھا کہ قریب قریب دو مزار واقع ہیں۔ ایک مزار پر انوار حضرت نظام الدین اولیا کا ہے اور دوسرا حضرت شہید عطر اللہ ارواحہما (اللہ تعالیٰ ان دونوں (حضرات) کی ارواح طیبہ کو معطر فرمائے) کا ہے۔ پس ایک لباس میرے سامنے لایا گیا تو میں نے سمجھا کہ یہ حضرت نظام الدین قدس سرہ کی طرف سے عطیہ ہے اور مجھ سے پوچھا گیا کہ تمہارے پیر نظام الدین (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے پیر مرزا مظہر ہیں۔ پھر کہا گیا کہ تمہارے پیر نظام الدین ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مرزا مظہر ہیں۔ تیسری بار کہا گیا کہ تمہارے پیر صحبت حضرت نظام الدین ہیں۔ تو میں خاموش ہو گیا (مطلب یہ تھا کہ) اگر میں ان کی پیری کا اقرار کر لیتا تو وہ لباس مجھے پہنا دیا جاتا۔

اس کے بعد اسی درمیان ایک مغربی آدمی حضرت کا نام نامی سن کر منزلیں طے کرتا ہوا بغداد کی راہ سے مولانا خالد رومی سلمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہوا حضور والا میں حاضر ہوا۔ اور اس دیار میں حضرت والا کے رشد و ہدایت کے شہرہ کا تذکرہ کیا کہ تقریباً ایک لاکھ اشخاص نے طوق ارادت گردنِ اخلاص میں ڈالی ہے اور مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور ایک ہزار تبحر عالم داخل طریقہ ہو کر دست بستہ مولانا کی خدمت میں کھڑے رہتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے یہ باتیں سن کر ایک مچھر کے پر کے برابر بھی مسرت و خوشی نہیں ہوئی فخر کرنے کا کیا ذکر کہ مسرت مقدم ہے افتخار پر (یعنی خوشی اس اعتبار سے نہیں ہوئی کہ اتنے ہزار ہا ہزار داخل سلسلہ ہو کر حضرت شاہ غلام علیؒ کا نام مشہور کرنے کا سبب ہوئے، ورنہ مطلقاً اہل طریقت کا کثیر تعداد میں وابستہ ہونے اور مرتبہ اخلاص کے حاصل کرنے سے شیخ کو کیوں نہ خوشی ہوگی کہ بندگان خدا اپنے رب کی یاد میں خلوص کے ساتھ مشغول ہیں)۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ رحمٰن کے بندے تو زمانہ میں بہت ہوتے ہیں لیکن عباد اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے حقیقی عبادت گزار بندے) بہت کم ہیں، جن کی عبادت و بندگی محض (خالص) اللہ کی ذات کے لئے ہو، نہ اس لیے کہ وہ تعالیٰ شانہ رزق دیتا ہے اور

پرورش فرماتا ہے اور طرح طرح کی نعمتوں سے مشرف فرماتا ہے۔ برخلاف پہلے طبقہ کے (یعنی عباد الرحمن کا طبقہ) کہ وہ اللہ تعالیٰ شانہ کی بوجہ اس کی صفاتِ کاملہ کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں چنانچہ عبد اللہ و عباد الرحمن کے درمیان کتنا فرق ہے۔ پھر فرمایا کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں عبد اللہ ہوں حالانکہ ادھر کچھ عرصہ سے مجھ پر عبد اللہیت کا ظہور ہو رہا ہے۔

## یوم ہفتہ تاریخ ۲۵ رجب المرجب ۱۴۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ دنیا کے تمام فرقوں میں سے کوئی فرقہ ضلالت کی راہ پر نہیں پڑا بلکہ راہِ ہدایت ہی اختیار کئے ہوئے ہے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے اور اپنے اس قول کی تائید اس آئیہ کریمہ سے کی ہے کہ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ اخَذَ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ (سورہ ہود آیت: ۵۶)

[کوئی جاندار ایسا نہیں جسے اس نے پیشانی سے نہ پکڑ رکھا ہو، بیشک میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے]

اور اسی معنی میں مولانا روم فرماتے ہیں کہ۔

پس بدی مُطلق نہ باشد در جہاں

بدبہ نسبت باشد ایں راہم بدال

[دنیا میں برائی بالکل نہیں ہے، یہ بھی سمجھ لو کہ برائی کسی کی طرف نسبت دینے سے ہوتی ہے]

اور حضرت حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

پیر ماگفت خطا در قلم صنُّع نہ رفت

آفریں بر نظر پاک خطا پوشش باد

[ہمارے پیر نے کہا کہ صنُّع (خدا کی کاریگری) میں خطا ہے ہی نہیں، تو عیبوں کو ڈھانپنے

والی اس کی پاک نگاہ پر صد آفریں]

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ جو کچھ ہم پر اور ہمارے پیروں پر منکشف ہوا ہے وہ اس کے

علاوہ ہے۔

## یوم اتوار تاریخ ۲۶ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

فدوی محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے چند عنایت نامے ایک مولانا خالد رومی سلمہ اللہ سبحانہ کے لئے دوسرا مرزا رحیم اللہ کے نام اور تیسرا حاجی عبدالرحمن کے نام ارقام فرمایا۔ پہلے والے خط کا مضمون یہ ہے کہ ”تمہارے علاقہ میں معاملہ ارشاد کاسن کر دل کو مسرت ہوئی لیکن چاہئے کہ مریدوں کے آنے اور لوگوں کے جمع ہوتے رہنے پر فخر نہ کریں اور انکسار و نیستی کو ہر لمحہ و ہر لحظہ اپنے پیش نظر رکھیں، مخلوق کا رجوع اور رشد و ہدایت کی کثرت پیران کبار کی توجہات اور ان کی امداد کا نتیجہ سمجھیں اور ہمیشہ پیروں کی جانب متوجہ اور ان کی عنایات کے امیدوار رہیں۔ والسلام۔“

دوسرے مکتوب کا مضمون جو مرزا رحیم اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام تحریر فرمایا یہ تھا کہ ضروری ہے کہ جو طالب سامنے آئے اور رجوع کرے اس کو تلقین کرتے رہیں۔ رشد و ہدایت میں کسی کی خصوصیت نہیں کرنی چاہئے، جتنے طالب ہیں وہ سب دوست ہیں خواہ مست ہوں یا ہوشیار و السلام۔ اور تیسرے مکتوب کا مضمون جو حاجی عبدالرحمن حسن سلمہ اللہ تعالیٰ کو تحریر فرمایا تھا یہ ہے کہ ”اپنی باطنی ترقیات اور طالبین کے رجوع اور ان کی ترقیات کے حالات برابر لکھتے رہا کریں۔ والسلام۔“

## یوم پیر تاریخ ۲۷ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

غلام حضور پر نور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے جناب الہی میں گڑ گڑاتے ہوئے خشوع

و خضوع کے ساتھ ذوق و شوق کے غلبہ کے عالم میں یہ شعر پڑھا۔

قافلہ شد واپسی ما بہ رہیں اے کس مایکسی ما بہ رہیں

[قافلہ واپس ہو گیا، میری بے حالی دیکھ، اے میرے دوست! میری بیکسی دیکھ]

اس کے بعد اولادِ آدم کے سردار، عالم کے تاجدار مسلمین کے لئے وجہ افتخار، رب العالمین کے محبوب، گناہگاروں - کر شفیع، خاتم النبیین علیہ افضل صلوٰۃ المصلین (آپ پر درود بھیجنے والوں کی بہتر درود نازل ہو) کا پاک تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے بار بار قصیدہ بردہ کا یہ شعر پڑھا۔

هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ

لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمٍ

[وہ ایسا حبیب ہے جس کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے ہر پیش آنے والے ہولناک

اور پُر اضطراب لمحات میں]

## یوم منگل تاریخ ۲۸ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے میر قمر الدین سمرقندی سے ارشاد فرمایا کہ کوشش کرو کہ اس ذات کے اسرار جو مسجود خلاق ہے تم پر اتنے غالب ہو جائیں کہ خود کو مسجود خلاق دیکھنے لگو۔ اس کے بعد دام اللہ شیرازی سمرقندی سے فرمایا کہ جناب الہی میں اس قدر گڑ گڑاؤ اور اتنی سعی و کوشش کرو کہ ”انا“ کی فنا حاصل ہو جائے اور عین و اثر زائل ہو جائے اور پھر زوال عین و اثر کے معنی بتائے کہ عین کا زوال یہ ہے کہ اپنے اوپر انا (یعنی میں) کا اطلاق دشوار سمجھیں یعنی یہ نہ کہہ سکیں کہ ”میں ہوں“۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے فرمایا کہ ”انا الحق“ کہنا آسان ہے اور انا کو توڑنا مشکل ہے اور زوال اثر کے معنی یہ ہیں کہ اپنی صفات میں سے کوئی صفت نہ دیکھے۔

## یوم بدھ تاریخ ۲۹ رجب المرجب ۱۲۳۱ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ علماء، عالم کے ساتھ حق سبحانہ کی معیت کو علمی کہتے اور صوفیاء نے معیت ذاتی قرار دی ہے۔ اور میں جب طالبین کو مراقبہ معیت کی تلقین کرتا ہوں تو اس طور سے کہتا ہوں کہ یوں خیال کرو کہ ”ہم جہاں بھی ہوتے ہیں وہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔“ اس بڑی شان والے کی معیت ذاتی و علمی کے جھگڑے میں مت پڑو۔

اس کے بعد حضور میں کفر طریقت کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس مشرب والے اربابِ توحید و جودی ہیں، جو دین و دنیا سے گزرے اور خودی سے چھٹکارا پائے اور جامِ وحدت پئے ہوئے ہیں۔ انہیں کے سرگروہ حسین بن منصور حلاج قدس سرہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

كَفَرْتُ بِدِينِ اللَّهِ وَالْكَفْرُ وَاجِبٌ  
لَدَيَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِينَ قَبِيحٌ

[میں نے اللہ کے دین سے انکار کیا اور یہ انکار میرے نزدیک ضروری ہے حالانکہ مسلمانوں کے نزدیک بہت برا ہے]

اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

بہرِ چہ از دوست و امانی چہ کفراں حرفِ چہ ایمان  
بہرِ چہ از یارِ دورافتی چہ زشتِ آں نقشِ چہ زیبا

[جس چیز کی وجہ سے دوست چھوٹ جائے وہ کفر ہو یا ایمان، سب برابر ہے اور جس نقش

و نگار سے یار کونا گواری ہو وہ برا ہو یا پسندیدہ، سب برابر ہے]

اور جو لوگ محفل میں حاضر تھے ان سے دریافت فرمایا کہ اس شعر کا مطلب بتاؤ۔ کفر کے سبب سے تو مطلوب کے حاصل کرنے سے رک سکتے ہیں یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اسلام کے سبب سے کیسے باز آسکتے ہیں؟ حاضرین مجلس خاموش رہے۔ تو حضرت والا نے فرمایا کہ بسبب ایمان کے مطلوب سے باز آنا اس طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ سالک کو ابتدائے احوال میں جب حضور مع اللہ حاصل ہوتا ہے تو نوافل و تلاوت سے بھی اس میں فطور اور خلل واقع ہوتا ہے اور حال یہ ہے کہ تلاوت اور ادائے نوافل ایمانیات میں سے ہیں۔ پس سالک کو چاہئے کہ اس وقت اس کیف حضور ہی میں مشغول رہے اور تلاوت و کثرت نوافل سے باز رہے جو مانعِ حضوری ہے اور حضرت والا نے اس وقت یہ شعر بھی پڑھا کہ۔

صید تو بِمَنْقَارِ وَفَا بَرُكْنَدِ اَز بَالِ  
ہر پَرِّ کہ نہ آشیفتہ دام تو باشد

[تیرا شکار و فانا کی چونچ کے ذریعہ اپنے بازو سے ہر وہ بال و پراکھاڑ پھینکتا ہے

جو تیرے دام کے لائق نہیں ہوتا]

اس کے بعد حضور پر نور میں تکرار بیعت کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ طالب کو متعدد شیوخ سے بیعت کرنا جائز ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اور ان کی وفات کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیعت مصافحہ کی ہے اور ظاہر ہے کہ صحابہ نے خلفاء راشدین کے دست حق پرست پر جو بیعت کی ہے وہ آخرت کے بنانے و سنوارنے ہی کے لئے کی ہے دنیا کے لئے نہیں۔ بس اسی سے معلوم ہو گیا کہ طریقت میں تکرار بیعت جائز ہے۔

اس کے بعد حضور میں واردات کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ واردات کو دوسرے صوفیا، روح القدس اور واردات حق کہتے ہیں اور نقشبندیہ وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس کا مطلب فیضان الہی جل سلطانہ کا ورود ہے اور حب سالک پر (فیض) وارد ہوتا ہے تو اس کو لاشی اور محو کر دیتا ہے (یعنی مٹا دیتا ہے) اور جب واردات کی کثرت ہوتی ہے تو سالک ہر وارد پر فنا ہو جاتا ہے لیکن مراد یہ ہے کہ ان واردات کا ورود متواتر بلکہ پے در پے ہوتا ہو۔ چنانچہ اس طریقہ عالیہ کے

اکابر فرماتے ہیں کہ۔  
وَصَلَ اَعْدَامٌ غَرَّ تَوَانِي كَرْدٌ  
كَارِ مَرْدَانِ مَرْدٌ وَانِي كَرْدٌ

[اگر تو عدم سے وصل چاہتا ہے تو ہمت والے دلیر لوگوں جیسے کام کر]

اور حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دن جناب سرور کائنات علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر کو میں نے مشاہدہ میں دیکھا کہ تشریف فرما ہو کر مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ تیرا نام عبد اللہ ہے اور عبد المؤمن بھی۔

یوم جمعرات تاریخ یکم شعبان ۱۲۳۱ ہجری

فدوی قطب عالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت والا نے فرمایا کہ والا حضرت شہید نور اللہ مرقدہ المجید نے فرمایا تھا کہ

جب شعبان المعظم کا مہینہ دیکھا جاتا ہے (یعنی مہینہ شروع ہوتا ہے) تو برکات رمضان المبارک کا ہلال طلوع ہونے لگتا ہے اور جب شعبان المعظم کا مہینہ نصف کو پہنچتا ہے تو وہ ہلال بدر کامل ہو جاتا ہے اور جب شعبان کا مہینہ اخیر کو پہنچتا ہے اور رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے، تو وہ برکتوں کا ہلال جو بدر کامل ہوا تھا۔ آفتاب کی طرح ضو پاشی کرنے لگتا ہے۔

اس کے بعد حضور میں ان صوفیائے زمانہ کا جو سماع و رقص میں مشغول رہتے ہیں اور توحید و جودی کو اپنا مذہب قرار دیا ہے، ان کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس زمانہ کے صوفیا جو لہو و لعب اور غنا و رقص میں مشغول رہتے ہیں اور توحید خیالی کو اپنا وطیرہ بنایا ہے، خود کو اکابرین توحیدِ حالیہ (صحیح مشاہدات و حقیقی جذبات والے اکابرین کے مثل) سمجھتے ہیں اور بے تحاشہ ان کے کلمات بولتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ کفر و الحاد میں وہ گرفتار ہیں۔ میں ان کے مذہب سے بے زار ہوں، وہ لوگ مجھے علماء ظواہر میں شمار کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ صوفیا کا طریقہ (دراصل) اتباعِ سنتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و التحیہ کا طریقہ ہے۔

آں ایشا نند من چینم ہر دم

[وہ، وہ ہیں، میں ہمیشہ ہی ایسا ہوں]

یوم جمعہ تاریخ ۲ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا صوفی کو چاہئے کہ جلوت سے

پرہیز کرے اور خلوت اختیار کرے۔

قعر چہ بگزید ہر کو عاقل است

زانکہ در خلوت صفا ہائے دل است

[جو کوئی عاقل و ہوشیار ہوتا ہے وہ کنویں کی گہرائی تلاش کرتا ہے (یعنی گوشہ تنہائی اختیار

کرتا ہے) کہ دل کی صفائی خلوت میں میسر ہوتی ہے]

## یوم ہفتہ تاریخ ۳ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور فیض گنچور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا۔

دُرُّ پَسِ آئِنَہِ طُوْطِی صِفْتَمُ دَاشْتِہِ اَنَدِ  
اَنچِہِ اُسْتَاذِ اَزَلِ گُفْتِہِ بَگُو مِیگُویمِ

[مجھے آئینہ کے پیچھے طوطی کی طرح بنا کر رکھا ہے۔ جو کچھ استاد ازل کہتا ہے کہ کہو میں وہی

کہتا ہوں]

اس کے بعد بلند تر معارف و حقائق بیان فرمائے۔

ایک شخص نے اپنا خواب عرض کیا کہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحيات کو میں نے خواب میں دیکھا، حضرت والا نے فرمایا کہ زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میسر ہونا خواب میں چند وجہوں سے ہے۔ ایک یہ کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کیا (یعنی اس طرح سنت پر عمل کیا کہ دوسروں کو بھی ترغیب ہو) یا بدعت سے پرہیز کیا، یہی عمل مجسم بن کر خواب میں نظر آ گیا یا۔ یہ کہ جو عبادت جناب الہی میں مقبول ہوگئی وہ حسین صورت میں متشکل (یعنی صورت پذیر) ہو کر خواب میں دکھائی دی اور اس زمین و آسمان کے سردار اور انس و جان کے تاجدار علیہ صلوات اللہ الملک الرحمان کا حلیہ مبارک اور شمائل مقدس جو کتب احادیث میں لکھا ہوا ہے، اگر کوئی شخص اسی قد زیبا اور قامت دلربا اور چشم سرگمیں اور جبین مبین اور ابرو خمدار، قوس و ہلال دار، مژگانِ دراز اور جلوۂ ناز کا بعینہ مشاہدہ کرے اور اپنی اصل سعادت دارین کو دیکھے، تو گویا اس محبوب انس و جان کے نظارۂ جمال جہان آرا سے اپنے دریدہء دل کو فیضیاب کر لیا، حق ہے کہ واصلِ زمرہ۔ ”مَنْ رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِسِی“ (یعنی اس گروہ میں شامل ہو گیا جن کے لئے ارشاد ہوا ہے کہ ”جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا، بے شک شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔“)



## یومِ التَّوَارِثِ ۴ شَعْبَانَ ۱۲۳۱ ہجری

غلامِ اسِ قبَلۃِ اِنَامِ کی بارگاہِ میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہمارے مرشد و ہادی حضرت شہیدِ نَوَّرِ اللّٰهُ مَرَقَدَهُ الْمَجِيدُ فرماتے تھے کہ ایک شب جنابِ محبوبِ کبریا حضرت محمد مصطفیٰ عَلَیْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوٰتِ وَاَكْمَلُ التَّحِيَّاتِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْاَعْلٰی کو خواب میں دیکھا اور اس طرح پر آنحضور کی زیارت سے مشرف ہوا کہ خود کو آپ ہی کے بستر پر پایا، اس قرب کے ساتھ کہ درمیان میں کوئی فصل و حجاب نہیں تھا اور جو نوازشیں اس حقیر پر ہوئیں وہ بیان سے باہر ہیں۔ اور اس کثیر البرکت صحبت کا اثر عرصہ تک اپنے میں پایا۔

## یومِ پیرِ تَارِثِ ۵ شَعْبَانَ ۱۲۳۱ ہجری

فدوی محفلِ پاک میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محی الدین ابن عربی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے کلام میں تطبیق کی ہے اور توحید و جودی و توحید شہودی کو محض لفظی نزاع قرار دیا ہے۔ وہ (شاہ ولی اللہ) بڑے بزرگ شخص تھے اور انہوں نے نیا طریقہ نکالا ہے۔ لیکن اس مقام پر ان سے غلطی ہو گئی ہے (کیونکہ) حال کو قالِ سمجھ کر علمی گفتگو میں معارفِ کشفیہ کو لا کر مطابقت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ان دونوں مقامات میں بڑا اور کھلا ہوا فرق ہے۔ جن حضرات کو حضرت مجدد کے معارف سے کچھ حصہ ملا ہے انہوں نے برملا دیکھا ہے کہ توحید و جودی ابتداء احوال میں یعنی لطیفہ قلب کی سیر میں ظاہر ہوتی ہے اور لطیفہ نفس کی سیر میں توحید شہودی کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی کے معارف ان دونوں مقامات سے آگے ہیں (یوں سمجھنا چاہئے کہ) حضرت محی الدین ابن عربی کے معارف کی حیثیت اگر ایک قطرہ کی سی ہے تو حضرت مجدد کے معارف ایک سمندر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

چہ نسبت است بگوہ آسمانِ عالی را

[پہاڑ کو بلند آسمان سے کیا نسبت]

اگر حضرت محی الدین ابن عربی حضرت مجدد کی حیات طیبہ میں بقید حیات ہوتے اور ان معارف کو سنتے تو سمجھتے اور ان سے مستفید ہوتے۔

حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) نے یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ بے نہایت ہے حد نہیں رکھتا۔ اس لئے کسی کی مجال نہیں کہ اس پاک بے نیاز کی انتہا کو پہنچ سکے۔ وہ وراء الورا ثم وراء الورا ہے [یعنی جس بلند مرتبہ تک عقل بشری یا ادراک انسانی پہنچ سکے وہ پاک بے نیاز اس سے بھی آگے ہے]

اے اَوَّلِ تو وِرَائِ اَوَّلِ

حیراں ز تو انبیاء و مُرْسَلِ

[اے وہ ذات جو سب سے پہلے ہے! تو حدِ اول سے بھی پہلے ہے۔ یعنی ہمارے فہم

جس حد کو پہنچیں تو اس سے بھی قبل ہے، تیری شان کو سمجھنے میں انبیاء و رُسُل بھی حیران ہیں]

ہر شخص اپنے حوصلہ و مقدرت کے مطابق اس کی بارگاہ کی جانب لپکا ہے اور اپنی استعداد

اور اپنی بساط بھر اس سے پایا ہے لیکن اس کی حقیقت تک کوئی پہنچ نہیں سکا۔

دور بینانِ بارگاہِ اَلْسِتِ

غیر ازیں پئی نبرۂ اند کہ ہست

[بارگاہِ الست میں دور تک دیکھنے والے اس سے زیادہ نہ جاسکے کہ ”وہ ہے“]

## یوم منگل تاریخ ۶ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور پر نور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ فقر چند اعمال کا نام ہے جن

پر عمل کرنا سالک کے لئے ضروری ہے۔ نہ کہ فقر نام ہے علم سلوک و مراقبات کا جن سے کتابیں بھری

پڑی ہیں۔ یہ وہ خزانہ ہے جسے سینہ میں رکھنا چاہئے وہ علم نہیں جسے سینہ میں لکھا جائے۔

اس کے بعد حضور میں ولی کی ولایت کا ذکر آیا کہ اس جہانِ فانی سے انتقال کرنے کے

بعد اس ولی کی ولایت باقی نہیں رہتی سوا چند مقامات کے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ولایت (واو

کے) زیر کے ساتھ جس کے معنی تصرف کے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ باقی رہتی ہے یا نہیں؟ اور صحیح یہ ہے اکابرین کی ولایت باقی رہتی ہے چنانچہ حضرت غوث الاعظم، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند، حضرت خواجہ معین الدین اور دوسرے بزرگان علیہم الرضوان کے تصرفات آج تک زمین و زمان میں جاری اور نمایاں ہیں۔

## یوم بدھ تاریخ ۷ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

مخفیٰ فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس طریقہ شریفہ نقشبندیہ میں مجاہدات و ریاضات اور چلہ کشیاں نہیں ہیں۔ اس طریقہ کے بڑوں نے اور ادو وظائف کچھ مقرر نہیں کئے ہیں۔ ان کا عمل بس سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ پر ہے اور ناپسندیدہ بدعات سے بچنے پر ہے۔ لہذا ان کے طریقہ میں ذکر جہر و سماع اور وجد و تواجدا اور آہ و نعرہ نہیں بلکہ خاموش بیٹھ کر قلب کی جانب متوجہ رہنا ہے اور ذکرِ خفی کی مداومت میں مشغول رہنا اور سانس کے شمار کے ساتھ نفی و اثبات کرنا ہے۔ نہ کہ جس نفس (یعنی سانس روکنا) کیونکہ یہ ہنود کا طریقہ ہے جو کان اور ناک کو زروئی سے بند کر کے جس نفس دماغ میں کرتے ہیں۔

اور یہ حضرات سانس کو زیرِ ناف روک کر خیال ہی میں ناف کے نیچے سے کلمہ لا کو کھینچ کر دماغ تک پہنچاتے ہیں اور کلمہ الہ کو دماغ سے دائیں شانہ تک لاتے ہیں اور کلمہ اَللّٰہ کو دائیں شانہ سے کھینچ کر قلب پر ضرب لگاتے ہیں۔ اس طور سے وہ سب لطائف جو سینہ میں واقع ہیں اسی ضرب کے ضمن میں آجائیں اور جب سانس میں تنگی پیدا ہوتی ہے تو اسے چھوڑ دیتے ہیں لیکن ہر سانس میں عددِ طاق کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور جب سانس کو ناک کے ذریعے چھوڑتے ہیں تو اسی سانس کے ساتھ کلمہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ قلب کے مقابل اس طرح ملحوظ رکھتے ہیں کہ گویا یہ کلمہ مبارک دل میں داخل ہو کر ہر رگ و پے میں سرایت کرتا ہے۔



## یوم جمعرات تاریخ ۸ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں طالب کو پہلے عالم امر کے پانچ لطیفوں پر الگ الگ توجہ ڈالتا ہوں اور جب ان کا تصفیہ ہو جاتا ہے تو لطیفہٴ نفس پر القائے نسبت کرتا ہوں اور ان پانچوں لطائف کو بھی جن میں سے ہر ایک چراغ کی طرح روشن ہوتا ہے جمع کر کے ایک مشعل بنا کر اڑاتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا۔

تایار کرا خواہد و میلش بکہ باشد  
[نہ جانے محبوب کس کو چاہے اور کس پر مائل ہو]

## یوم جمعہ تاریخ ۹ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ اس وقت مکتوبات قدسی آیات حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ باسراہ السامی کا درس ہو رہا تھا۔ دو سو ساٹھواں مکتوب پڑھا گیا جو حضرت مخدوم زادہ کلاں علیہ الرضوان کو لکھا گیا تھا، جس میں اس طریق کا ذکر تھا جس میں انہیں ممتاز درجہ حاصل تھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ سبحان اللہ جو معارف حضرت نے بیان فرمائے ہیں امت میں سے کسی ایک نے ایسا بیان نہیں کیا ہے اور جن اسرار کے موتیوں کو سلک تحریر میں پرویا ہے اصحاب معرفت میں سے کسی نے بھی معرفت کے ایسے موتی نہیں پروئے ہیں۔ ان کا کلام بمنزلہٴ وحی آسمانی کے ہے اور ان کا بیان رموز ربانی کی تشریح ہے اور انہوں نے جو مقامات بیان فرمائے ہیں اور جن مکاشفات کی راہ طے فرمائی ہے ان پر ہزاروں طالبین کو چلایا ہے نہ یہ کہ دو ہی ایک لوگوں نے ان اسرار سے واقف ہو کر اس کی شہادت پر زبان کھولی ہو بلکہ ایک جہاں کو ان نئے نئے معارف سے سرفراز فرما کر اپنا شناخواں بنا دیا اور ایک عالم کو ان جدید مقامات سے واقف کر کے اپنا مداح کر دیا ہے۔

نہ من براں گل عارض غزل سرائم و بس

کہ عندیپ تواز ہر طرف ہزار انند

[میں ہی ایک اکیلا اس گل عارض پر غزل سرا نہیں ہوں۔ بلکہ ہزاروں بلبل تجھ پر فریفتہ ہیں]

## یوم ہفتہ تاریخ ۱۰ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس طریقہ عالیہ میں پانچ

چیزیں بطور بنیاد قرار دی گئی ہیں:

ایک، سالک کی توجہ دل کی جانب۔

دوسری، دل کی توجہ خالق آب و گل کی جانب۔

تیسری، غافل کرنے والے خیالات سے بچنا۔

چوتھی، ذکر میں ہمہ تن مشغولیت۔

پانچویں، اس بات کا دل میں جمانا کہ خداوند! میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا،

میرے وجود کو اپنی محبت و معرفت کا مرکز بنا دے۔

پس جو شخص ان پانچ باتوں کو اپنا <sup>مطمح</sup> نظر بنائے ہوئے ہو، اسے یہ پانچ باتیں حاصل

ہو گئیں اور جسے یہ پانچ خوبیاں حاصل ہیں وہی مطلوب حقیقی کا واصل ہے۔ (وہ پانچ نتائج یہ ہیں):

پہلا، اس کے لطائف ذکر سے ذاکر ہوں گے۔

دوسرا، جمعیت اور بے خطرگی حاصل ہوگی۔

تیسرا، اس کا دل حضرت حق کی طرف مائل و متوجہ ہوگا۔

چوتھا، فوق کی طرف لطائف میں جذب و کشش پیدا ہوگی۔

پانچواں، واردات حق سبحانہ، اس کے دل پر وارد ہوتے رہیں گے۔

جسے وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔

تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

[دیکھیں کہ یار کس کو چاہتا ہے اور کس پر مائل ہوتا ہے]



## یوم التواتر تاریخ ۱۱ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

حضور پر نور میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی شریف کا درس ہو رہا تھا۔ حضرت والا نے ایسے ایسے اسرار و رموز بیان فرمائے کہ حاضرین مجلس پر حضرت والا کے بیان سے عجیب اضطراب و بے تابی پیدا ہوئی کہ سب پر گریہ وزاری طاری ہو گئی۔ حضرت والا قلبی و روحی فداہ نے کمال شوق الہی میں ایک آہ اپنے دل فیض منزل سے کھینچی اور فرمایا کہ آہ! اگر اپنے شوق کی کیفیت کا ایک شمعہ بھی بیان کر دوں تو سامعین کے ہوش اڑ جائیں اور ان پر بیہوشی کا غلبہ ہو جائے اور سننے والوں کے حواس بجواسی میں مُبَدَّل ہو جائیں۔ افسوس! افسوس! ہجر کے آنسوؤں کے دریا میں حسرت و آلام کا سیلاب آیا ہوا ہے اور اشک مفارقت کا گرداب حیرت و اوہام کے موجوں میں دل بیقرار کو سیلاب وار بنائے ہوئے ہے۔ چونکہ وہ دیدار سے محروم ہے کیسے مسرور ہو اور وصل جو یاں آنکھیں (وصل چاہنے والی آنکھیں) جو رنج و فراق میں اشکبار ہیں کس حال میں شاداں ہوں۔

بچہ مشغول کُنم دیدہ دل را کہ مُدام  
دل تَرَامی طَلَبَد دیدہ تَرَامی خُوَابَد

[دل کی آنکھوں کو کس طرف لگاؤں کہ ہمیشہ دل تجھے ڈھونڈتا ہے اور آنکھیں تیری منتظر رہتی ہیں] اور جان حزیں جو غم فراق میں مبتلا ہے وہ کس طرح سے تسکین پائے، افسوس کہ صوری (ظاہری) ملاقات جو کہ ناممکن ہے، اس لئے دستِ تمنا اٹھا کر محض وصل کے خیال ہی سے دل کو تسلی دیتا ہوں (اور خیال ہی کے عالم میں) آنکھ کی پتلیوں کو پلکوں سے جدا کر کے اس نازنین کے پائے نازک پر رکھے ہوئے ہوں۔ اور انہیں ملتا ہوں اور روتا ہوں۔ مؤلف (شاہ رؤف احمد) کہتا ہے۔

ملی ہے قیس تصور میں بھی جو لیلے سے  
ملی ہے مرڈمک چشم کو کفِ پا سے

کبھی (عالم خیال میں) اس قامتِ سراپا قیامت پر اپنے کو نچھاور کرتا ہوں اور کبھی اس صورتِ سراپا آفت کو خیال کے پردہ پر لا کر سینکڑوں عجز و نیاز کے ساتھ جان اس پر قربان کرتا ہوں۔

بہ دل تصور روزِ وصال باندھ کے ہم  
بلائیں لیتے ہیں کیا کیا خیال باندھ کے ہم

### یوم پیر تاریخ ۱۲ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

فدوی محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ عارف وہی ہے جسے جو بھی مرحلہ پیش آئے خواہ لطف و عطا کا ہو یا جو روجفا کا اسے فعلِ خداوندی ہی سمجھے۔ عارف اور متعرف کے درمیان یہی فرق ہے کہ عارف پر خواہ عطا کی بارش ہو یا زد و کوب کی یورش بلا تامل کرشمہ خداوندی سمجھتا ہے۔ اور متعرف ان حالات کو غور اور فکر کے ساتھ خدا کا فعل سمجھتا ہے۔ ہر وہ شخص جو طرح طرح کے حالات اور واقعات میں جو خواہ یکساں ہوں یا مختلف ہوں (مثلاً) ضرر و نفع، عطا و منع، قبض و بسط، ضار و نافع، معطی و مانع، قابض اور باسط (ان تمام حالات و واقعات میں) حق تعالیٰ ہی کو دیکھے اور جانے بلا توقف اور بغیر ارادہ کے اسی کو عارف کہیں گے اور اگر اول اس سے غافل ہو اور پھر متوجہ ہو جائے یعنی بتکلف ایسا سمجھے اور وسائط و روابط کی صورتوں میں اسی فاعل مطلق جل ذکرہ کی کار فرمائی کا خیال کرے وہ متعرف کہلائے گا نہ کہ عارف۔ اور اگر بالکل ہی غافل ٹھہرے اور تاثیراتِ افعال کو واسطوں کا نتیجہ قرار دے (مثلاً بارش کو ابر کا نتیجہ سمجھے) اس کو ساہی (بھولنے والا) اور لاہی (غافل) اور مشرکِ خفی کہیں گے۔ جیسا کہ امام اجل حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نجات الانس میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت والا نے یہ شعر پڑھا۔

تو مَبَاشِ اصْلًا کَمَالِ لَیْسَتْ و بس  
تو درو گم شو وصال لَیْسَتْ و بس

[ کمال یہی ہے کہ تو طبعاً فنا ہو جائے، تو اس (ذات) میں گم ہو جائے تو یہی حقیقت میں وصال ہے ]

## یوم منگل تاریخ ۱۳ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

غلام اس قبلہ انام کے حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اندراج النہایہ فی البدایہ کے معنی یہ ہیں کہ سالک کو اگر بیخطرگی یا کم خطرگی حاصل ہوئی اور توجہ الی اللہ اس میں پیدا ہوگئی اور اسے جمعیتِ خاطر حاصل ہوگئی، تو اس خاندان عالی شان کا مبتدی قرار پائیگا کیونکہ یہی جمعیت و حضور دوسروں کی انتہا ہے پس ان کی ہدایت (یعنی ابتدا) دوسروں کی نہایت (یعنی انتہا) ہوئی۔

سیر ہا واردِ محبت چشم گزرِ بینا شود

جادۂ راہِ فنا ربُّم اللہ دیوانِ ما

[اگر چشمِ بینا ہے تو راہِ محبت ایک گلشن ہے راہِ فنا کی منزل ہمارے دیوان کی بسم اللہ ہے]

اس کے بعد حضور میں باطنی کشودگی کے واسطوں کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت والا نے فرمایا

کہ راہِ ولایت کی کشودگی کا پہلا واسطہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ گرامی ہے اور

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس واسطہ میں شریک ہیں۔ اس کے بعد بارہ ائمہ (اہل بیت) اور

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ولایت کے اس بارِ امانت کے حامل ہیں، لیکن اس

دوسرے ہزارہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ السامی بھی اس امر میں شرکت

رکھتے ہیں۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس دوسرے ہزارہ میں جو بھی ولایت کے درجہ میں پہنچے گا

خواہ وہ کسی بھی خاندان سے متوسل ہو بغیر آپ کے واسطہ کے اس راہ کا اس پر کھلنا غیر ممکن ہے۔

آپ کی توجہ و امداد سے وہ مراحل طے کرے گا اگر چہ ابدال، اقطاب و اوتاد و اغواث

ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ حضرت کی توجہ و امداد کی خبر رکھتے ہوں۔

## یوم بدھ تاریخ ۱۴ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

میں حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ ایک شخص کی زبان پر شدتِ گرما کی شکایت کا لفظ آیا

حضرت والا نے فرمایا کہ محبوب کی کار گزار یوں کی شکایت نہ کرنی چاہئے بلکہ ان کی عنایت کی بہ



نسبت مصیبت سے زیادہ محظوظ ہونا چاہئے۔ درد کی وجہ سے آہ سرد نہیں کھینچتا ہوں اور مادہ ملال سے شربتِ زلال چکھتا ہوں۔ (ہرنج سے شیریں کیفیت حاصل کرتا ہوں)۔  
 کہ ہر چہ ساقی ماریخت عین الطاف است  
 [جو کچھ ہمارے ساقی نے دیا، وہ عین الطاف ہے]

یہ بھی فرمایا کہ ایک دن میں والا حضرت شہید نور اللہ مرقده المجید کی خدمت فیضِ درجت میں حاضر ہوا تھا اچانک حضرت غوث الاعظم کی جانب متوجہ ہو کر میں نے عرض کیا کہ میرے پیر و مرشد سے میری سفارش فرمائیں۔ حضرت شہید عطر اللہ قبرہ المجید نے حلقہ سے فراغت کے بعد اس بندہ کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ ابھی اپنی سفارش کے لئے حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کا انتخاب کیا ہے۔

## یوم جمعرات تاریخ ۱۵ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ نماز تمام عبادتوں کی جامع ہے اور تمام طاعات پر حاوی۔ آنسرور انبیاء علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاعلیٰ کولیلۃ المعراج میں رویت کی جو دولت حاصل ہوئی تھی دنیا میں نازل ہونے کے بعد مقام اسریٰ کے وہی اسرار نماز میں ظاہر ہوئے جو اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ

الصَّلَاةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ (نماز مومن کی معراج ہے)۔

اور اس خبر حدیث سے اس کی مزید تصدیق ہوتی ہے کہ

أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِي الصَّلَاةِ (بندہ کو اپنے رب کی قربت سب

سے زیادہ نماز ہی میں حاصل ہوتی ہے)۔ اور اس سردار زمین و آسمان علیہ صلوات اللہ

الملک المنان کے تبعین کو بھی آں سرور کی اتباع اور (آپ) افضل البشر علیہ وعلی آلہ

صلوٰۃ الملک الاکبر سے اخلاص کی وجہ سے اس دولتِ عظیمی سے حصہ ملا اور اس بڑے عطیہ

سے نصیب کامل عطا کیا گیا ہے۔ ذَلِكْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے۔)

### یوم جمعہ تاریخ ۱۶ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

غلام حضور والا میں حاضر ہوا۔ ایک شخص نے چند سکتے حضور کے قدموں میں رکھ کر عرض کیا کہ یہ خانقاہ مُعَلِّی کے فقراء پر تقسیم فرمادیے جائیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک ایک تنگہ (رانج الوقت سکہ مثل پیسوں یا روپوں کے تھا) سب فقراء پر تقسیم کیا جائے اور اس وقت خانقاہ شریف میں ایک سو دس نفر صوفیا تھے جو گھر بار اور اپنے وطنوں کو چھوڑ کر اللہ پاک و برتر کی طلب میں یہاں قیام پذیر تھے، پس ایک ایک تنگہ ہر ایک کو تقسیم فرمایا اور فرمایا کہ میں بھی انہیں فقراء کے زمرہ میں ہوں ایک تنگہ اپنے حصہ کا ہم بھی لے رہے ہیں۔ اس کے بعد یہ آئیہ کریمہ تلاوت فرمائی کہ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ أَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ (اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو) (سورہ محمد آیت ۳۸)

### یوم ہفتہ تاریخ ۱۷ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضور میں اس حدیث پاک کا تذکرہ تھا کہ  
حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ آدَاءُ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ.

(ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: ۱۔ سلام کرنا، ۲۔ مریض کی عیادت کرنا، ۳۔ جنازوں میں شرکت کرنا، ۴۔ دعوت قبول کرنا، ۵۔ چھینکے والے کے الحمد للہ کہنے پر یرحمک اللہ کہنا) یعنی اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔)

حضرت والا نے فرمایا کہ اگر مریض عزیز قریب ہو یا پڑوسی ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور شخص اس کا خبر لینے والا نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کی عیادت اور خبر گیری اس پر فرض ہے، ورنہ صوفیا کا مریض کی عیادت کے جانے کے لیے چند شرائط ہیں کہ مریض فاسق اور بدعتی نہ ہو اور اس

کے ہم نشین خلاف طریقہ نہ ہوں اور راستہ میں بازار نہ پڑتی ہوتا کہ چلتے میں نگاہیں منتشر نہ ہوں۔ اسی طرح دعوت قبول کرنے کی بھی چند شرطیں ہیں:۔ مشتبہ کھانا نہ ہو (یعنی جس کمائی سے وہ کھانا تیار ہوا ہو، اس میں حرام کا پیسہ نہ شامل ہو) اور اس مجلس (دعوت) میں گانا بجانا نہ ہوتا ہو اور کوئی کھیل کود وہاں نہ ہو اور دعوت دینے والا ظالم، بدعتی، فاسق اور شری نہ ہو تو ایسی دعوت کا قبول کرنا واجب ہے ورنہ ممنوع و ناجائز۔ محیط میں ہے وَلَا يُجِيبُ اِلَى طَعَامٍ صُنِعَ رِيَاءً وَ سُمْعَةً. (اور نہ قبول کرے ایسے کھانے کو جو دکھاوے اور سنانے کے لیے تیار کیا گیا ہو)۔ مطالب المؤمنین میں ہے کہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جہاں کھیل کود اور گانا بجانا ہوتا ہو یا لوگ غیبتوں میں مصروف ہوں یا اس پر شراب پینے والے لوگ بھی بیٹھے ہوں۔ لَا يَنْبَغِي اَنْ يَقْعُدَ عَلَى الْمَائِدَةِ اِذَا كَانَ عَلَيْهَا لَعَبٌ اَوْ غِنَاءٌ اَوْ قَوْمٌ يَغْتَابُونَ اَوْ يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ كَذَافِي مَطَالِبِ الْمُؤْمِنِينَ.

فدوی نے بھی اسی روز اپنے حالات و کیفیات پر مشتمل عرضی پیش کی۔ حضرت والا نے اپنے دستخطی چند سطور سے اس عرضی کو مزین فرما کر عنایت فرمایا اور وہ عبارت یہ ہے کہ الحمد للہ یہ حالات تشفی بخش ہیں۔ کوشش کریں کہ تصفیہ قلب و تزکیہ نفس میں کمال حاصل ہو۔ سیر قلبی میں افعال کی نسبت بندوں سے مسلوب ہو کر حق تعالیٰ کے ساتھ منسوب ہوتی ہیں، اسی طرح سیر لطیفہ نفس میں صفات کو حق تعالیٰ سے منسوب سمجھتے ہیں، دونوں لطائف کے کمالات یہ ہیں اور دوسرے لطائف میں جدا جدا اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر وہ تمام اسرار پیدا و ظاہر ہوں تو بہتر ورنہ اللہ پاک کی بارگاہ میں بلتجی ہونا چاہئے کہ لطیفہ قلب و نفس میں بغیر کسی وسوسہ کے توجہ تام نصیب ہو۔ لطیفہ نفس پر جو ”انا“ کا مرکز ہے توجہ ڈالوں گا خداوند کریم فنائے قلبی و فنائے نفس نیز دوسرے لطائف میں فنا عطا فرمائے۔ فرمایا ہے کہ فنا محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے ان فناؤں کا حاصل، سالک کے باطن پر نیستی (اپنے وجود کے فنا ہونے کا احساس) کا ظہور ہے، جس وقت (سالک نے) افعال و صفات کو حق سبحانہ کے ساتھ منسوب پایا، اپنے کو نیست اور عدم پائے گا۔ رزائل کا ٹوٹنا اور ختم ہونا حاصل ہوگا۔



## یوم اتوار، تاریخ ۱۸ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

یہ کمترین درویشاں اس واقف رموز قرآن و کاشف حقائق فرقان کے حضور حاضر ہوا۔ حضرت والا نے کلام خداوندی کے معانی و مطالب بیان فرمائے۔ اس کے بعد تمہید (الحمد للہ کہنا) اور تکبیر (اللہ اکبر کہنا) اور تہلیل (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا) کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے ان کے معنی میں تطبیق بیان فرمائی۔ و نیز اس سے پہلے غلام نے جو عرضداشت حضور کی خدمت میں پیش کی تھی اس کے جواب سے سرفراز فرمایا اور وہ (جواب) یہ ہے کہ القاب و آداب میں مبالغہ شرع کی رو سے جائز نہیں اس لئے نہ کرنا چاہئے۔ کوشش کریں کہ عالم امر کے یہ لطائف اور ان کے احوال ان احوال کے برابر اور یکساں ہو جائیں جو لطیفہ نفس کی سیر میں پیش آتے ہیں۔ اور فنا و نیستی اور اپنی کوتاہیوں پر نظر رکھنا بلا تکلف حاصل ہو جائے۔ اور اخلاق رذیلہ میں شکستگی پیدا ہو (یعنی زائل ہو جائیں) اور اخلاق سنور جائیں اور پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم کی ارواح طیبہ کے واسطے سے واہبُ الْعَطِيَّاتِ سُبَّانَہ کی جناب میں (یعنی اس بڑے دینے والے کی بارگاہ میں) التجا کریں کہ اقربت کا راز منکشف ہو۔ چنانچہ لطیفہ قلب کی سیر میں برّ و وحدت و توحید ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جتنی طاقت ہو اس کے مطابق اور ادو اعمال میں مداومت اختیار کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جہت فوق میں توجہ کی جائے گی لیکن اگر لطائف کے حالات اس لطیفہ کے احوال کے ساتھ متحد ہو جائیں اور نسبت میں وسعت پیدا ہو تو یہی منظور (و مقصود) ہے۔

## یوم پیر تاریخ ۱۹ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ طالبین کی کوشش و سعی کا ذکر حضور میں آ گیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہندوؤں میں ایک شخص چرن داس نامی تھا، جو اپنے مذہب کی رو سے زہد اور ترک و تجرید میں ثابت قدم تھا۔ ایک شخص اس کو تلاش کرتے ہوئے مہینوں کی مسافت طے کر کے آیا تھا۔ اس طرح کہ دراز قد لیٹ جاتا (پیٹ کے بل) پھر کھڑے ہو کر وہاں سے جہاں سر تھا قدم رکھ کر

پھر اسی طرح دراز ہو جاتا۔ اسی طرح اس (ریشی) کے در پر حاضر ہوا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا اور اس کے اس مجاہدہ سے متحیر رہ گیا۔ اس کے بعد حضرت والا نے استغفار پڑھی اور فرمایا کہ ہندوؤں اور ان کے مجاہدات کا تذکرہ نہ کرنا چاہئے، پھر تین بار کلمہ طیبہ پڑھا اور کہا اَغْنِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ (یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے) حضرت پیغمبر صلوات اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا۔ پس ایک شخص نے عرض کیا کہ اہل حق میں سے بہت سے حضرات نے بھی مجاہدات کئے ہیں، چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم بنی رحمۃ اللہ علیہ نے سفر حجاز کے سلسلہ میں ہر ہر قدم پر دوگانہ (نفل کی دو رکعتیں) ادا فرمائی ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہاں! پھر ارشاد ہوا کہ حضرت آدم بنوری نور اللہ مرقدہ نے بھی مسجد قبا سے مسجد نبوی تک اسی طرح ہر ہر قدم پر دوگانہ پڑھی ہے۔

### یوم منگل تاریخ ۲۰ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ سیر و سلوک کا خلاصہ یہ ہے کہ بغیر خطرات کی مزاحمت کے حضور مع اللہ حاصل ہو جائے۔ لطیفہ قلب کی سیر میں، قلب میں توجہ الی اللہ پیدا ہو اور بے خطرگی ہاتھ آئے اور لطیفہ نفس میں اور عناصر (کی سیر) میں عناصر بھی متوجہ الی اللہ ہو جائیں اور مکشوفات اور انوار و اسرار اسی حضور و آگہی سے متفرع ہیں۔ اصل خزانہ یہی حضور مع اللہ ہے جیسا کسی شخص کے نزدیک ”درہم“ رأس المال ہے اور باقی کھانا کپڑا اور دوسری ضروریات و اسباب سب اسی درہم میں ہیں، اگر چہ فی الحال موجود نہ ہو لیکن (اگر درہم ہو تو) جب چاہیں یہ سب چیزیں خریدی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح اس راہ میں رأس المال (یعنی سرمایہ) ”حضور“ ہے اور باقی (انوار و برکات) اسی کا نتیجہ ہیں بلکہ ہر مقام کے انوار لوگوں پر منکشف ہوتے ہیں لیکن اسرار بہت کم لوگوں پر کھلتے ہیں اور نیز انوار و اسرار اس دنیا میں ساتھ ہیں اور قبر میں سوا حضور و آگاہی کے ان دونوں میں سے کوئی ساتھ نہیں جاتا۔ اس لئے آگہی و حضور کی تلاش کرنی چاہئے اور دوسری چیزوں کی جستجو بیکار ہے۔

کار این است غیر این ہمہ ہیچ

[ کام تو یہی ہے اس کے سوا سب بیکار ہے ]

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ لطیفہ قلب کے اسرار ”ہمہ اوست“ اور ”انا الحق“ کہنا ہے اور لطیفہ نفس کا ”ازانائیت“ کا خاتمہ ہے اور لطیفہ قالب کا راز کچھ نہ بتایا اور فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان نہیں فرمایا۔ اور کمالات مثلہ اور دوسرے مقامات جدیدہ مثلاً حقائق سببہ وغیرہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ سرہ السامی کو ان سے سرفراز فرمایا ہے اور ان کے واسطے سے ان کے متوسلین کو اس دولت عظمیٰ اور بڑے تحفہ سے حصہ نصیب فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہیں کہ جو بات بطور دلیل کے ہے کشفی ہو جائے (یعنی دلیل سے سمجھی ہوئی بات کشف سے واضح ہو جائے) اور نظری (یعنی خیالی) بدیہی (یعنی یقینی) ہو جائے اور طمانیت و صفا کا کمال اور بے کیف اتصال اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی اور حکم دی ہوئی باتوں کی پیروی اور بے رنگی و انتہائے لطافت باطنی حال بن جائے اور چونکہ ذات تعالت و تقدست کی تزییہ کی وجہ سے تمام نسبتیں خواہ عینیت و اتحاد کی ہوں یا ظلیت کی احاطہ ذاتی ہو یا علمی، غرض کہ تمام نسبتیں مسلوب (فنا) ہو جائیں۔

وَمَا لِلتَّرَابِ وَرَبِّ الْأَرْبَابِ

[لوگوں کے رب کے سامنے خاک کی کیا حقیقت ہے]

اور اسی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا کہ اس مقام پر ہو سکتا ہے کہ جو لوگ اقرین میں سے ہیں دوری کی تلاش کریں اور جو اصلین ہیں وہ راہ مہجوری کے طالب ہوں۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ جن کو والا حضرت شہید نور اللہ مرقدہ المجید نے اپنا پیر بتایا ہے اگرچہ استفادہ باطن ان سے نہیں کیا لیکن ابتدا میں ان سے استفادہ کا ارادہ فرمایا تھا اور اسی ارادہ کی وجہ سے وہ ان کو اپنا پیر سمجھتے تھے اور انہوں نے (یعنی حضرت حاجی محمد افضل) حضرت حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند ثانی قُدَّسَ سِرُّہ کی خدمت میں دس سال گزارے ہیں، نیز اسی قدر زمانہ حضرت عبدالاحد قدس سرہ کی صحبت میں بسر فرمایا ہے اور ان دونوں بزرگوں سے انہوں نے تمام سلوک حاصل کیا تھا۔ ایک دن ان کی خدمت میں دو

شخص آئے جو مرشدِ عالی سیر حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ کے مریدین میں سے تھے اور ان کی (حاجی صاحب کی) نسبت بے کیف کا ادراک نہ کر سکے۔ آپس میں ایک نے کہا کہ جو کچھ مجھ میں ہے وہ تجھ میں ہے دوسرا بولا جو تجھ میں ہے وہ مجھ میں ہے۔ پھر ان دونوں نے کہا کہ ان میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ الحاصل ان مقامات عالیہ کی نسبتِ کمال بے کیف ہوتی ہے کہ دستِ ادراک اس دامن تک پہنچ نہیں سکتا۔ اس نسبت کا رکھنے والا خود بھی بجز جہالت (نادانستگی) و نکارت (بے خبری) کے اور کوئی بات اپنے اندر نہیں رکھتا چہ جائیکہ دوسرے لوگ اسے محسوس کر سکیں۔

أَوْلِيَايَ تَحْتَ قَبَائِي لَا يَعْرِفُونَهُمْ غَيْرِي

(میرے دوست میری قبا کے اندر ہیں جنہیں میرے سوا کوئی نہیں جان سکتا)۔

### یوم بدھ تاریخ ۲۱ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضور میں نسبت کے معنی کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ نسبت کے معنی حضور و جمعیت و آگاہی کے ہیں و نیز اسی وقت والا حضرت شہید نور اللہ مرقدہ المجید کا مکتوب گرامی پڑھا گیا جس میں ہنود کے اصل مذہب کا بیان اور ان کی ان چار کتابوں کا جنہیں وہ منزل (نازل کی گئی) قرار دیتے ہیں تحقیق فرمائی۔ اور تحریر فرمایا تھا کہ ان کی ایک کتاب میں معارف ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت پیر و مرشد کے کلام پر کچھ کلام کرنا انتہائے بے ادبی ہے لیکن میرے نزدیک ان کی کتابوں میں معارف ثابت نہیں ہیں۔

### یوم جمعرات تاریخ ۲۲ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور والا میں حاضر ہو۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ والا حضرت شہید نور اللہ مرقدہ المجید طالبین کو دو سال کی مدت میں لطیفہ قلبی کا پورا سلوک فرمادیا کرتے تھے اور ایک سال میں لطیفہ نفس اور دو سال میں باقی تمام لطائف کا، تا آنکہ درجہ کمالات تک پہنچا

دیتے۔ پھر پانچ سال میں بقیہ نصف سلوک جو کمالات سے باقی رہتے تھے ان کا سلوک کر دیتے تھے۔ اس کے بعد ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور کی خدمت میں تو ایک سال سے بھی کم مدت میں لطیفہ قلب کا سلوک ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے مقامات بھی اسی طرح جلدی سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں بھی اس معاملہ میں حیران ہوں کہ یہاں معاملات میں طوالت نہیں ہوتی۔ باری تعالیٰ کی عنایت و کرم فرمائی ہے کہ دور دراز کی مسافت کو میرے لئے نزدیک کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اسی دس سال کی مدت مقررہ میں ہی تمام راہ طے ہوتی ہے، اگرچہ ہر مقام کے رنگ تھوڑے ہی دنوں میں کثرت توجہ اور بزرگوں کی عنایت سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حضرت شیخ مولانا محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر لوگوں کو جلد تسلیک فرمادی تھی اتفاقاً نادر شاہی حادثہ واقع ہو گیا اور ان کا باطن مکدر ہو گیا گویا نسبت سے خالی ہو گئے اسی وجہ سے والا حضرت شہید نور اللہ مرقدہ المجید جب تک سالک کے ایک مقام پر طول و عرض میں سلوک تمام نہ ہوتا تھا، دوسرے مقام کے لئے توجہ نہیں ڈالتے تھے اور قطع سلوک کی مدت دس سال قرار دی تھی۔ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَمَا مِلَّةٌ. (یہ کامل دس ہیں)

### یوم جمعہ تاریخ ۲۳ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ بِأَسْرَارِهِ السَّامِيَّ کے مکتوبات شریف کا درس ہو رہا تھا، وہ مکتوب جو بڑے صاحبزادوں یعنی خواجہ خورد و خواجہ کلاں کو عقائد کے سلسلہ میں لکھا گیا تھا پڑھا گیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس مکتوب میں عقائد کے باب میں بڑے فائدے ہیں، اسے علیحدہ لکھ کر لوگوں کو دینا چاہیے۔ اس کے بعد فاتحہ پڑھی اور الرحمن اور الرحیم کے معانی بیان فرمائے کہ۔  
الرحمن۔ وہ ذات کہ جس سے مانگا جائے تو وہ عطا کرے  
الرحیم۔ وہ ذات کہ جس کسی نے اس سے نہ مانگا، تو وہ اس پر ناراض ہوا۔



## یوم ہفتہ تاریخ ۲۴ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

حضور عالی میں حاضر ہوا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے اشغال اور اذکار کا تذکرہ چھیڑا کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زبان سے ایک ذکر مقرر فرمایا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی زبان سے اپنے محبوب کی یاد کرتا ہے اور اپنی بولی کے مطابق الفاظ چن لیتا ہے (چناچہ) ہندیوں میں ہندی اصطلاحات، سندھیوں میں سندھی بولی جاتی ہے (یہاں تک کہ پرندے وغیرہ میں بھی یہ طریقہ رائج ہے کہ) بلبیل جو اس گل رعنا کے رخ کی شیدا ہے اسکے عشق میں اپنی زبان میں نغمہ سرائی کرتی ہے اور قمری بتلا اس سرود و شمشاد کے قامت زیبا کی محبت میں دل سے نعرے لگاتی ہے۔

مُرغانِ چمنِ ہر صباے خُونَد تَرَا بِاَصْطِلَاعِ

[چمن کے پرندے ہر صبح اپنی اپنی بولیوں میں تجھ کو پکارتے ہیں]

## یوم اتوار، تاریخ ۲۵ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ خواجگان پیر پیراں خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی کہ میرے جنازہ کے ساتھ کلام پاک اور درود مقدس پڑھتے نہ چلیں کہ بے ادبی کی بات ہے البتہ یہ قطعہ پڑھ سکتے ہیں۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیأ باللہ از جمال روئے تو  
دست بکشا جانپ زنبیلِ ما آفرین بردست و بر بازوئے ما  
[ہم مفلس لوگ تیری گلی میں آئے ہیں اللہ کے واسطے اپنے جمال رخ کا کچھ صدقہ ادھر

بھی عطا ہو۔ ہماری زنبیل کی طرف ہاتھ بڑھائے آپ کے دست و بازو پر آفرین ہو]  
اس کے بعد حضور میں ذکر خفی کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے فرمایا جب دل کی جانب توجہ کی جائے گی تو دل ذاکر ہوگا اور انتظار پیدا ہوگا (یعنی دل کی نگاہ مذکور کی جانب ہو جائے گی)

اس کے بعد لطیفہ روح کی طرف توجہ کی جائے تو اس میں ذکر جاری ہو جائے گا اور توجہ الی اللہ کی کیفیت پیدا ہوگی۔ اسی طرح عالم امر کے ہر لطیفہ کی یہی کیفیت ہو جاتی ہے کہ توجہ و انتظار حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد انتظار کی کیفیت کم ہونے لگتی ہے تا آنکہ توجہ مستہلک و مضحک ہو جاتی ہے۔

حقیقۃً انتظار و توجہ کی کیفیت فنا نہیں ہوتی بلکہ اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ اس راہ میں اسی کا ذکر خفی نام رکھتے ہیں۔ اس کے بعد نفس اور عناصر ثلاثہ (ہوا، آب و آتش) کے لطائف میں پھر عنصر خاک کے لطیفہ میں پھر ہیئت وحدانی میں اسی طرح ہوتا رہتا ہے۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ کا فضل ہے جو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے)

### یوم پیر تاریخ ۲۶ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

حضور کی مجلس عالی میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر جو معارف منکشف ہوئے ہیں وہ تین طرح کے ہیں۔ ایک قسم وہ جو آپ نے نہ کسی سے فرمایا ہے اور نہ ان (موتیوں) کو تحریر و تقریر کے دھاگے میں پرویا ہے۔ اور ایک قسم کو خاص اپنی اولاد امجاد سے بیان فرمادیا ہے۔ اور ایک قسم کو عام طور سے اپنے متوسلین اور حلقہ بگوشوں سے ارشاد فرمایا اور ان (معارف) کو تحریر بھی فرمادیا ہے۔ چنانچہ مکاتیب شریف کی تینوں جلدیں اور ساتوں رسالے ان سے بھرے ہوئے ہیں۔

و نیز حضرت والا نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت اور نسبت حاصل کرنے کے احوال ارشاد فرمائے کہ حضرت نے پہلے اپنے والد ماجد سے خاندان عالی شان چشیتہ میں بیعت کی۔ اور اس خاندان کی خلافت و اجازت پائی ہے۔ بلکہ اپنے والد بزرگوار سے دوسرے طریقوں مثلاً سہروردیہ، کبرویہ قادریہ، شطاریہ اور مداریہ میں بھی اجازت پائی ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ فانی فی اللہ باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچ کر طریقہ شریفہ نقشبندیہ کے سلوک کو انجام تک پہنچایا اور خلافت پائی۔ ایک روز مسجد مبارک میں صبح کا حلقہ فرما رہے تھے کہ حضرت شاہ

سکندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جدِ بزرگوار عارفِ دکاشفِ اسرارِ جلی و خفی حضرت شاہِ کمالِ کیتھلی قدس سرہ کے حکم سے جناب حضرت غوثِ الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا خرَقہ لا کر حضرت کے سر مبارک پر ڈال دیا تو حضرت عالی، نسبتِ قادرِ یہ کے انوار کے سمندر میں غرق ہو گئے، اس وقت ان کے دل میں خیال گزرا کہ میں تو خاندانِ نقشبندیہ کا خلیفہ ہوں اب جبکہ نسبتِ قادرِ یہ نے مجھ کو اپنے احاطہ میں لے لیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس طریق کے بزرگوں کو یہ بات ناگوار لگے، اسی وقت مشاہدہ ہوا کہ حضرت غوثِ الاعظم معہ حضرت شاہِ کمالِ کیتھلی و حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند و دیگر اکابرین (نقشبندیہ) یہاں تک کہ حضرت خواجہ باقی باللہ و حضرت خواجہ معین الدین چشتی و حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی و حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ یہ سب ہی تشریف لائے ہیں۔ حضرت خواجہ (نقشبندی) فرماتے تھے کہ یہ میرے خلیفہ ہیں اور حضرت غوثِ الاعظم نے فرمایا کہ ان کو بچپن میں کمالِ کتھیلی نے اپنی زبان چٹائی ہے تو یہ مجھ سے ہیں اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا کہ ان کے آباؤ اجداد میرے ہی سلسلہ سے منسلک تھے۔ اسی طرح تمام بزرگوارانِ ارشاد فرماتے تھے۔ آخر کار تمام اکابرین نے ان کو بالاتفاق مقبول قرار دیا اور ہر ایک نے اپنی نسبتِ پاک سے انہیں نوازا اور اپنا خلیفہ بنایا۔ حضرت نے صبح سے لے کر ظہر تک اسی حلقہ میں یہ احوال مشاہدہ فرمائے اور اس دولتِ عظمیٰ سے سرفراز ہو گئے۔ پس طریقہ مجددیہ میں ہر خاندانِ عالی کی نسبتِ جلوہ گر ہے، گویا چار دریا بے پایاں موج خیز ہیں (اس طرح کہ) دو دریا نسبتِ نقشبندیہ کے اور ایک دریا نسبتِ قادرِ یہ کا اور ایک ایسا دریا ہے کہ نصف اس کا (نسبت) چشتیہ سے متعلق ہے اور بقیہ نصف میں (نسبت) سہروردیہ و کبرویہ ہے۔ نسبتِ نقشبندیہ تمام نسبتوں پر غالب ہے پھر اس کے بعد قادرِ یہ پھر چشتیہ پھر سہروردیہ۔

## یوم منگل تاریخ ۲۷ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضور میں کفر طریقت کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کفر طریقت یہ ہے کہ امتیاز اٹھ جائے اور غیریت نہ باقی رہے اور بجز ایک ذاتِ تعالیٰ

و تقدس کے کچھ بھی نظر میں نہ آئے۔ منصور حلاج نے فرمایا ہے۔

كَفَرْتُ بِدِينِ اللَّهِ وَالْكَفْرُ وَاجِبٌ  
لَدَيَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِينَ قَبِيحٌ

(میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور میرے نزدیک کفر واجب ہے حالانکہ مسلمانوں

کے نزدیک بہت برا ہے)۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ منصور حلاج طوق سلاسل (قید کی بیڑیاں) میں پانچ سو رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ فِي الْعِشْقِ رَكْعَتَانِ لَا يَصِحُّ وَضُوءُهُمَا إِلَّا بِالذَّمِّ [عشق کے دوگانہ (دو رکعت نماز) کے لئے وضو اس وقت تک کامل و صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ خون (دل) سے نہ کیا جائے]“

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم مجھے حاصل ہوئے ہیں، ایک علم کو تو میں نے دنیا والوں پر ظاہر کر دیا لیکن دوسرے (علم) کو پوشیدہ رکھا ہے اگر اس میں کا ایک ذرہ بھی ظاہر کر دوں تو لوگ میری گردن مار دیں۔ اکثر صوفیائے کرام نے اس دوسرے علم کو ”علم وحدت الوجود“ اور ”اسرار ہمہ اوست“ کہا ہے اور علماء کا خیال ہے کہ وہ منافقین کے حالات ہیں جنہیں آن سرور علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر نے بیان فرمایا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ وہ دوسرے اسرار ہیں جو ان دونوں (یعنی وحدت الوجود و ہمہ اوست) کے علاوہ ہیں۔ اسکے بعد حضرت والا نے فرمایا ہے کہ توحید و جود کی اسرار ہوں یا توحید شہودی کے معارف یا دیگر مقامات بہر حال جو کچھ حق سبحانہ عنایت فرمائے نعمت عظمیٰ ہے۔ پھر مولانا روم کا یہ شعر پڑھا

جانِ مَنْ وَجَانَانِ مَنْ دِينِ مَنْ وَإِيمَانِ مَنْ

سلطانِ مَنْ سُلْطَانِ مَنْ حِزْبِ مَنْ دَرُوشِ رَا

[اے میری جان اور اے مرے معشوق، اے میرا دین اور اے میرا ایمان، اے میرے

سلطان، اے میرے بادشاہ، اس درویش کو بھی کچھ عطا کریں]

اس کے بعد حضور میں حضرت نظام الدین فخر العارفین کا ذکر آیا، حضرت والا نے فرمایا کہ اہل چشت کہتے ہیں کہ امت میں ان کے جیسے ولی پیدا نہیں ہوئے اور ہر پیغمبر میں جو ایک خصوصیت عطا ہوئی ہے تو ان میں بھی وہ ہر ایک (خاصیت) ظاہر ہوئی تھی۔ اور اسی اثنا میں ہادی سالکین رہبر عارفین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار سے ایک شخص آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کاک (روغنی مکیہ یا کوئی خشک چیز) کی قسم میں سے آستانہ مبارک سے کوئی تبرک لائے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ ”نہیں“۔ حضرت نے فرمایا تم نے یہ کیا خطا کر دی کہ کوئی تبرک نہیں لائے، دوبارہ جاؤ اور کوئی چیز لاؤ کہ بزرگوں کے تبرک میں اسرار پنہاں اور بے حد فوائد ہوتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ روایت ہے کہ ایک شخص ان کے مزار مبارک سے کاک (روغنی مکیہ) لایا تھا، ایک چڑیا اس کے گھر کی مرگئی تھی، اس روٹی میں سے تھوڑا سا ٹکڑا پانی میں پیس کر اس چڑیا کے منہ میں ڈالا، اللہ کی قدرت سے وہ زندہ ہو کر اڑ گئی۔

### یوم بدھ تارتخ ۲۸ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

حضور ر فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ اس وقت ایمان کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایمان تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک عام لوگوں کا ایمان کہ غیب پر لائے یعنی انہوں نے اللہ پاک و برتر کو دیکھا نہیں مگر دل و جان سے مائل ہو گئے۔ دوسرا اولیاء اللہ کا ایمان جو اہل شہود لوگوں میں سے ہیں۔ ان کا ایمان شہودی (یعنی آنکھوں دیکھے جیسا) ہے کہ بے صبری، بے قناعتی اور بے توکلی وغیرہ حجاب ظلمانی کو پار کر کے حجاب نورانی میں پہنچے۔ جس کو صفات و شیونات و اعتبارات ذاتیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسکو طے کر کے مرتبہ شہود میں پہنچتے ہیں۔ تیسری قسم ایمان اکابرین کی ہے کہ اس مرتبہ شہود سے (وہ لوگ) گزر چکے ہوتے ہیں اور وصال کے مرتبہ کمال پر پہنچ جاتے ہیں ان کا ایمان ایمان غیبی بن گیا کیونکہ کمال اتصال کے درجہ میں مشاہدہ کی گنجائش نہیں ہے۔ جیسے



اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس سے پہلے میں بار بار دل پر اُلم سے آپہنچا کرتا تھا اور صبر و شکیبائی کا دامن پھاڑا کرتا تھا اب آپہنچ گم ہو گئیں کبھی کبھی کوئی آہ نکل جاتی ہے تو مجھے بیخود بنا دیتی ہے۔

آہے چو گردباد زجائے بُردِ مَرا

از کوئے دوست آہ کجایِ بُردِ مَرا

[میری آہ مجھے گردباد ﴿۱﴾ کی طرح اپنی جگہ سے اڑالے جاتی ہے دوست کے کوچہ سے

مجھکو ”آہ“ کہاں لے جاتی ہے۔]

اس کے بعد فرمایا کہ عشق درکار ہے۔ عشق کے بغیر راز کھلتا نہیں۔ یہ عشق ہی کبھی معشوق

تک پہنچاتا ہے تو کبھی کوچہ و بازار میں تشہیر کے لئے دوڑاتا ہے۔ یہ عشق ہی ہے

جو خانماں (گھر کے اسباب و سامان) جدا کرتا ہے اور اپنوں اور بیگانوں میں رسوا کرتا ہے

چوں نیست ترا عشق بہ تحقیق ز تقلید

چاکے بگریباں زن و خاکے بسرِ افکن

[اگر تجھے عشق حاصل نہیں تو عاشقوں کی تقلید میں گریبان پھاڑ ڈال اور سر پر خاک ڈال]

یوم جمعہ تاریخ ۳۰ شعبان ۱۲۳۱ ہجری

خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے حافظ شیرازی کے دیوان کا یہ مطلع پڑھا۔

الَا يَا أَيُّهَا السَّاقِي أَدْرِ كَأْسًا وَنَاوِلْهَا

کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مُشْكِلْهَا

[اے ساقی! جام بھر اور گردش میں لا کہ عشق پہلے پہل تو آسان نظر آتا ہے لیکن آخر میں

مشکلات بہت ہیں]

اور فرمایا کہ نسبت قلب کا ظہور ہوا ہے پھر اسی غزل کا دوسرا شعر ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ گردباد۔ ہوا کا وہ جھکڑ جو چیزوں کو پیٹتا ہوا اوپر اٹھالے جاتا ہے۔

بہ بوئے نافہ کا خر صبا زان مُطَرَّہ بُکُشاید  
زتاب جعد مُشکِیْنِش چہ خون اُفتاد دَرِ دِلہا

[اے صبا! اس طرہ کو (زلف کو) کھول دے کہ بوئے نافہ پھیل سکے ورنہ اس کے  
گیسوائے جعد مشکیں (سیاہ گھنگریا لے بال) کی تاب سے دل خون ہوا جا رہا ہے]  
پھر دل فیض منزل سے ایسی آہ نکالی کہ حاضرین مجلس پر اس وقت عجیب حالت اور نادر  
کیفیت طاری ہو گئی۔

اس کے بعد نماز کا تذکرہ ہونے لگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جب آدمی تکبیر افتتاح  
کہہ کے نماز شروع کرتا ہے اور قیام کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ اس کا بدن اور دل  
دونوں اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہیں اور جب رکوع میں پہنچے (تو یہی خیال دل میں طاری  
رکھے کہ) میرا بدن اور دل حضور حق تعالیٰ میں جھکے ہوئے ہیں، اسی طرح جب سجدہ میں جائے تو  
سمجھے کہ میرا جسم و دل دربار کبریا میں سجدہ ریز ہے کہ سَجَدَ لَكَ سَوَادِي وَ خِيَالِي وَ اَمَنَ  
بِكَ فُنُوَادِي (میرے ظاہر و باطن نے تیرے لیے سجدہ کیا اور میرا دل تجھ پر ایمان لایا)

اس کے بعد حضرت مجد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات (کا درس) شروع ہوا۔  
اسکے درمیاں معارف بلند بیان فرماتے رہے اور جب ان الفاظ پر کہ قُولُوا اَشْهَدُوا بِاَنَّا  
مَسْلِمُونَ (تم لوگ کہہ دو کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ بیشک ہم مسلمان ہیں) ختم ہوا تو حضرت والا  
نے فرمایا کہ بِهْدَايَةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَ بِهْدَايَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ بِهْدَايَةِ  
هَذَا الْكِتَابِ (یعنی اللہ پاک کی ہدایت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہبری اور اس کتاب  
کی رہنمائی کے طفیل)

یوم ہفتہ تاریخ یکم رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت والا پر ضعف و ناتوانی کا غلبہ اور گرمی  
کی شدت کا بھی اثر تھا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ پنکھا جھلو۔ پھر فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ دنیا



والوں کا مخدوم بن جائے تو اس کو اپنے پیرومرشد کی خدمت اختیار کرنا چاہیے کہ

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

[جو دوسروں کی خدمت کرتا ہے وہ مخدوم ہوتا ہے۔ (یعنی لوگ بھی اسکی خدمت کرتے ہیں)]

یہ خدمت ہی کا طفیل ہے جو انسان کو ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ مقام پر پہنچاتی ہے اور ادب ہی

وہ چیز ہے جو پستی خاک سے اٹھا کر فلک الافلاک کی بلندی تک پہنچاتا ہے

خدمت تُرَابٌ كَنُكْرَةٌ كَبْرِيَا كَشَدٌ

[خدمت (کا جذبہ) ہی تجھے عظمت کے محل کے کنگرہ تک پہنچائے گا]

اور اس کے بعد فرمایا کہ ان دنوں جبکہ عمر بڑھاپے کی حد میں پہنچ چکی ہے بدن میں

نا توانائی ہے اور دل بھی کمزور ہو چکا ہے (اس لئے) زہد و ریاضات اور اذکار و اشغال میں مجاہدات

کم ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے جب طاقت و توانائی حاصل تھی تو جامع مسجد کے حوض کا پانی پی لیتا تھا

اور دس پارے کلام پاک کے تلاوت کرتا تھا اور دس ہزار ذکر نفی و اثبات کرتا تھا اور اسی مناسبت سے

نسبت کا ظہور بھی ہوتا تھا۔ (اس قدر کہ) جامع مسجد انوار سے معمور ہو جاتی تھی۔ جس کو چہ سے گزرتا

تھا انوار سے پر ہو جاتا تھا اور جس مزار پر پہنچتا تھا صاحب مزار کی نسبت کمزور پڑ جاتی اور میری نسبت

غالب ہو جاتی تھی۔ میں خود کو پست کر کے ان بزرگ کا ادب و احترام کرتا تھا۔

## یوم اتوار تاریخ ۲۲ / رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ذکر کرنا اور جدوجہد کرنا

چاہیے کہ بغیر چلے ہوئے راہ طے نہیں ہو سکتی۔ و نیز فرمایا کہ ماسوا سے پورے طور پر انقطاع اور کمینی

دنیا سے بالکل منہ پھیر لینا ضروری ہے تاکہ فیض الہی کا دریا دل میں موج مارے اور انوار لامتناہی کا

سمندر جوش میں آئے۔ مرشدنا و امانا حضرت والا شہید نور اللہ مرقدہ المعجید فرمایا کرتے تھے

کہ جب کبھی میں گھر میں جاتا تھا اور اہل خانہ کی طرف سے ضرورت کام کیلئے کوئی چیز طلب کی جاتی

تو اللہ پاک اسے بھجوادیتا تھا لیکن ایک دینار کے آنے پر باطنی معاملہ اپنے سابقہ نہج اور طریقہ پر نہیں رہتا تھا بلکہ نسبت میں کچھ فتور واقع ہو جایا کرتا تھا۔ اللہ کی قسم، اللہ کی قسم اور اللہ کی قسم۔ اس کے بعد حضور میں فنا کا ذکر آیا، حضرت والا نے فرمایا کہ جب دل بے شعور ماسوا اللہ سے منقطع ہو جائے تو اس وقت فنا حاصل ہوتی ہے اور جب اس بے شعوری کا شعور بھی باقی نہ رہے تو فناء الفنا میسر ہوتی ہے۔

و نیز فرمایا کہ عارف آگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَارْضَاهُ عَنَّا (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کو ہم سے راضی کرے) نے فرمایا ہے کہ بے شعوری تو خلق سے ہونی چاہیے لیکن حضرت حق سبحانہ سے شعور ہو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس بات کے دوسرے معنی جو اس وقت میرے قلب میں القا ہوئے ہیں یہ ہیں کہ بے شعوری میں شعور بھی شامل ہو یعنی مخلوق سے جو نفع یا نقصان پہنچے تو اس کو خالق ہی کی طرف سے سمجھے، غیریت کا شعور بالکل اٹھ جائے، ضار و نافع حق تعالیٰ ہی کو سمجھے لیکن اس بے شعوری کے باوجود اتنا شعور ہونا چاہیے کہ اس شخص کا بھی شعور رہے کہ درمیان میں واسطہ ہے۔ جیسے اگر کوئی شخص کسی سالک کو حلوا کھلائے یا طمانچہ مارے تو سالک سمجھتا ہے کہ اس فعل کا حقیقی فاعل تو اللہ پاک ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اس شخص سے بطور واسطہ کے یہ فعل سرزد ہوا ہے۔

و نیز فرمایا کہ صوفیا کا کام دیکھنا ہے اور علماء کا کام سمجھنا ہے۔ فقرا حق (تعالیٰ) کی مدد سے دیکھتے ہیں اور علماء اسی پاک بے نیاز کے طفیل سمجھتے ہیں۔

### یوم پیر تاریخ ۳ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نور نظر حضرت زہرہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عرس کا دن ہے پھر اس کے بعد ان کی نیاز دینے کے لئے شیر برنج پکانے کا حکم ہوا۔ اس کے بعد حضور فیض گنجور میں ایک شخص نے عرض کیا کہ

ولایت افضل ہے یا امامت؟ اور دونوں کے درمیان کیا فرق ہے؟ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ولایت عام ہے اور امامت خاص۔ ہر امام ولی ہے لیکن ہر ولی امامت کے درجہ تک نہیں پہنچتا۔ اس لئے کہ ولایت کے معنی حضور مع اللہ کے ہیں اور امامت ایک ایسا منصب ہے جس پر ہر ایک کو سرفراز نہیں کیا بلکہ کالمین ہی کو یہ منصب عطا ہوتا ہے۔ چنانچہ چاروں خلفاء اور بارہ ائمہ اور ان کے علاوہ دیگر (امامت کے درجہ پر فائز حضرات) سب کے سب اولیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہیں۔

اس کے بعد اس مجلس میں حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحيات کی جامعیت کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تمام کمالات ظاہری و باطنی بطور اجمال حضرت سید انبیا علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاعلیٰ کو حاصل تھے۔ لیکن تمام کمالات کا تفصیلی ظہور زمانہ خاص اور شخص خاص پر موقوف تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ أُعْطِيَ بِمَفَاتِيحِ كُنُوزِ الْأَرْضِ (زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کی گئی ہیں۔)

حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدس میں اکثر ممالک فتح نہیں ہوئے بلکہ اکثر تو خلفاء کے زمانے میں فتح ہوئے اور بیشتر مقامات صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے بعد نامور سلاطین نے فتح کئے ہیں۔ چنانچہ محمود غزنوی نے ہندوستان فتح کیا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ کمال انہیں پر موقوف تھا اور حضرت آں سرور علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر کو تمام علوم کیا علم توحید و جودی اور کیا علم کلام اور کیا مسائل فقہ کی جزئیات، غرض کہ سب مجملاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے لیکن بطور تفصیل علم توحید و جودی حضرت محی الدین ابن عربی کے وجود باوجود پر اور علم کلام ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہما پر جزئیات مسائل فقہ کا علم امام اعظم امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم پر موقوف تھے۔

قصہ مختصر یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کمالات کہ امت کے افراد پر ظہور پذیر ہوئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے کمالات تھے اور اس ظہور سے پیشتر بھی حضور کو حاصل تھے۔ صرف اجمال و تفصیل کا فرق تھا اور بس۔

## یوم منگل تاریخ ۴ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور والا میں حاضر ہوا۔ اس وقت مجلس مبارک میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر تھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ امام اعظم نے مدینہ منورہ میں امام مالک سے ملاقات فرمائی۔ امام مالک نے ان سے دریافت فرمایا کہ آپ کا وطن کہاں ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ”عراق“۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عراق کے لوگ اہل نفاق ہوتے ہیں۔ آپ نے (یعنی امام اعظم نے) فرمایا درست ہے، اللہ پاک و برتر نے فرمایا ہے کہ وَمِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ مَرْدُؤَا عَلِيِّ النِّفَاقِ (اہل عراق میں سے بعض نفاق میں بڑھے ہوئے ہیں) اسپر حضرت امام مالک خاموش ہو گئے۔ جب یہ چلے گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ نعمان بن ثابت (یعنی امام اعظم) یہی تھے۔ تو پچھتائے کہ کیسی بات منہ سے نکل گئی۔ اور ان کی بڑی تعریف کی۔ راقم (شاہ رؤف احمد) عنفی عنہ کہتا ہے کہ قرآن میں مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرْدُؤَا عَلِيِّ النِّفَاقِ (سورۃ توبہ آیت ۱۰۱) آیا ہے اور امام مالک اہل مدینہ میں سے تھے۔ پس امام اعظم نے بطریق الزام جواب دیا کہ صحیح ہے اہل عراق کی شان میں مَرْدُؤَا عَلِيِّ النِّفَاقِ آیا ہے یعنی حق سجانہ نے تو بعض اہل مدینہ کو مَرْدُؤَا عَلِيِّ النِّفَاقِ کہا ہے اور آپ اہل عراق کو کہتے ہیں۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دن حضرت امام شافعی آپ کے (حضرت امام اعظم کے) مزار پر انوار پر تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت آیا تو انہیں کے طریق پر بلا رفع یدین کے نماز ادا فرمائی اور فرمایا کہ مجھ کو شرم آتی ہے کہ ان کے حضور میں بڑائی ظاہر کر کے اپنے اجتہاد کا اظہار کروں۔ اس کے بعد حضور پر نور میں توحید و جود کی کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ وہ کیفیت ہے جو کطفیہ قلبی کی سیر کے دوران منکشف ہوتی ہے لیکن جو لوگ ان مقامات عالیہ سے واقف نہیں ہیں جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائے ہیں تو اسی کو انتہائے قرب سمجھتے ہیں۔ اس طرح دائرہ ظلال سے نکل کر اصل میں قدم نہیں رکھتے اور مخلوق کو عین خالق اور ممکن کو عین واجب

سمجھ بیٹھتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ

اے مغربی آں یار کہ بے نام و نشان بُود  
از پردہ بروں آمد و بانام و نشان شد

[اے مغربی! وہ یار جو بے نام و نشان تھا پردہ سے نکل کر نام و نشان والا ہو گیا]

یہ نہیں سمجھتے کہ یہ بھی اسماء و صفات واجب جَلَّتْ قُدْرَتُهُ کے ظلال میں سے ہی ایک

ظل کی حیثیت رکھتا ہے نہ کہ اس ذات تعالیٰ شانہ کا عین۔ جیسے کہ آئینہ میں جب آفتاب جلوہ

گر ہوتا ہے اور اس کی روشنی و چمک وحدت اور اس کے تمام خطوط بھی منعکس ہو جاتے ہیں مگر وہ

عین آفتاب نہیں ہوتا بلکہ اس کا ظل (عکس) ہی ہے۔ یہ گروہ آفتاب کو نہ دیکھ کر اس کے عکس ہی کو

عین آفتاب سمجھ بیٹھتا ہے اور اس چمک میں آئینہ بھی نظر نہیں آتا حالانکہ اس آئینہ کا جسم باقی ہوتا ہے

گل کا گل آفتاب کا عکس بھی نہیں ہوتا البتہ اس کے کچھ حصہ میں آفتاب کا عکس ہوتا ہے۔ چنانچہ

حافظ شیرازی فرماتے ہیں کہ

عکس روئے تو چو در آئینہ جام اُفتاد  
عارف از خندہ عے در طمع خام اُفتاد

[جب جام کے آئینہ میں تیرے رخ کا عکس پڑا تو عارف شراب کے خندہ ہونے یعنی

چھلکنے سے طمع خام میں مبتلا ہو گیا]

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ اولیائے کرام میں سے جو شخص جس مقام پر پہنچ جاتا ہے

سمجھ لیتا ہے کہ مقصود یہی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں جیسے اندھوں کی ایک جماعت کو جب ہاتھی مل

گیا اور کسی کا ہاتھ ہاتھی کے پیر پر پڑا تو وہ سمجھنے لگا کہ ہاتھی ستون کی طرح ہوتا ہے اور جس کا ہاتھ

سونڈ پر پڑا تو اس نے سمجھا کہ ہاتھی مثل ڈنڈے کے ہوتا ہے اور جس کا ہاتھ اس کے دانتوں پر پڑا تو

اسکو خشک شے کی مانند سمجھ بیٹھا غرض کہ جس کے ہاتھ میں ہاتھی کا جو عضو مثلاً کان یا پیٹھ یا پیٹ آیا

اس نے ہاتھی کو اسی سے تعبیر کر دیا اور اس کے علاوہ چیزوں سے انکار کر دیا۔ یا مثلاً نابینوں کی ایک

جماعت ایک درخت کے پاس پہنچی اور کسی کے ہاتھ اس کے پتے آئے، کسی کے ہاتھ اس کی شاخیں اور کسی کو جڑ اور کسی کو پھل ہاتھ لگا اور ان چیزوں کو ان لوگوں نے چکھا، تو ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ مزہ اور جدا جدا کیفیات حاصل ہوئیں۔ جس نے پتیاں چبائی، اس نے پتیوں کا ذائقہ بیان کیا، جس نے پھل چکھا تو پھل کے مزہ کا اظہار کیا۔ علیٰ ہذا القیاس ہر شخص نے اپنے چکھنے کے مطابق تفصیل بیان کی اور دوسرے اجزاء کا انکار کیا کہ جو میں نے چکھا ہے وہی شجر کا ذائقہ ہے نہ کہ وہ، جو تو بیان کرتا ہے۔ اور جناب حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اولیائے کرام کے تمام مکشوفات مطلوب کا پتہ دیتے ہیں درست اور بجا ہیں۔ حال یہ ہے کہ اس پاک بے نیاز کی ذات اس سے وراء الوراء ہے، کیونکہ حق تعالیٰ بے نہایت ہے جس کا کوئی سرا نہیں ہے، اور اسی طرح اس کی معرفت بھی بے پایاں ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے اور اس مقام کے بارے میں سید بشر علیہ وعلىٰ الہ صلوات اللہ علیہ الملک الا کبر فرماتے ہیں کہ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ (نہیں پہچانا ہم نے تجھ کو جیسا کہ معرفت کا حق ہے) تو دوسرے کی کیا مجال جو نہایت تک پہنچنے کا دعویٰ کر سکے۔

ہر نقابِ روے جاناں را نقابِ دیگر است  
ہر حجابِ راکہ طے کردی حجابِ دیگر است

[محبوب کے چہرہ پر ہر نقاب کے پیچھے دوسری نقاب ہے، ہر حجاب جو تو نے طے کیا ہے

اسکے بعد اور حجاب ہے]

راقم عنفی عنہ کہتا ہے کہ ہر شخص نے اپنے حوصلہ اور استعداد کے مطابق معرفت سے حصہ پایا ہے، نہ یہ کہ معرفت الہی تمامہ (کُل کی کُل) حاصل کی ہو۔ کسی نے کیا خوب یہ معنی ہندی کے ایک دہرہ میں منظوم کیا ہے۔

مصری کا پر بت بھیو چیونٹی پہنچی آئے

ان مکھ اپنا بھر لیو پر بت لیونہ جائے

[یعنی جہاں شکر کا ایک پہاڑ جمع ہو چیونٹی آ پہنچتی ہے وہ اپنا منہ تو بھر لیتی ہے لیکن اس

پہاڑ میں کوئی کمی نہیں معلوم ہوتی]

اور فارسی کا یہ شعر بھی اسی مضمون کی تائید کرتا ہے۔

دَامَانِ نَگِ نَگِ وِ کُلِّ حُسْنٍ تُو بَسِيَارِ

گُلِ چِسِ بَهَارِ تُو زِدَامَانِ گِلَّهٔ دَارِدِ

[تیرے حسن کے پھول تو بیحد ہیں لیکن نگاہوں کا دامن بہت تنگ ہے کہ تیری بہار کا گل

چس (پھول چننے والا) ہمیشہ تنگ دامانی کی شکایت کرتا ہے۔)۔ و نیز یہ عربی شعر بھی اسی مضمون

کا حامل ہے]

وَإِنَّ قَمِيصًا خِيَطَ مِنْ نَسِجِ تِسْعَةِ

وَتِسْعِينَ حَرْفًا عَنِ مَعَالِيهِ قَاصِرٌ

[قمیص جو عمدہ طریقہ پر بنائی گئی ہے اور اس عمدگی کا جو بیان ہوا ہے، اس میں سے اب

بھی سو میں ننانوے خوبیاں بیان نہیں ہو سکیں]

## یوم بدھ تاریخ ۵ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ ایک شخص نے حضرت والا سے مراقبات کی تفصیل

دریافت کی۔ ارشاد فرمایا کہ میں پہلے مراقبہ احدیت کی تلقین کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ

اسم مبارک اللہ کے مفہوم کا لحاظ ہو کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو بیچوں و بیچگوں ہے (یعنی کیونکر

اور کیسے کے بیان سے باہر ہے) اور تمام صفات کاملہ کا مرکز اور تمام کمی و خرابی سے پاک ہے۔ اس

کے بعد مراقبہ معیت کی ہدایت کرتا ہوں جو عبارت ہے اس پاک و برتر کی معیت کا لحاظ قلب و

روح اور تمام لطائف اور تمام بدن بلکہ بدن کے ہر بال کے ساتھ بلکہ عالم کے ذرات کے ہر

ذرے کے ساتھ ہے۔

اس کے بعد حضور میں جناب قبلہ گاہ آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آیا۔ حضرت والا

نے فرمایا کہ ہمارے قبلہ گاہ (حضرت کے والد ماجد) بڑے بزرگ تھے۔ کریلے جوش دے کر

کھاتے اور صحرا میں جا کر ذکر جہر فرماتے تھے اور خاندان قادریہ میں بیعت رکھتے تھے۔ اور نسبت چشتیہ و شطاریہ بھی رکھتے تھے۔ چالیس روز برابر نہ سوتے تھے۔ اولیائے کبار کی ارواح مقدسہ کا اکثر مشاہدہ فرمایا کرتے تھے۔ اس کے بعد عارف آگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے استفادہ کرنے کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ سخن میرے نزدیک ثابت نہیں ہے کیونکہ جناب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عید کے دن حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو گیا۔ اور عرض کیا کہ آج کے دن بزرگ لوگ چھوٹوں کو عیدی دیتے ہیں، میں بھی اسی امید سے آپ کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ حضرت خواجہ نے توجہ فرمائی اور ایک نئی نسبت القا فرمائی کہ جو جدا ذوق اور علیحدہ اسرار و کیف رکھتی تھی۔ پس اس (بیان) سے معلوم ہوا کہ جب حضرت خواجہ نے آپ کو اپنی وفات کے بعد بھی ایک نئی نسبت عطا کی تو اپنی حیات میں حضرت مجدد سے کس طرح پر نسبت حاصل کی ہوگی۔

### یوم جمعرات تاریخ ۶ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

غلام اس قبلہ خاص و عام کی مجلس میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ، صوفیاء میں سے ایک صاحب نے اس دنیا سے کوچ کیا۔ ان پر عتاب خداوندی ہوا کہ تو وہ تھا کہ جس نے مجھ کو لیلیٰ کے برابر درجہ دے دیا یعنی ظاہری معشوق کی طرح خدا و خال کو میرے ساتھ منسوب کرتا تھا۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ میں امراء سے ملنے اور دنیا طلب کرنے اور گانا بجانے سننے اور ہمہ ادست کہنے سے بیزار ہوں۔ اس لئے کہ ہمہ اوست وہ احوال ہیں کہ صوفیہ اس زمانہ میں کہتے ہیں اور حقیقت تک نہ پہنچ کر اس قول کے زبان پر لانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔

اس طرح وہ الحاد و زندقہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ نعوذ باللہ عن ذلک (ایسی باتوں سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)۔ ایک شخص نے میرے پاس آ کر کہا کہ سب خدا ہی تو ہے غیر کہاں؟ میں نے اس کو اپنی مجلس سے نکال دیا۔ و نیز ایک شخص تھا کہ جب گدھے کی آواز سنتا تو جَلَّ و عَلا کہتا تھا۔



استغفر الله عن ذلك (ایسی باتوں سے میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں)۔ نعوذ بالله  
یہ کیسا کمال ہے جو سراسر کَلَامُ اللَّهِ الْمَلِكِ الْمُتَعَالِ کے خلاف ہے۔ اگر یہ باتیں سچ ہوتیں تو  
حضرت پیغمبر صلوات اللہ الملک الاکبر کس پر معبوث ہوتے اور کس کی طرف سے پیغام (وحی)  
لاتے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ (اے  
رب ہمارے! ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم ڈھایا ہے اگر تو نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ فرمائے گا، تو ہم  
بالکل خسارہ میں رہیں گے۔)

### یوم جمعہ تاریخ ۷ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

حضور والا میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضور میں رویت حق جل شانہ کا ذکر آیا۔ حضرت  
والا نے فرمایا کہ واجب الوجود تعالیٰ شانہ کی رویت اس عالم امکان میں ناممکن ہے کہ جب  
معراج میں سرور کونین علیہ صلوة اللہ الملک المنان کے اس واقعہ (روایت الہی) کے بارے میں  
علماء کے درمیان اختلاف ہے، اسکے باوجود کہ آں حضرت کا اس جہاں سے گزرنا اور لامکان کو پہنچنا  
اور مقام قاب قوسین اودانی سے مشرف ہونا (بیان ہوا ہے) تو اس معاملہ کی تصدیق کسی اور کے  
لیئے کرنا کیسے مناسب ہے۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ باری تعالیٰ و تقدس کا کلام جو حن و آواز سے مبرا اور صوت  
و حروف سے پاک و منزہ، ہے میں نے تین بار سنا ہے اور اس کی سماعت سے مشرف ہوا ہوں ایک  
بار مدرسہ میں اور دو بار اسی مکان میں جس میں اب سکونت رکھتا ہوں۔

و نیز حضرت والا نے فرمایا ایک رات خواب میں دیکھا کہ مجھے عروسی جوڑا پہنایا گیا ہے  
اور زیورات سے آراستہ کیا گیا ہے اور محبوبانہ باتیں مجھ سے سرزد ہو رہی ہیں۔ جب خواب سے  
بیدار ہوا تو میرے احوال دگرگوں ہو گئے اور مجھ سے وہ باتیں جو خواب میں جس طرح ہوئی تھیں  
جاگتے میں ظاہر ہوئیں۔

و نیز حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اکثر اوقات غیب سے آوازیں آتی ہیں کبھی فرشتہ کے ذریعہ الہام ہوتا ہے اور کبھی پیران کبار کی جانب سے ندا ہوتی ہے اور کبھی سید مختار علیہ علی آلہ صلوات اللہ الملک الغفار کی جانب سے صدا آتی ہے۔ ایک روز مکان کی وسعت کے لئے دعا کی آواز آئی کہ جب تمہارے بال بچے نہیں ہیں تو مکان کے وسیع ہونے کی تمہیں کیا ضرورت ہے تمہارے رہنے کے لئے یہی کافی ہے۔ ایک دن یہ بھی حق سبحانہ سے دعا کی کہ ہمسایہ کا مکان مجھے مل جائے الہام ہوا کہ تو ہمسایہ کو تکلیف پہنچانا چاہتا ہے اور اسے خانہ بدر کرنا چاہتا ہے۔

و نیز ایک روز حج کی نیت سے سفر کا قصد کیا تو آواز غیبی آئی کہ تم یہیں ٹھہرو کہ تم سے خلق کو نفع پہنچتا ہے۔

### یوم ہفتہ تاریخ ۸ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ ایک شخص مرض رشتا (جس میں دانے پڑتے ہیں اور جن سے دھاگہ نما مواد نکلتا ہے) میں مبتلا ہو گیا تھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ آیت اکثر پڑھا کرو یہاں تک کہ دو رکعت نماز میں قیام و رکوع و سجود میں بھی پڑھا کرو۔ رَبِّ اَنِّیْ مَسْنِیَ الضُّرِّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحْمِیْنَ (الانبیاء ۸۳)

(اے رب مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا ہے)

و نیز حضور میں شعر کا تذکرہ ہوا۔ تو حضرت والا نے یہ رباعی پڑھی۔

مَارَا نَبُودَ دِلِّیْ كَمَا آید اَزُو

جَزْ نَالِهْ كَمَا دَرَّ وَاے ہزار آید ازو

چنداں گریم کہ کوچہ ہا گل گردد

نئے روید و نالہ ہائے زار آید ازو

[میرے پاس ایک دل ہے مگر اس سے کوئی کام نہیں نکلتا (یعنی کسی کام میں مشغول نہیں

ہوتا) سوائے اس کے کہ ہر آن اس سے ہزاروں ہزار نالے (درد بھری آہیں) نکلتے ہیں، میں اتنا روتا ہوں کہ گلیوں میں کچیرا ہو جاتی ہے اس سے نئے (بانسری) اگتی اور رنجیدہ نالے اس سے نکلتے ہیں]

## یوم اتوار تاریخ ۹ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

غلام اس قبلہ انام کی محفل میں حاضر ہوا۔ حضور پر نور میں تراویح کا تذکرہ ہوا کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کی بیس رکعت ثابت نہیں ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ عبداللہ ابن عبدالبر الممالکی نے بیس رکعت تراویح کی روایت کا آن سرور علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر سے ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ اس کے بعد آپ نے مشکوٰۃ شریف طلب کی۔ اس کے حاشیہ پر یہ مسئلہ لکھا ہوا تھا۔ مجلس میں اس کی عبارت پڑھی گئی۔ اس کے بعد حضور پر نور میں وجود ممکنات کا ذکر آیا کہ یہ وہم ہے یا حقیقت میں وجود رکھتی ہیں تو حضرت والا نے خواجہ میر درد کی یہ رباعی پڑھی۔

اے درد یہ تنگنا میں آکر دیکھا

عالم کے تئیں جو دل لگا کر دیکھا

مانند مثرہ الٹ گئی صف کی صف

واللہ جدھر آنکھ اٹھا کر دیکھا

[تنگنا۔ یعنی دنیا، مثرہ۔ یعنی پلک]

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ علم الہی کے صفحہ میں ممکنات کی شکلیں موجود تھیں جنہیں اعیان ثابتہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب اس پاک بے نیاز نے چاہا کہ ان علمی صورتوں کو میدان ظہور میں لائے اور ہر زمانہ میں جس صورت کو چاہا کہ اس وجود کے آثار و اطوار اسپر مرتب فرمائے تو اپنے علم کے اس صفحہ کو جس میں اس صورت کی عین ثابتہ تھی عدم کے آئینہ کے سامنے کر دیا۔ پس وہ عین ثابتہ اس آئینہ میں منعکس ہو گئی اور خارج میں ایک صورت پیدا ہو گئی اور اس کو وجود کے آثار و اطوار سے مزین کر دیا۔

اور نیز فرمایا کہ نطفہ (آب) سے لوتھڑا بننا اور اس لوتھڑے کا گوشت اور ہڈیوں میں

منتقل ہو کر جنین (نومولود بچہ) ہونا پھر جوان ہونا اسکے بعد بڑھاپے کو پہنچنا، یہ وجود کے اطوار ہیں۔ اور ہنسنا، رونا اور باتیں کرنا وغیرہ یہ سب وجود کے آثار ہیں۔

## یوم پیر تاریخ ۱۰ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

بندہ حضور فیض گنچور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ صوفی کو چاہیے کہ اپنے اخلاق و اعمال اور پرہیزگاری کو جناب سرور کائنات علیہ صلوات اللہ علیہ الملك الأکبر کے اخلاق و اعمال و ترک کی شکل میں بنائے (مثلاً) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برابر دس سال تک رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو کبھی ”اُف“ نہ کہا۔ جو آپ کے ساتھ برائی کرتا آپ اس سے اچھائی کے ساتھ پیش آتے (یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم مزاجی، تحمل اور خوش اخلاقی اتنی بلند تھی کہ اپنے خادم کو بھی کبھی برا اور سخت نہیں کہا۔) اور راتوں کو اس حد تک قیام کرتے (یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرتے) کہ آپ کے دونوں قدم مبارک پر ورم آجاتا۔ ایک دن آپ کے پاس ستر ہزار دینار و درہم (سونے اور چاندی کے سکے) سرخ و سفید آئے۔ آپ نے وہ تمام فقراء میں تقسیم فرمادئے۔

## یوم منگل تاریخ ۱۱ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا حلقہ کے وقت ذکر نہ کرنا چاہیے بلکہ اپنے مرشد کی طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ مرشد کی طرف توجہ ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے۔  
و نیز حضرت والا نے فرمایا کہ حلقہ میں ایک شخص پر (صحیح طور پر) توجہ کرنے سے تمام اہل حلقہ پر اثر پہنچتا ہے، لیکن توجہ مسہل (دست آوردوا) کے مثل ہے اور ساتھیوں کو جو تاثیر مرتب ہوتی ہے وہ یا قوتی (قوت پہنچانے والی دوا) کی طرح ہے کیونکہ مسہل کے بعد یا قوتی (مقویات) مفید ہوتی ہے۔



## یوم بدھ تارتخ ۱۲ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

حضور عالی میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا اللہ جل سلطانہ کے وعدے ہی میرا

خزانہ ہیں۔

خاک نشینی است سلیمانیم عار بُود افسرِ سلطانیم  
[میرے لئے خاک نشینی ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح وسیع مملکت کا سلطان

ہونا ہے۔ بادشاہت جیسا بڑا رتبہ میرے لئے عار (شرمندگی) کا باعث ہے]

## یوم جمعرات تارتخ ۱۳ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ وصیت کرتا ہوں کہ میرے

جنازہ کے ساتھ ایک شخص اچھے لب و لہجہ اور دلکش آواز کے ساتھ یہ رباعی پڑھے۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو

شیاً اللہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما

آفریں بردست و بر بازوئے تو

[میں ایک مفلس تیری گلی میں آیا ہوں، اللہ واسطے اپنے جمال جہاں آرا کے صدقے میں

کچھ مجھے بھی عطا کر۔ میری زنبیل کی طرف اپنا ہاتھ کشادہ فرما تیرے دست و بازو پر آفریں ہے)

اور فرمایا کہ خواجہء خواجگان پیر پیراں امام الطریقت درد مند دلوں کے ناسور کے لئے

مرہم خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنہ (اللہ ان سے راضی ہو اور اللہ

ان کو ہم سے راضی کر دے) نے بھی اپنے جنازہ کے ہمراہ یہ رباعی پڑھنے کو فرمایا تھا۔

اس کے بعد حضور پر نور میں حیا کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حیا کی چند قسمیں

ہیں، ایک یہ کہ کوئی شخص گناہ سے اس لئے پرہیز کرے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ سے حیا کرتا ہے کہ وہ

پوشیدہ و علانیہ کو دیکھنے والا اور ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے۔ دوسری قسم معاصی (گناہ) سے پرہیز کرے کہ فرشتوں کی موجودگی سمجھ کر شرم آتی ہے۔ تیسرے یہ کہ گناہ کرتے ہوئے اس لئے شرمائے کہ فرشتہ اعمال کی اطلاع جناب رسالت پناہ علیہ التحیات کی بارگاہ میں دیتے ہیں۔ پس حیا جس قسم کی بھی ہو ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

اس کے بعد حضور پر نور میں عشق و محبت کا تذکرہ چھڑا۔ حضرت والا نے یہ اشعار پڑھی

دَارِمِ دِلِّے اَمَچَہ دِلِ صَدِگونہ حِرْمَاں دَرِ بَغْلِ

چِشْمِے وَخَوں دَرِ آسْتِیں صَدَا شِکِ وَطَوْفَاں دَرِ بَغْلِ

رَوِزِے قِیَاْمَتِ ہر کِے دَرِ دِسْتِ گِیَرِ دِ نَاْمِہ

مَنْ نِیْزِ حَاضِرِی شَوْمِ تَصْوِیْرِ جَانَاں دَرِ بَغْلِ

[میرے پاس ایک دل ہے مگر کیسا دل! سینکڑوں محرومیاں جس کے بغل میں ہیں، آنکھ اور

آستیں میں خون سینکڑوں آنسو اور طوفان بغل میں ہیں۔ قیامت کے دن ہر شخص نامہ اعمال ہاتھوں میں

لئے ہوگا، میں بھی (اس حالت میں) حاضر ہوں گا کہ محبوب کی تصویر میرے بغل میں ہوگی]

## یوم جمعہ تاریخ ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

غلام اس قبلہ انام کے حضور حاضر ہوا۔ اس وقت حضور میں مُدَار اور مَدِہِنت کے معنی کا

تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مُدَار کے معنی یہ کہ دنیا کو دین کی غرض سے صرف کیا جائے اور

مدہنت اسے کہتے ہیں کہ دین کو دنیا کے لئے برباد کریں۔ عِبَادًا بِاللّٰہِ سُبْحَانَهُ عَنْ ذٰلِکَ

(ایسی بات سے اللہ پاک سبحانہ کی پناہ لیتے ہیں۔)

اس کے بعد حضور پر نور میں حضرت سید البشر علیہ وعلی آلہ صلوات اللہ

الملک الاکبر کا ذکر پاک ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شفیع المذنبین خاتم

المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ المصلین وازکی سلام المسلمین نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کی ایک دعا مقبول

ہے کہ ایک مرتبہ جو کچھ حق جل و علا سے مانگیں وہ ملے گا۔ چنانچہ جملہ پیغمبران نے اس دعا کو اسی دنیا کے امور میں سے کسی امر میں صرف کیا ہے لیکن میں نے اسکو اس دنیا میں نہ مانگ کر بڑی مشتقین جھیلی ہیں اور زہر کے سے گھونٹ پیئے ہیں اور عقیقہ میں شفاعت کبریٰ کے لئے چھوڑ رکھی ہے۔

و نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ پاک و برتر نے مجھے ایک ایسی بشارت دی ہے کہ اگر اس کو ظاہر کر دوں تو امت کے لوگ طاعت و بندگی چھوڑ بیٹھیں۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ آن حضور ﷺ کا وجود (مقدس) تمام عالم کے لئے رحمت تھا کہ کافروں کے لئے ان کے کفر کی بدولت اور فاسقوں کے لئے ان کے فسق کی وجہ سے اس دنیا میں تعذیر موقوف کی گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسخ و فسخ (یعنی صورت بگاڑ دینا اور برباد کر دینے کا عذاب) نہیں ہے۔ اسی طرح شیطان کو فرشتہ ہر وقت منہ پر طمانچہ مارا کرتا تھا آنحضرت ﷺ کے ظہور کے بعد سے یہ (سزا) موقوف ہو گئی۔ قارون کا خزانہ جو اس کے سر پر لا دیا گیا تھا، اب اس کے سر سے اوپر کر دیا گیا ہے۔

اس کے بعد حضور میں پیغمبر علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر کی خواب میں رویت کا ذکر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ خبر فیض اثر (یعنی حدیث شریف) میں ہے کہ

مَنْ رَأَى فَقْدَرًا الْحَقَّ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي

[جس نے مجھے دیکھا اس نے واقعی دیکھ لیا کیونکہ شیطان میری صورت ہرگز نہیں اختیار کر سکتا] کہ وہ صورت اصلی جس کے ساتھ آن حضرت ﷺ مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں۔ اور دیگر صورتوں اور شکلوں میں آن حضرت صلی اللہ وسلم کو دیکھتے ہیں تو وہ نیک اعمال کرنے یا کسی سنت کے زندہ کرنے (چھٹی ہوئی سنت پر عمل کرنے) یا بدعت کو ختم کرنے کی وجہ سے خواب میں ظاہر ہوتی ہیں۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی شخص آنحضرت ﷺ کو خواب میں اصل صورت میں دیکھتا ہے تو شیطان کا وہاں دخل نہیں ہوتا، اس لئے (وہ یہ سمجھ لے کہ) واقعی دیکھا

ہے۔ لیکن خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرمائیں تو اس کو آپ کی حیات کے فرمانوں کے موافق پرکھے۔ اگر موافق ہے تو اسے عمل میں لانا چاہیے۔ لیکن اگر موافق نہیں ہے تو پرہیز لازم ہے کہ اس کلام میں شیطان کے دخل کا اندیشہ ہے نہ کہ صورت دیکھنے میں۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات میں ایک دن شیطان نے چند کلمے بتوں کی تعریف میں کہہ کر حضور کے کلام میں شامل کر دیے تھے جس کو سن کر صحابہ کرام متحیر ہوئے اور کفار خوش ہوئے کہ پیغمبر بھی ہمارے دین کی تائید کرتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ کو بہت رنج ہوا، چنانچہ رب العالمین کی طرف سے حضرت جبریل امین یہ پیغام لائے کہ ہر پیغمبر کے کلام میں شیطان دخل کرتا ہے لیکن حق سبحانہ اس کے بعد آگاہ فرمادیتا ہے۔ اور یہ کلام شیطانی تھا جو آپ کے کلام میں ملا کر کفار کی مدح میں چند کلمات کہہ دیئے تھے۔

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اُس (فلاں) مقام پر خزانہ کی ایک دیگ پوشیدہ ہے۔ اس کو نکال لو، اس کا پانچواں حصہ تجھ پر معاف ہے، جب وہ بیدار ہوا اور اُس جگہ کھودا تو خزانہ کی دیگ نکل آئی، اُس نے قاضی سے خمس (پانچویں حصہ) کے معاف ہونے کا فتویٰ طلب کیا، تو قاضی نے جواب دیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا تو صحیح ہے لیکن خمس کا معاف ہونا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ ظاہری جسم کے ساتھ بیداری میں جو حکم حضور ﷺ نے صحابہ کی جماعت کو دیا ہے۔ وہ اب بھی جاری ہے کیونکہ اس جہاں سے انتقال کے بعد خواب میں روح کے فرمانے سے بیداری کا حکم منسوخ نہیں ہوگا۔

## یوم ہفتہ تاریخ ۱۵ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جب میں اپنے اندر دیکھتا ہوں کہ مجھ میں کیا کمال ہے کہ عالم میری طرف رجوع کرتا ہے، تو اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا۔ جب عبادت و طاعت پر نظر ڈالتا ہوں تو کوئی روزہ اور نماز وغیرہ بارگاہ الہی جل سلطانہ، میں



قبول ہونے کے لائق نہیں دیکھتا۔ اور جب خود اپنی جانب نگاہ ڈالتا ہوں تو اپنے آپ کو خالی بانسری کی طرح پاتا ہوں۔

میں تو خود کچھ بھی نہیں ہوں، مجھ میں جو کچھ بھی ہے سب اس کی طرف سے ہے۔

أَوْ بَجْرُ نَائِي وَ مَا جُرُّ نَيْمِ

اَوْ دَمِي بِي مَا وَمَا بِي وَ نَيْمِ

نِي كَمَا هِيَ دَمِي نَعْمَةُ آرَائِي كُنْدِ

فِي الْحَقِيقَةِ أَيْ دَمِي نَائِي كُنْدِ

[وہ نے نواز یعنی بانسری بجانے والا ہے اور میں بجز بانسری کے کچھ نہیں ہوں۔ اس کا

وجود میرے بغیر بھی ہے اور میں اس کے بغیر کچھ نہیں ہوں، بانسری سے جو نغمے ہر وقت نکلتے

رہتے ہیں وہ حقیقتہً نے نواز کے دم سے ہیں]

## یوم التواتر تاریخ ۱۶ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے پیغمبر علیہ وعلی آلہ صلوات

اللہ الملک الاکبر کی انکساری کا اظہار فرمایا کہ آنحضرت ﷺ مجلس میں صف کے کنارے

کھڑے ہوتے تھے اور دعوت قبول فرمایا کرتے تھے اور سلام میں آپ ابتداء فرمایا کرتے تھے۔

اس کے بعد حضرت والا نے درود پاک پڑھا اور نہایت شوق سے دونوں ہاتھ کھول کر اپنے سینہ بے

کینہ سے ملا لیے جیسے کہ معانقہ فرما رہے ہوں۔

راقم عنفی عنہ کہتا ہے کہ آشفته حالوں کے ضمیر پر پیغمبر (ﷺ) کی صورت پاک اور

(آپ کے فراق میں) بیمار لوگوں کے دل پر آنحضرت علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر کی

شکل مبارک واضح ہو جاتی ہے۔ حضرت والا حضور محبوب رب العالمین کے نام مبارک کے عاشق

اور حضرت امام المرسلین کی ذات پاک پر فریفتہ تھے۔ جس وقت بھی حضرت ﷺ کا ذکر مقدس آتا

آپ بے چین ہو جایا کرتے اور بار بار درود پڑھا کرتے تھے۔ اور اپنے آپ کو زمین وزماں کے سردار کے نام پاک سے شاداں و فرحاں کرتے تھے۔ اور اگرچہ اس زمانہ میں جبکہ عمر شریف پچھتر سال کی ہو گئی تھی بسبب تقاضائے عمر کے بیحد ضعف طاری ہو گیا تھا اس کے علاوہ غذا میں بھی بہت کمی ہو گئی تھی کہ دن و رات میں پاؤ بھر سے کم غذا استعمال فرماتے تھے، تو طاقت کہاں سے آتی لیکن اس قسم کے تذکرہ کے وقت بدن مبارک میں بڑی طاقت آ جاتی تھی اور پھر یہ شعر پڑھتے اور لوگوں کی طرف توجہ فرماتے تھے

ہر چند کہ پیر خستہ دل و ناتواں شدم

ہر گہ کہ یاد روئے تو آمد جواں شدم

[ہر چند کہ بوڑھا خستہ دل اور کمزور ہو گیا ہوں لیکن جب بھی تیرا چہرہ یاد آتا ہے میں

جوان ہو جاتا ہوں]

### یوم پیر تاریخ ۷ ارمان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

محل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ فیض طلب خاں نے خانقاہ کے خرچ کے لئے غلہ بھیجا تھا۔ حضرت والا ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر بیٹھے ہیں ہمیں امراء سے کیا سروکار۔ اس کے بعد ایک طوائف کے گھر سے کھانا آیا اور پھر کسی امیر کے گھر سے بھی کچھ کھانا آیا۔ حضرت والا نے محتاجوں میں تقسیم فرمادیا اور خود اس میں سے ایک لقمہ بھی نہیں لیا۔ حضرت والا کی یہ عادت شریفہ تھی کہ کسی کے گھر کا کھانا کبھی نہیں کھاتے تھے جو کچھ کہ گھر میں پکتا وہی تناول فرمالتے اور (اس قسم کا مشکوک کھانا) صوفیاء کو بھی نہیں کھلاتے تھے۔

### یوم منگل، تاریخ ۱۸ ارمان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

محل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا آج کا دن ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت شیخ الشیوخ مولانا شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ کے وفات

شریف کا دن ہے اور اسی دن امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ زخمی ہوئے تھے اس کے بعد ان حضرات کی فاتحہ کے لئے کھانا پکانے کا حکم فرمایا۔

## یوم بدھ تارتخ ۱۹ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں بڑا فیض وارد ہوتا ہے اور کثیر برکات ظاہر ہوتی ہیں اس مہینہ میں عبادت و طاعت میں بڑی جدوجہد کرنی چاہیے۔ دو تہرک عشرے گزر چکے ہیں۔ عشرہ آخرہ باقی ہے۔ خانقاہ کے لوگوں کو چاہیے کہ اعتکاف کریں کہ حضرت پیغمبر ﷺ نے اس عمل پر مد اومت فرمائی ہے اور کبھی ترک نہیں کیا۔ ایک مرتبہ ترک ہو گیا تھا تو اس کی قضا فرمائی تھی۔ اگر کسی کو اعتکاف میسر نہ ہو تو خلوت کرے اور ذکر قلبی کی کثرت اور وقوف قلبی، نگہداشتِ خواطر، نفی و اثبات اور ذکر تہلیل لسانی کا خوب اہتمام کرے کہ اس طریقہ شریفہ میں دیگر اوراد و وظائف نہیں ہیں۔ اس کے بعد اس فقیر سے ارشاد فرمایا کہ مجدد الف ثانی کے وہ معنی جس پر کسی معترض کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ

إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ عَلَى رَأْسِهِ كُلَّ مِائَةٍ مِّنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا.

[اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں ایسے شخص کو ظاہر فرماتا ہے جو اس کے لئے اس کے

دین کی تجدید کرتا ہے]

پس ہر صدی کے شروع میں مجدد پیدا ہوئے، جیسا کہ حضرت جنید بغدادی وغوث الاعظم وغیرہ رضی اللہ عنہم کہ ہر ایک مجدد ہوئے کہ انہوں نے دین کی تجدید فرمائی (یعنی اس میں سے بدعات اور غلط رسومات کو خارج کر کے پھر دین کو اپنی اصلی شکل میں پیش کر دیا)، اور مجدد اور محی الدین کے معنی ایک ہی ہیں۔ چنانچہ گیارہویں صدی میں حق سبحانہ نے ان کو بھیجا تا کہ گیارہویں صدی میں دین کی تجدید فرمائیں اور یہ کہ ان کے اور ان کے مریدین و تابعین کے نزدیک مجدد الف ثانی کا معنی یہ ہے کہ اس دوسرے ہزار میں فیض ولایت کا واسطہ ان کا (یعنی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ

کا) وجود مبارک ہے چنانچہ وہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ ”مجھ پر منکشف کیا گیا ہے کہ امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب و سیدۃ النساء فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مطلقاً فیوضِ ولایت کے لئے واسطہ ہیں اگرچہ ام سابقہ (اگلی امتوں) کے اولیاء ہی کیوں نہ ہوں اور ان دونوں حضرات کے بعد سے آئمہ اثنا عشر تک یہی منصب قائم ہے۔ پس حضرت محی الدین (عبدالقادر) جیلانی قدس سرہ بھی اس دولت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے ہیں اور ان کے بعد دوسرے ہزارہ کی ابتدا میں حق سبحانہ نے مجھے بھی اس منصب میں ان کا نائب مقرر فرمایا اور اس خلعت سے سرفراز فرمایا ہے لہذا دوسرے ہزار میں جو بھی ولایت کے درجہ تک پہنچتا ہے (یا پہنچے گا) اس کے فیض کا واسطہ میں ہوں گا۔ بغیر میرے وسیلہ کے کوئی ولی ولایت تک نہ پہنچ سکے گا۔ چنانچہ ان کے وسیلہ کے بغیر نہیں پہنچتا۔ اس (دوسرے ہزارہ) میں، میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوں۔“

### یوم جمعرات تاریخ ۲۰ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آج صبح ہی سے اکیسویں شب کی برکتیں ظاہر ہو رہی ہیں شب قدر کا امکان ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ رمضان کے اس آخری عشرہ مبارک میں شب قدر مختلف طاق تاریخوں میں ضروری ہوتی ہے اور اس عشرہ کی ہر طاق رات مثلاً اکیسویں، تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور اثنیسویں رات فیوض و برکات سے بھری ہوتی ہے اور جفت راتیں (یعنی بائیسویں، چوبیسویں، چھبیسویں، اٹھائیسویں، اور تیسویں) طاق راتوں سے فیض حاصل کرتی ہیں۔ اور دونوں طرف سے برکات لیتی ہیں (یعنی جفت رات سے پہلی طاق رات اور بعد والی طاق رات سے) اس طور پر عشرہ کی تمام راتیں متبرک ہوتی ہیں۔ جنہیں زندہ رکھنا ضروری ہے (شب بیداری و عبادت کے ذریعہ)

### یوم جمعہ تاریخ ۲۱ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

کمترین اس قبلہ انام کے حضور حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ علم الیقین کا مطلب یہ ہے کہ دل میں یقین پیدا ہو جائے اور عین الیقین یہ کہ دل کو توجہ الی اللہ حاصل ہو اور

حق الیقین یہ کہ اس توجہ سے سالک کو اضمحلال و استہلاک نصیب ہو۔ فقیر کے نزدیک صوفیا کے مقامات ثلاثہ کا بیان یہی ہے۔

### یوم ہفتہ تاریخ ۲۲ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنچور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا احسان کس زبان سے بیان کروں، جس طرف توجہ کرتا ہوں اس مقام کا اثر دکھائی دیتا ہے۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

دو زباں داریم گویا ہنچوئے

یک زباں پنہان است در لبہائے وے

[میں بانسری کی طرح دو زباں رکھتا ہوں کہ ایک زبان اس کے لبوں کے درمیان

پوشیدہ ہے]

اسی مجلس میں یہ شعر بھی فرمایا۔

مانند مرغان باش ہاں بر میضہ دل پاسباں

کز بیضہ دل زایدت مستی و شور و قہقہہ

[مرغ کی طرح دل کے انڈے پر پاسباں رہتا کہ بیضہ دل سے مستی و شور اور قہقہہ میں زیادتی ہو]

### یوم اتوار تاریخ ۲۳ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ ایک شخص نے حدیث الْمَاءِ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ

شُئِنًی (پانی پاک ہوتا ہے کوئی چیز اسے ناپاک نہیں کر سکتی)، کا ذکر کیا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا

کہ یہ حدیث حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اوصاف

ثلاثہ (یعنی رنگ، بو اور ذائقہ) بدلنے نہ پائیں، دوسری حدیث قَلْتُمِیْنِ کی ہے جو حضرت امام شافعی

رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ کیا اوصاف ثلاثہ کے تغیر کی شرط حدیث سے

ثابت ہے؟ حضرت والا نے فرمایا کہ علماء نے جو کچھ فرمایا ہے وہ قرآن و حدیث ہی کی روشنی میں

فرمایا ہے اپنے دل سے کچھ نہیں کہا ہے۔

## یوم پیر تاریخ ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت شیخ الشیوخ جناب شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ کا رمضان شریف میں یہ معمول تھا کہ اس کام کے لائق لوگوں کو تعلیم طریقہ کی اجازت عطا فرمادیتے تھے۔ میں نے بھی یہی معمول اپنا بنا لیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس مہینہ کی ستائیسویں تاریخ کو چند لوگوں کو اجازت دیدونگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ چند ٹوپیاں تیار کر لی جائیں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ کوئی شخص بھی اس وقت قابل اجازت ہوتا ہے جب اس نے دل کو آرزوں و خیالات سے پاک اور نفس کا تزکیہ برے اخلاق سے کر لیا ہو، لیکن اس باب میں اور بھی چند قیود (پابندیاں) ہیں کہ وہ شخص بازاری نہ ہو۔ تیجے و چالیسویں میں نہ جاتا ہو اور امراء اور طریقہ کے مخالفین کے پاس نہ جاتا ہو۔ اور اسے صوفیاء کے مقامات عشرہ حاصل ہوں یعنی صبر و توکل اور قناعت وغیرہ۔

خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ نسبت اس کی اتنی قوی ہو کہ پاس بیٹھنے والوں پر بھی اس کا اثر پڑے۔ ایسا شخص قابل اجازت ہوتا ہے۔

اس کے بعد حضور پر نور میں سماع و اہل سماع کا تذکرہ آیا کہ طریقہ چشتیہ سہروردیہ کے درمیاں باہم ارتباط اور اتحاد ہے۔ لیکن چشتیہ خاندان والے کہتے ہیں کہ سہروردیہ میں تو سل و تقرب الہی کے تمام اسباب ہیں سوائے سماع کے۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ شیخ الشیوخ حضرت بہا الدین زکریا ملتانی غزلیں سنتے تھے چنانچہ ایک دن اس شعر پر وجد میں آگئے۔

مست آنچہ شراب ناب خوردند

از پہلوئے دل کباب خوردند

[مست لوگ شراب ناب (خالص شراب) سے شغل کرتے اور دل کے کباب کھاتے ہیں]



عنایت فرمایا ہے وہ جھکو بھی عطا کر۔

اس فقیر نے بھی اپنے حالات حضور کی خدمت میں عرض کئے تھے، حضور پر نور نے اس عرضی کی پشت پر اپنے دست خاص سے تحریر فرمادیا تھا، اس کو تبرک کے طور پر تحریر کرتا ہوں:

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“

حضرت سلامت! بندہ ناچیز اس لائق تو نہیں کہ کوئی شخص طلب طریقہ کے لئے تشریف فرما ہو، یہ محض حضرت ستار سبحانہ کی ستاری اور عزیزوں (یعنی مریدین و معتقدین) کی عیب پوشی ہے کہ اس ناشائستہ کی جانب متوجہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے۔ کوئے مجددیہ کے کٹوں میں سب سے کمترین چاہتا ہے کہ صابزادے اس نسبت بے رنگ و بے کیف کی طلب میں نہ آئیں۔ آنجناب کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھتا ہوں لیکن کام تو آہستہ آہستہ ہی ہوگا، اس لئے معذور سمجھیں اور کام میں مشغول رہیں اور حضرت وَاٰهَبُ الْعَطَايَا سے تمام طریقہ کی نسبت کی طلب فرماتے رہیں۔

### یوم جمعرات تاریخ ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے زبان گوہر نشاں سے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ بیرنگ (یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ) قدس سرہ العزیز نے خواجہ حسام الدین کو تعلیم طریقہ کی اجازت دی مگر انہوں نے قبول نہ کی اور کہا کہ میں اس لائق نہیں ہوں مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ انہوں نے اچھا کیا۔ خواجہ حسام الدین کی سمجھ بہت تھی کہ انہوں نے یہ بار قبول نہ کیا اس لئے ایسا شخص خلوت و ترک سے محروم رہتا ہے اور اسے روز و شب مخلوق ہی میں مشغول رہنا پڑتا ہے۔

### یوم جمعہ تاریخ ۲۸ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

حضور فیض گنجور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے دوستوں پر توجہ فرمائی اور پھر درس کلام



پاک، و مثنوی مولانا رومی (رحمۃ اللہ علیہ) فرمانے لگے۔ درس کے دوران بلند حقائق و نادر معارف زبان گوہر فشاں سے جاری رہے اور سامعین کو اس نسبت پاک کے دریا میں غوطہ زنی کراتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت والا کا وجود باوجود آیات الہیہ میں سے ایک آیت اور حضرت رسالت پناہی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا و اکملہا کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں۔ حضرت والا کی ذات مبارک تیرہویں صدی کے لیے مجدد کی حیثیت رکھتی ہے۔ نیز حضرت کو قومیت کا منصب غیب سے عطا ہوا ہے اور آپ کے خلفاء اکثر ملکوں میں پہنچ چکے ہیں، عالم آپ کے فیض اور نسبت شریفہ سے بھر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک انکے ارشاد کو باقی رکھے۔

### یوم ہفتہ تاریخ ۲۹ رمضان المبارک ۱۲۳۱ ہجری

محفل فیض منزل میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت والا (طریقہ) مجددیہ کے بلند معارف بیان فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ امت میں سے کسی نے ان مقامات کو بیان نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ انکا اسرار و مقامات میں اور گزرے ہوئے اکابرین کا مکشوفات و مقامات میں اختلاف مثل تخلفی ہے کہ جو اس ترکیب میں واقع ہے ”خَالَفَ سَبُؤِيَهَ الْاِخْفَشِ“ یعنی اس عربی جملہ کا ایک مفہوم ہوگا کہ سبؤیہ (فن نحو کے ایک امام) نے الاخفش (فن نحو کے ایک اور بڑے عالم) سے بعض نکات میں اختلاف کیا اور دوسرا معنی ہوگا کہ سبؤیہ اخفش کے بعد ہیں یعنی ایک ہی حقیقت کو الگ الگ طریقہ پر سمجھا گیا اور بیان کیا گیا۔

### یوم اتوار، عید الفطر، یکم شوال المکرم ۱۲۳۱ ہجری

دوگانہ عید الفطر کے بعد یہ غلام حضور پر نور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے جو درویشوں کے قبلہ ہیں، ان پر میرا قلب و روح فدا ہو۔ اس راقم سطور اور نالائق کو کلاہ عطا فرما کر تعلیم طریقہ کی اجازت سے سرفراز فرمایا۔ پہلے پیران نقشبندیہ قدسنا اللہ باسرار ہم کی ارواح مقدسہ پر فاتحہ پڑھی پھر اکابرین قادریہ نور اللہ مرقدہم کی ارواح طیبہ پر فاتحہ پڑھی پھر مرشدین چشتیہ کی ارواح پر

فاتحہ پڑھی اور تینوں طریقوں کی اجازت مرحمت فرمائی اور بہت دعائیں دیں اور ارشاد فرمایا کہ صبح و شام طریقہ ایقہ نقشبندیہ کے پیران عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ارواح پر فاتحہ پڑھتے رہا کریں اور ان سے مدد طلب کریں اور جو شخص بھی طریقہ کی طلب میں آئے اور جس طریقہ میں تعلیم چاہے اسکو اسی طریقہ کی تعلیم دیتے رہیں۔ البتہ طریق نقشبندیہ کے طالب کو اسم ذات و نفی و اثبات اور وقوف قلبی کی تلقین کریں اور طریق قادر یہ و چشتیہ کے طالبین کو درمیانہ جہر کے ساتھ ذکر کی بھی تعلیم کریں تاکہ ان میں ذوق و شوق پیدا ہو۔ اگرچہ ذکر جہر طریقہ میں احداث ہے لیکن حضرت والا شہید نور اللہ مرقدہ المجید کے ذکر لسانی تعلیم کرنے سے میں نے استنباط کیا ہے اور سالک کے قلب پر توجہ و ہمت صرف کریں۔ پہلے توجہ حصول ذکر کے لئے اس کے بعد حضور اور جذبات واردات کے لئے کریں۔ اس کے بعد جامع منقول و معقول حاوی فروع و اصول مولوی عظیم صاحب کو کلاہ اجازت طریقہ سے مشرف فرمایا پھر شیر غازی سمرقندی، اور خو جل قل سمرقندی کو اجازت سے بہرہ ور فرمایا اور ان حضرات کے حق میں بہت بہت دعائیں فرمائیں۔



## خاتمہ کتاب

حضرت والا کے کلام فیض نظام کا بیان جن کو تاریخ اور دن سے مقید نہیں کیا گیا، تحریر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکو پوری طرح بیان کرنے کی توفیق بخشے اور انہیں نافع بنائے۔

ایک دن حضرت والا مولانا روم کے یہ اشعار پڑھنے لگے۔

بادہ ازماست شدنی ما ازو

قالب ازماہست شدنی ما ازو

ماچوزنبوریم قالب ہاچوموم

خانہ خانہ کرد قالب راچوموم

بادہ درجوش گدائے جوش ما

چرخ درگردش گدائے ہوش ما

ترجمہ

۱۔ شراب کا وجود ہم سے ہے اور ہم اس سے، جسم ہم سے ہے اور ہم اس سے ہیں۔

۲۔ ہم شہد کی مکھی کی طرح ہیں اور جسم موم کے مثل۔ گھر گھر موم کی طرح بنا ہوا ہے۔

۳۔ شراب اپنے جوش کے لئے ہمارے جوش کی محتاج ہے اور آسمان اپنی گردش کے لئے

ہمارے ہوش کا محتاج ہے۔

(۱) حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ خاندان قادریہ میں مجھے بیعت حاصل ہے مگر ذکر و شغل

طریق نقشبندیہ میں کرتا ہوں۔ اور طالبین کو بھی اسی طریقہ شریفہ میں سلوک طے کراتا ہوں اور نقشبندی

مجددی ہوں اور اکابرین چشتیہ بھی میرے پیر ہیں۔ ہر طریق کے اکابرین قبول فرمائیں۔ تو اسکے بعد یہ

(باعث) فخر اور عظیم نعمت ہوگی۔ لیکن جس خاندان کی نسبت حاصل ہو اسی کا نام لینا چاہئے۔

(۲) و نیز ایک شخص خاندان قادریہ سے (آپ کے) حضور میں طریقہ اہیقہ و نقشبندیہ کی طلب میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ خواجہ خوجگان پیر پیراں مرہم ناسور دلہائے درد منداں حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے طریقہ میں سماع نہیں اور میرے طریقہ میں جہر نہیں ہے اور میرے طریقہ میں وجد نہیں ہے میرے طریقہ میں تواجد نہیں ہے اور میرے طریقہ میں آہ و نعرہ نہیں ہے۔ میرا طریقہ حضور، یادداشت اور بے خطرگی ہے۔

حضور کا مطلب اسم مبارک اللہ کے مفہوم کی جانب نگراں رہنا۔ چنانچہ جیسے سر میں دو آنکھیں ہیں (اسی طرح) دل میں ایک آنکھ پیدا ہو جائے جو محبوب حقیقی کے جمال کے نظارہ میں حیران ہو جائے۔ اس کے بعد اس شخص نے جناب مرشد آگاہ، مجاہد فی سبیل اللہ، فانی فی اللہ، محبوب الہی حضرت مولانا شاہ درگا ہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کیا۔ حضرت والا نے فرمایا وہ انکے پیر مرشد تھے اور اپنے دست مبارک سے میری طرف اشارہ کیا۔ پھر اس سے فرمایا کہ میں رام پور گیا تھا لیکن ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ان کے مرشد جو اولیائے حقانی میں سے تھے، گرمی کے موسم میں ان کی خدمت میں گیا تھا، انہوں نے مجھے تر بوز عطا فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے پاس محبت کی گرمی اور موڈت کی حرارت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ راقم کہتا ہے کہ اس مقام پر اپنی بیعت کا (یعنی حضرت شاہ درگا ہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا) کچھ حال بیان کر دینا مناسب ہوگا۔ اور وہ بطور اختصار یہ ہے کہ یہ کمترین صغریٰ (کم عمری) میں قریب بلوغ تھا آپ کے دامن پکڑنے کے ارادہ سے اعتقاد و کمال محبت کے ساتھ خاندان قادریہ مجددیہ میں حضرت والا کے دست مبارک پر بیعت کی اور کمر ہمت باندھ کر کم و بیش بارہ سال تک حضور فیض گنجور میں عمر گزاری اور حضرت جنید بغدادیؒ کی طرح بقدر طاقت و امکان ریاضت و مجاہدے کئے، جو حضرت کے خانقاہ کے معمولات میں سے تھے اور حضرت کی توجہات سے ذوق و شوق، استغراق و بیخودی، آہ و نعرے، اسرار و توحید و جودی اور ولایت قلبی کے دیگر حالات حاصل ہوئے اور تعلیم طریقہ قادریہ و نقشبندیہ و چشتیہ و سہروردیہ و کبرویہ و مداریہ کی اجازت و خرقة سے مشرف ہوا۔ اور ان طریقوں میں چند لوگوں کو داخل

بھی کیا۔ حضرت نور اللہ مرقدہ کے انتقال کے بعد شعلہ طلب بھڑکا اور عشق کی آگ دوبالا ہو گئی اور یہ احوال جو مجھکو حاصل ہوئے وہ لطیفہ قلب کے احوال ہیں۔ جس طرح خدا بے نہایت ہے اسی طرح اسکی راہ (معرفت) کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ ایسا شخص درکار تھا جس کی توجہ سے ترقی ہو اس کی تلاش ضروری تھی، پس میں نے چاہا کہ طریقہ مجددیہ میں سے ایسا خلیفہ جو طریقہ مجددیہ کی تمام نسبت رکھتا ہو اس کی خدمت سے بہرہ ور ہو کر اس نسبت شریف کی تکمیل کرنی چاہیے۔ آخر کار بہ عنایت الہی جو کچھ میں چاہتا تھا مجھے مل گیا بلکہ بمصدق شعر حضرت شہید نور اللہ مرقدہ۔

از برائے سجدہ عشق آستانے یافتم

سر زمینے بود منظور آسمانے یافتم

[سجدہ عشق کے لئے مجھے آستانہ مل گیا۔ سر زمین مطلوب تھی آسمان مل گیا]

ہادی توفیق (تعالی شانہ) نے حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) کے آستانہ پر پہنچا دیا اور دل میں جو مراد تھی اللہ پاک نے حضرت والا کے واسطے سے عطا فرمادی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے وجود باوجود کو ہدایت خلق کے لئے باقی رکھے۔ (آمین)

(۳) پھر حضرت والا نے مراقبہ احدیت صرفہ سے سلوک کی ابتداء فرمائی اور نیز حضرت والا سے خاندان نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اسم ذات سے جذب پیدا ہوتا ہے اور نفسی اثبات سے سلوک جو تہذیب اخلاق سے تعبیر ہے میسر ہوتا ہے اور مراقبات سے نسبت باطنیہ میں قوت پیدا ہوتی ہے اور کلام مجید کی تلاوت سے انوار کی کثرت ہوتی ہے اور درود خوانی سے سالک کو منامات و واقعات (پاکیزہ خواب اور ایمان افزا واقعات) حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ذکر و اذکار میں لگنا اور مراقبات کرنا مقربین کا طریقہ ہے اور نماز و نوافل کی کثرت ابرار کا وطیرہ ہے۔ جیسا کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا ہے۔

(۴) حضرت والا نے فرمایا کہ بسم اللہ سے کھانا شروع کرنا مسنون ہے چنانچہ حدیث شریف

میں وارد ہوا ہے ”كَانَ إِذَا أَقْرَبَ إِلَيْهِ الطَّعَامَ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ وَ قَالَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ

فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللَّهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ كَذَا فِي  
مُسْنَدِ أَحْمَدَ وَابْنِ مَاجَه

(جب آپ کے پاس کھانا لایا جاتا تو آپ بسم اللہ کہتے تھے اور فرمایا جب تم میں سے کوئی  
کھائے تو اللہ کا نام لے (یعنی بسم اللہ پڑھے) اگر شروع کرتے وقت بسم اللہ کہنا بھول جائے (تو  
جس وقت یاد آئے) تو کہے بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ (یعنی) اللہ کا نام (طعام سے) پہلے اور اسکے  
بعد۔) مسند احمد و ابن ماجہ

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ

”وَقَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ الَّذِي لَا يَذْكُرُ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ“

رواہ مسند احمد و مسلم

[اور فرمایا (صلی اللہ علیہ وسلم نے) جو کھانا بسم اللہ کہے بغیر کھایا جائے وہ شیطان کو حلال

ہو جاتا ہے]

ایک اور حدیث میں ہے کہ

”قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَتَفَرَّقُونَ قَالُوا نَعَمْ

قَالَ اجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ“ رواہ مسند احمد و ابوداؤد۔

[لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ کھاتے ہیں لیکن سیری نہیں ہوتی (حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ غالباً تم لوگ متفرق ہو کر کھاتے ہو ان لوگوں نے اثبات میں

جواب دیا، تو آپ نے فرمایا کہ اکٹھے ہو کر کھایا کرو اور جب کھانے لگو تو اللہ کا نام لو]

اس کے بعد فرمایا (حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ نے) کہ ایسے موقع پر بسم اللہ پڑھنا

گویا حق سجانہ سے مدد چاہنا ہے کہ کھانے سے شہوانی و نفسانی قوت کے بجائے وہ توانائی پیدا ہو

جس سے عبادت میں ہمت ملے اور طاعت میں قوت پیدا ہو۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ فقراء ہر لقمہ کے شروع میں بسم اللہ کہتے ہیں اور آخر میں الحمد للہ۔

(۵) حضرت والا نے مزید فرمایا کہ احباب کے اکٹھا ہو کر کھانے میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ لیکن دسترخوان پر چاہئے کہ ہر ایک دوسرے کے لئے ایثار کرے اور جو چیز اچھی ہو تو اس بات کی خواہش کرے کہ دوسرے لوگ کھالیں۔ نہ یہ ہے کہ خود بہتر کھائے یا زیادہ کھانے کی کوشش کرے پھر ایک روایت بیان فرمائی کہ ایک شخص نے بازار بغداد میں دالوں میں سے ایک کو دیکھا کہ دلالی کی کمائی کرتا ہے۔ اُس شخص نے دلال سے کہا کہ میں نے تجھے فلاں شہر میں دیکھا ہے کہ تو زاہد تھا، اب کیا ہو گیا کہ یہاں آ کر بلا میں مبتلا ہو گیا؟ اُس نے جواب دیا کہ ایک دن میں نے مچھلی پکائی اور چاہا کہ اچھا ٹکڑا خود کھالوں اور باقی دوسروں کو دوں مجھ پر اسی خود پسندی کا وبال پڑا ہے جو یہاں کھینچ لایا اور اس بلا میں گرفتار کر دیا۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ تین انگلیوں سے کھانا کھاؤ کہ یہ مسنون ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ وَكَانَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعٍ وَيَلْعَقُهُنَّ إِذَا فَرَغَ رَوَاهُ الْبُزَارُ [آپ تین انگلیوں کی مدد سے تناول فرماتے اور آخر میں انہیں چاٹ لیتے تھے۔ وَقَالَ إِنَّ فِي لَعِقِ الْأَصَابِعِ بَرَكَاتٌ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ (اور فرمایا کہ انگلیوں کے چاٹنے میں برکت ہے)]

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ برکت کے معنی زیادتی اور فائدے کے ہیں اور یہاں اس کے معنی توفیق کی زیادتی کے ہیں۔ اس کھانے کے سبب طاعت و عبادت میں مدد ملے گی۔

(۶) اور یہ بھی فرمایا کہ جسے خواہش ہو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زیادہ ہو، اسے چاہئے کہ احادیث شریفہ پر عمل اختیار کرے اور جو جزئیات مسائل کہ حدیث میں نہ پائے جائیں ان کے لئے مذاہب اربعہ (حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ و حنبلیہ) میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرے، اگر وہ حنفی ہے تو مسائل حنفیہ اختیار کرے اگر شافعی ہے تو اس مذہب کے مسائل پر کار بند ہو وغیرہ۔ نہ یہ کہ جو مسئلہ اس کے طور طریق میں رائج ہو انہیں پر عمل کرتا ہو خواہ وہ حدیث صحیح سے ثابت نہ ہو یا اس کے خلاف حدیث میں وارد ہو۔ اور کہنے لگے جیسا کہ عوام الناس کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد یہی کرتے چلے آئے ہیں تو ہم کیوں نہ کریں، اس کے خلاف کیسے کریں حالانکہ اسے سمجھنا

چاہیے کہ اس کو حضرت سید البشر ﷺ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ دوسرے مذاہب میں سے کسی مذہب کی پیروی کا۔ پس ہر وہ مسئلہ جو موافق حدیث کے ہو اسی پر عمل کرے اور جو بات کہ حدیث کے خلاف ہے اس کی پیروی درست نہیں۔

(۷) اور جزئیات مسائل میں مذہب حنفیہ کی پیروی بہتر و انسب ہے اور نیز فرمایا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ نے ایک روز امام کے پیچھے (سورہ) فاتحہ پڑھی۔ آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ کوئی کو (خواب میں) دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں اولیاء کبار اور ذوی الاقتدار اصفیاء بہت ہیں۔ انھوں نے سورہ فاتحہ پڑھنا موقوف کر دیا تھا راقم (شاہ رؤف احمد) کہتا ہے کہ احادیث پر عمل کرنا اس وقت (مناسب) ہے جب شخص کو کامل مہارت حدیث میں حاصل ہو جائے ورنہ مذہب کی اتباع لازم ہے۔ اور مذہب حنفیہ کی اتباع کرنا بہتر ہے کہ امت کی ایک بڑی جماعت اسی پر ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ امت کا تین حصہ اسی مذہب پر عامل ہے اور باقی ایک حصہ دوسرے تینوں مذاہب کا پیرو ہے۔ چنانچہ ثقہ (مستند) ہستیاں دوسرے ممالک و براعظموں مثل روم وغیرہ کے یہاں آتے ہیں۔ و نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور دونوں حضرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس مذہب کی اتباع کرنا بھی اس مذہب کے اولیٰ و بہتر ہونے کی ایک بہتر دلیل ہے و نیز حضرت شہید نور اللہ مرقدہ المجید باوجودیکہ حدیث شریف میں بڑی سند رکھتے تھے لیکن خود کو حنفی مذہب لکھا ہے۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا ”وجود بعینہ“ کے قائلین اس شعر کے معنی غلط سمجھے ہیں کہ۔

ہر چہ پیش تو بیش ازیں رہ نیست  
غایتِ فہم توست اللہ نیست

[جو کچھ تیرے سامنے ہے کہ اس راہ سے زیادہ کچھ نہیں، یہ تیرے فہم کی انتہا ہے (وہ) اللہ نہیں ہے] جو یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ تیرے سامنے ہے اور تیری سمجھ اور مشاہدہ میں آتا ہے۔ وہی مقصود حقیقی ہے۔ اور اس کے آگے کوئی راہ نہیں ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ تیرے فہم میں ہے کہ وہ



مقصود ہے، (حقیقتاً) وہ اللہ نہیں ہے۔ بلکہ شعر کے معنی یہ ہیں کہ جو تو نے یہ سمجھا ہے کہ اس کے آگے کوئی راہ نہیں وہ تیرے فہم کی انتہا ہے۔ یہ اللہ نہیں ہے بلکہ وہ پاک بے نیاز تیری فہم و دانش سے وراء الوراء ہے۔ اور وراء الوراء ہے۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ

(۸) مَنْ لَمْ يُتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَيْسَ مِنَّا (جس نے قرآن میں تغنی نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں)

یہاں غنا سے مراد غناء قلبی ہے یعنی جو شخص ماسوائے حق جل و علا سے بے نیاز نہ ہو قرآن کے ذریعہ تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ و نیز فرمایا کہ کھانے اور پینے کے بعد اس دعا کا پڑھنا حدیث میں وارد ہے۔

دعا یہ ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور ہم کو مسلمانوں میں سے کیا) چنانچہ یہ حدیث مسند احمد، سنن

ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں وارد ہے اور جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ سے یہ مراد ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے پس اس نعمتِ عظمیٰ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا تو بطریق اولیٰ ضروری ہے۔

و نیز فرمایا کہ صوفیا کا قول ہے کہ اَلدَّهْرُ يَوْمٌ وَّلَنَا فِيْ هَذَا صَوْمٌ [دنیا ایک دن کے

برابر ہے اور ہم پر اس دن کا روزہ رکھنا لازم ہے]

یہ بھی فرمایا کہ صوفیہ کے مقامات کا کمال ذوق و شوق اور توحید و جود کی انکشافات ہیں اور ان کا یہ کہنا کہ تجلی ذاتی برقی ہوتی ہے (یعنی ظاہر ہوتی ہے اور چھپ جاتی ہے) جیسا کہ کہا ہے

دیدار می نمائی و پرہیز می گنی

بہ آزارِ خویش ز آتشِ ما تیز می گنی

[جھلک دکھاتے ہو اور چھپ جاتے ہو، اپنی (جدائی کے) دکھ سے ہماری (عشق کی)

آگ کو تیز کرتے ہو]

اور کمال اس خاندانِ عالیشانِ نقشبندیہ مجددیہ میں تجلی ذاتی دائمی ہوتی کہ جو کمالات

میں سالک کو ہاتھ آتی ہے۔ و نیز حضرت والا نے یہ شعر پڑھا۔  
کارگن کار پگدار ز گفتار

کہ بجز کارِ ہیچ ناید کار

[کام کرو کام اور باتیں کرنا چھوڑو کہ عمل کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا]

(۹) حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ خرقہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک خرقہ بیعت کہ مرید کرتے وقت شیخ اس کو عنایت کرتا ہے اور مرید کو وہ خرقہ دوسری جگہ سے لینا جائز نہیں ہے۔ دوسرا خرقہ تبرک ہے اور ایسا خرقہ متعدد جگہوں سے بھی لیا جاسکتا ہے۔ اور تیسرا خرقہ اجازت ہے اور اس کو بھی متعدد شیوخ سے لینا جائز ہے۔ اور حضرت والا نے یہ رباعی بھی پڑھی۔

آنی تو کہ بے تو زیستن نتوانم

وآنی تو کہ بے تو زیستن نتوانم

نی الجملہ اگر نہ پینت می میرم

جانی تو کہ بے تو زیستن نتوانم

ترجمہ:

۱۔ تو وہ ہے کہ تیرے بغیر جینا محال ہے اور تو وہ ہے کہ تیرے بغیر جینا محال ہے۔

۲۔ بہر حال اگر تجھے نہ دیکھوں، تو مرجاؤں، تو وہ جان ہے کہ تیرے بغیر جینا محال ہے۔

و نیز حضرت اقدس نے یہ اشعار پڑھے

ناقص است از مددے کشتہ بہ قاتل نہ رسد

سینہ بر خنجر اوزن کہ شہادت این است

[وہ ناقص ہے جو مقتول کی مدد کے باوجود قاتل تک نہ پہنچے، خود اس کے خنجر پر سینہ مارو کہ

یہی شہادت ہے]

مَن وشوخی کہ استیلاءِ حسنش در صفِ محشر

شکایتِ شکر سازد بر زباناں داد خواہاں را

[میں اور وہ شوخ کہ صف حشر میں اس کا حسن غالب ہے، کیونکہ داد خواہوں کی شکایتیں

شکر کی صدا بن جاتی ہیں]

نہجے دل چہانمی خواہد آرزوہا خدا نصیب کُند

[دل کی فراخی کی جب زیادہ خواہش نہیں، تو آرزوئیں خدا ہی نصیب کرے]

کسے نہ ماند کہ دیگر بہ تیغِ ناز کشی

مگر تو زندہ گئی خلق را و باز کشی

[اب کوئی ایسا باقی نہ رہا کہ جس کو تو اپنی تیغِ ناز سے قتل کرے۔ ہاں! اتنا ہے کہ تو ان

مقتولوں کو زندہ کر کے دوبارہ قتل کرے]

از قتل من مَترَس کہ دیوانیانِ حشر

مجرم کُند بہر تو صد بیگناہ را

[میرے قتل سے نہ ڈرو کیونکہ تیری وجہ سے حشر کے دیوانے (عشق میں فنا ہوئے لوگ)

صد ہا بیگناہوں کو مجرم قرار دیں گے]

(۱۰) و نیز ایک دن مجلس پاک میں اقطاب (قطب کی جمع) کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے

فرمایا کہ حق سبحانہ کا رخانہ ہستی اور اس کے لوازمات کو جاری رکھنے کے لئے قطب مدار کو (ذمہ

داری) عطا فرماتا ہے اور گمراہوں کی ہدایت و ارشاد و رہنمائی قطب ارشاد کے سپرد کی ہے۔ اس

کے بعد فرمایا حضرت بدیع الدین شاہ مدار قدس سرہ قطب مدار تھے اور بڑی شان والے تھے۔

انہوں نے دعا کی تھی کہ اے اللہ نہ مجھے بھوک لگے اور نہ میرے کپڑے پرانے ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی

ہوا، کہ اس دعا کے بعد باقی تمام زندگی میں انہوں نے کھانا نہیں کھایا اور ان کا لباس پرانا نہیں ہوا،

وہی ایک پوشاک مرنے تک کافی ہو گئی۔

(۱۱) ایک دن حضرت والا نے فرمایا کہ بعض بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے

کہ ”شریعت“ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کا اور ”طریقت“ آپ کے احوال کا اور

”حقیقت“ آں سرور علیہ وعلیٰ الہ صلوات اللہ الملک الاکبر کے مقصود کا نام ہے اور حضرت مجد دالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شریعت کا مقام باقی دونوں مقامات (یعنی طریقت و حقیقت) سے اعلیٰ ہے۔ حضرت مجد د نے فرمایا ہے کہ طریقت و حقیقت دونوں وہ بازو ہیں جن کے ذریعہ شریعت کی جانب پرواز کی جاسکتی ہے۔ اور طریقت و حقیقت دونوں تجلی صفاتی کی پیداوار ہیں اور شریعت تجلی ذاتی کی۔

(۱۲) و نیز ایک روز حضور پر نور میں تذکرہ مکتوبات قدسی آیات حضرت مجد دالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تمام اولیاء امت کے معارف ان کے کلام میں درج ہیں لیکن حضرت کے مخصوص معارف کا ذکر اولیاء کرام کے کسی کلام میں نہیں پائے جاتے۔

و نیز فرمایا کہ ایک روز مکتوبات شریف کا مطالعہ کر کے توجہ کرنے لگا، تو فوق الفوق (یعنی سب کے اوپر) سے فیوض کا نزول ہونے لگا۔ اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ علیہ کا مطالعہ کر کے توجہ کی تو اسرار ملکوتی دل پر وارد ہوئے، اس کے بعد احیاء العلوم (مصنفہ حضرت امام غزالی) کا مطالعہ کر کے توجہ کی تو فیض ملکوت قلب پر فائز ہوئے۔

(۱۳) ایک دن ایک شخص نے حضور میں عرض کیا کہ حضرت مجد د ہندستان کے جملہ اولیاء کے مقابل ہیں تو حضرت والا نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ”روئے زمین کے اولیاء“ (کے مقابل ہیں) حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دن بوعلی سینا کی کتاب کا تقریباً ایک صفحہ کا مطالعہ کیا تھا کہ قلب پر ایک ظلمت چھا گئی اور کلمہ شہادت پڑھ کر اس کا ازالہ کیا (یعنی کلمہ شہادت کی تلاوت سے وہ ظلمت کا فور ہوئی)۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت شیخ مجد د قلم ربانی (یعنی اللہ کا قلم) ہیں۔

و نیز فرمایا کہ ابو سعید نے اپنے پہلے پیر سے ”اس قدر“ نسبت چشتیہ حاصل کی اور اپنے دست مبارک کے دو انگلیوں کی جانب اشارہ فرمایا اور رؤف (یعنی شاہ رؤف احمد مرتب ملفوظات ہذا) نے ”اس قدر“ نسبت چشتیہ حاصل کی اور اپنی تین انگلیوں کی طرف اشارہ فرمایا اور پھر فرمایا کہ

شاید رؤف میں اس سے بھی زیادہ ہو۔

(۱۴) طبرانی کی روایت میں آیا ہے۔ كَان رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤَلِّي وَيَأْتِي حَتَّى يُعَمِّمَ وَيَرْخِي سَدْلَهَا مِنْ جَانِبِ الْأَيْمَنِ نَحْوَ الْأُذُنِ. (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو والی (کسی علاقہ کا حاکم) نہیں بناتے تھے جب تک اسے عمامہ نہ پہناتے اور اس کا شملہ (عمامہ کا ایک سرا جو پیٹھ پر لٹکایا جاتا ہے) دائیں جانب کان کی طرف چھوڑتے۔

اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں وارد ہے عَنْ عَلِيٍّ قَالَ عَمَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ غَدِيرِ خَمٍّ بِعِمَامَةٍ سَدَّلَهَا خَلْفِي. (حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن مجھ کو عمامہ باندھا، اس کا دنبالہ میری پیٹھ پر لٹکایا۔) اور ابو یعلیٰ الموصلی و بزاز کی روایت میں وارد ہے۔ عَمَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَأَرْخِي خَلْفَهُ أَرْبَعِ أَصْبَعٍ أَوْ قَرِيبٍ مِنْ شِبْرَيْتُمْ قَالَ هَكَذَا فَاعْتَمَّ أَعْرَبَ وَأَحْسَنَ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) عبدالرحمن بن عوف کو عمامہ باندھا اور اس کا بقیہ حصہ چار انگلی یا قریب بالشت ان کے پیچھے لٹکایا اور فرمایا اس طرح عمامہ باندھا کرو یہ (طریقہ) مناسب اور عمدہ ہے)

ایک دن اس راقم سطور نے حضور پر نور میں عرض کیا کہ رامپور سے خط آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بندہ کی قیامگاہ کے حصار کی دیوار بارش کی شدت سے گر گئی ہے۔ حضرت والا نے فرمایا الحمد للہ تمہارا ظاہر و باطن فانی ہوا کہ یہاں تمہاری طبیعت میں فنایت حاصل ہوئی تو وہاں تمہارے مکان کو۔

(۱۵) ایک دن حضور فیض گنجور میں ”لقمہ میں احتیاط“ کا ذکر ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں کسی کے گھر کا کھانا نہیں کھاتا۔ ایک دن اتفاقاً چند لقمے کھائے تو عالم مکاشفہ میں ”والا شہید نور اللہ مرقده المجید کی روح مبارک کو استفراغ (یعنی قے) کرتے دیکھا۔ حضرت نے

اس بندہ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہر کس و ناکس کے گھر کا کھانا نہ کھانا چاہیے۔ ”لقمہ میں احتیاط“ ضروری ہے کہ یہ درویشی کے لوازمات میں سے ہے۔“

(۱۶) حضرت والا نے ایک دن فرمایا کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا تھا۔ (حضرت) خواجہ صاحب قبر شریف سے نکل کر دو ایک قدم میری جانب بڑھاتے ہوئے میری طرف تشریف لائے اور مجھ سے معاف فرمایا اور بہت مہربانی فرمائی۔

(۱۷) حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دن حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر گیا تھا۔ حضرت نظام الدین مزار سے باہر تشریف لائے میں نے عرض کیا کہ میرے بدن پر توجہ فرمائے ابھی ”بدن“ کا لفظ پورا بھی نہ کیا تھا صرف ”ہا“ اور ”دال“ زبان سے نکلا تھا کہ پوری قوت سے توجہ فرمائی۔

ایک دن ایک شخص نے خاندان نقشبندیہ میں بیعت کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ خواجہ خواجگان امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میرے طریق میں مجاہدہ نہیں ہے۔ اور میں ذکر جہر نہیں کرتا اور چلے نہیں کھینچتا۔ سماع نہیں سنتا کہ (یہ) بدعتیں ہیں۔

(۱۸) اسکے بعد حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) نے فرمایا کہ (اربعین) چلہ لگانا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی بنینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی سنت ہے۔ اور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ اتہما واکملہا نے چلے نہیں لگائے لیکن اس ایک حدیث شریف سے چلوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

مَنْ أَخْلَصَ لِلَّهِ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا ظَهَرَ ثَمَرُ قَلْبِهِ يَنْبِيعُ الْحِكْمَةِ (جس نے چالیس صبحیں اللہ کے لئے خالص کیں (یعنی اللہ کے ذکر میں مشغول ہوا) تو اس کے قلب سے حکمت کے چشمے پھوٹ نکلیں گے)

راقم (شاہ روف احمد) کہتا ہے صاحب فَتُوْحِ الْأَوْرَادِ نے اور دوسروں نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ

مَنْ انْقَطَعَ إِلَى اللَّهِ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا مُخْلِصًا مُتَعَاهِدًا نَفْسَهُ بِخِفَةِ الْمِعْدَةِ يَفْتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ عُلُومَ الدِّينِيَّةِ

[جو پر خلوص طریقہ پر اللہ کی طرف متوجہ ہوا چالیس روز تک اپنے نفس کی خبر گیری کرتے ہوئے ہلکے معدہ (کم مقدار غذا کے ساتھ) تو اللہ اس پر علوم دیدیہ (کے ابواب) کھول دے گا [حدیث کا لفظ اَخْلَصَ لِلَّهِ اور اِنْقَطَعَ اِلَى اللّٰهِ سے یہی ظاہر ہے کہ اخلاص و انقطاع حاصل ہونے کے اصول (قاعدے) ہیں۔ حضرت والا نے اس حدیث کا ذکر نہیں فرمایا شاید یہ حدیث ضعیف ہو۔ اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ اہل چشت (حضرات) کی ہدایات میں چلوں کی قید آئی ہے، کہ فرمایا ہے کہ ”ہر سال ایک چلہ بیٹھنا چاہیے اور ہر شخص کے گھر کا کھانا نہ کھاؤ اور اپنا کھانا ہر شخص کو کھلاؤ اور رات کے فاقہ کو اپنی معراج سمجھو، قرض نہ لو اور اپنے پیروں کا عرس کرو اور اپنے مشائخ کے اقربا کا ادب و احترام ملحوظ رکھو۔“

(۱۹) ایک دن حضور پر نور میں حق جل و علا کی رویت کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ علماء نے لکھا ہے کہ جنت میں مؤمنوں کو ہر ہفتہ ایک بار رویت باری تعالیٰ ہوگی اور جن لوگوں نے صبح و شام حلقہ مراقبہ کئے ہوں گے اور انہیں حضور مع اللہ کی دولت نصیب ہوئی ہوگی ان کو ہر دن دو بار صبح و شام ملک الغفار کا دیدار ہوگا۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ یہیں سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو اس دنیا میں حضور آگاہی قلب دائمی ہوگی امید ہے کہ اس کو جنت میں بھی دائمی رویت عطا فرمائیں۔

حضرت والا نے یوم دوشنبہ اکیسویں ماہ ذیقعدہ ۱۲۳۱ھ کو اس غلام کے عناصرِ ثلاثہ (آتش و باد و آب) پر کی توجہ فرمائی اور مستمی الباطن کے مراقبہ کی تلقین فرمائی۔

(۲۰) نیز ایک دن حضور فیض گنچور میں حضرت امیر خسرو دہلویؒ کا تذکرہ ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جو کمالات انہیں حاصل تھے امت کے کسی فرد میں وہ کمال نظر نہیں آتا۔ ایک دن حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے حضرت خضر سے کمال فصاحت بیانی و سحر طرازی اور نکتہ سنجی و شعر گوئی کی استدعا کی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ کمال (حضرت) سعدی نے مجھ سے لے لیا وہ (امیر خسرو) رنجیدہ ہو کر اپنے مرشد بزرگوار (حضرت نظام الدین اولیا) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نظام الدین اولیا نے ان سے ملال ورنج

کا سبب پوچھا، انہوں نے سارا حال کہہ سنایا۔ حضرت نظام الدین نور اللہ مرقدہ نے عنایت فرمائی اور اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈال دی اور انہوں نے لعاب دہن چکھا۔ ہفتعالیٰ نے ان کو شکرستان سخنوری کی طوطی فصاحت بیان اور گلستان نکتہ سنجی کی بلبل ہزار داستان بنا دیا۔ اس کے بعد حضرت والا نے یہ شعر پڑھا

مشکیں سلاسل زلفہ نما برسہ الصبا  
فتراک دستہ سنبل واکردہ فی دامانہ

(۲۱) ایک دن حضور میں نفسِ رحمانی کا ذکر آیا، حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جو فحاشات الہیہ کہ سالک پر وارد ہوتے ہیں انہیں کو نفسِ رحمانی سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ پہلے باہر نکلتے ہیں پھر دل میں نفوذ کرتے ہیں اس کے بعد مستہلک و مضمحل کر دیتے ہیں۔

(۲۲) ایک شخص نے حضرت والا سے عرض کیا کہ برِ یقین کیا چیز ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ وہ مقام ہے جو کمالاتِ نبوت میں حاصل ہوتا ہے اور برِ یقین کے معنی ٹھنڈک اور راحتِ یقین کے ہیں کہ اس مقام پر حاصل ہوتی ہے اور جو چیز استدلالی ہے وہ کشفی ہو جاتی ہے مثلاً حق جل شانہ کی وحدانیت اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، قیامت کی آمد، منکر نکیر کی جواب طلبی، پل صراط، میزان، جنت و دوزخ وغیرہ پر اعتقاد جو دلائل سے ثابت ہیں، اس وقت ان کے لئے حجت و برہان کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ ان پر ایسا یقین حاصل ہو جاتا ہے جیسے آنکھوں دیکھی چیز کہ اس کے لئے دلیل و حجت کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس خاندانِ عالیشان میں اسی کیفیت کا برِ یقین نام رکھا گیا ہے۔

(۲۳) ایک دن حضور فیص گنجر میں ذکر آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں کتا ہوگا یا تصویریں ہوں گی، وہاں رحمت کے فرشتوں کا نزول نہ ہوگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ صوفیاء علم اعتباری رکھتے ہیں۔ اور ہر آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے بطور عبرت اپنے مطلوب پر مطابقت اور اپنے مدعا پر دلالت کرتے ہیں، پس میں بھی اس حدیث کا مطلب اپنے



طور پر بیان کرتا ہوں کہ جس دل کے گھر میں حرص و طمع کے کتے اور ماسوی اللہ کی تصاویر ہوں گی وہ رحمتِ الہیہ کے فیوض سے محروم رہے گا اور وہاں اس تعالیٰ و تقدس (اللہ) کے انوار کا ورود نہ ہوگا اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

اَوَّلُ بَرُوبِ خَانَةِ دِگَرِ مِهْمَانِ طَلَبِ  
آئِنَةِ شَوْ وِصَالِ پَرِی طَلَعَتَاں طَلَبِ

[پہلے گھر کو صاف کرو تب مہمان کو بلاؤ، خود کو آئینہ بنا لو تب پری رخوں کا وصال طلب کرو] ایک دن مخلصین میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس کو خانقاہ میں دفن کیا گیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جو شخص یہاں دفن ہوتا ہے میں اس کی بخشش کے لئے جناب الہی میں متوجہ رہتا ہوں تا آنکہ وہ بخش دیا جائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس سے پہلے یہاں ایک عورت دفن کی گئی ہے میں نے دیکھا کہ آتشیں شعلے اس کی قبر سے اُٹھ رہے ہیں۔ میں نے اس قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر قصد و توجہ کی اور ہزار کلمہ طیبہ کا ثواب اس کو پہنچایا۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ اس قبر کے سرہانے سے رحمتِ الہی کا پانی جاری ہوا یہاں تک کہ اسکی قبر کو ٹھنڈا کر دیا اور وہ قبر نورانی ہو گئی۔

(۲۴) ایک روز حضرت والا نے فرمایا کہ جو شخص نصف شب کے بعد ہزار بار یارب کہے گا جن مشکلات میں بھی وہ گھر اہوگا آسانی ہوگی اور جو مدعا ہوگا پورا ہو جائے گا اور جو دعائے مانگے گا وہ قبول ہوگی۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک رات میں نے یا رسول اللہ کہا میں نے لبیک کی آواز سنی۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ”عبداللہ“ کہا اور ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بشارت مرحمت فرمائی کہ تو بندہ مومن ہے حق تعالیٰ ایسا ہی فرماتا ہے۔

(۲۵) ایک دن حضور والا میں جناب ماموں صاحب قبلہ، سراج خاندانِ مجددیہ و چراغِ دو دمان احمدیہ، مقبول بارگاہ اللہ الصمد حضرت شاہ سراج احمد نور اللہ مرقدہ کا تذکرہ آیا۔ حضرت والا نے ان کی شان میں فرمایا کہ ان کی ذات بھی عجیب ذات مبارک تھی، وہ ہم لوگوں کے لئے فخر کا سبب تھے، اگرچہ فقط نسبتِ قلبیہ رکھتے تھے مگر مقربانِ حق میں سے تھے اور راہِ قرب اسی طریقہ سلوک

تسلیک طالبان پر منحصر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہیں تو بے گنتی اور بے شمار ہیں۔ اس کے بعد حکایت بیان فرمائی کہ ایک عارف تھا۔ اپنے استاد کی وفات پر ان کے مزار پر بیٹھ کر توجہ والقائے انوار کرنے لگا کہ اپنے استاد کی وفات کے بعد حق شاگردی ادا کر دوں اور فوت شدہ کو قبر میں نسبت سے منور کر دوں۔ اس کا استاد قبر سے نکلا اور اسے خوب جھڑک کر بولا کہ اے احمق! تو سمجھتا ہے کہ قرب خدا کی راہ یہی ہے جو تو نے حاصل کی ہے، جا خدا بے نہایت ہے، اس لئے اس کے قرب کے راستے بھی بے انتہا ہیں جس راہ سے کہ میں نے قرب حاصل کیا ہے، اس کی تجھے کیا خبر؟

(۲۶) ایک دن حضور میں ”نماز میں خشوع“ کا ذکر آیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ علماء کے نزدیک نماز میں خشوع یہ ہے کہ قیام کی حالت میں نظر سجدہ گاہ پر رہے، رکوع میں دونوں قدموں پر اور سجدہ میں ناک کے بانسہ پر نظر رہے۔ اور صوفیاء کے نزدیک یہ ہے کہ نماز میں مصلی رب کے دیدار کے اشتیاق میں ایسا غرق ہو جائے کہ اسے یہ بھی پتہ نہ ہو کہ اسکے دائیں اور بائیں کون ہے؟ صرف دیدار الہی میں مست و سرشار رہے۔

چنانچہ روایت ہے کہ نماز میں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے بدن مبارک پر ایک سانپ لپٹ گیا اور آپ کو خبر بھی نہ ہوئی۔ اسی طرح حضرت امام زین العابدین ؑ ایک دن نماز میں تھے کہ ان کے گھر میں آگ لگی اور سب جل گیا، یہاں تک کہ آگ ان کے مصلی تک پہنچ گئی اور انہیں خبر نہ ہوئی۔ لوگ پکارتے رہے کہ یا امام! ”آگ! آگ! نماز کے بعد لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو حضرت امام نے فرمایا کہ مجھے دوزخ کی آگ کا خیال آ گیا تھا۔

ایک دن حضرت والا خانقاہ کے صوفیاء کو کثرت ذکر، نوافل اور تہجد و اشراق کی ہدایت فرما رہے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ جان کھپانے کی ضرورت ہے تاکہ معاملہ گوش سے آغوش (کان سے دل) تک پہنچے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ مجھے کوئی ایسا نہ ملا جو سر نیاز آستانہ محبت پر رکھے ہو۔

(۲۷) ایک دن یہ بھی فرمایا کہ اکابرین متقدمین (پہلے کے بڑے لوگ) مریدین کو خدمت بھی سپرد فرماتے تھے کہ خدمت ترقیات باطن کا سبب ہے اور آخرت کے ثواب کا وسیلہ ہے۔ اس

کے بعد فرمایا کہ ایک شخص حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو کوئی خدمت مرحمت فرمائیے۔ شیخ نے فرمایا کہ تمام خدمات طالبین پر تعین اور مقرر کردی گئی ہیں۔ اب کوئی خدمت نہیں کہ تم سے کرنے کو کہا جائے۔ ہاں جنگل سے چارہ وغیرہ لایا کرو اور اس کام کو پابندی سے کرو۔ وہ شخص روزانہ جنگل سے چارہ کا انبار اپنے سر پر رکھ کر لانے لگا۔ ایک دن اس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور حساب کتاب کا دن ہے اور ایک آگ کا دریا ہے جس سے لوگ پارا تر رہے ہیں، میں نے چارہ کا وہی انبار جو سر پر اٹھا کر لایا کرتا تھا اس آگ کے دریا میں ڈال دیا اور اسی پر بیٹھ کر نہایت عمدگی سے پارا تر گیا ہوں۔

(۲۸) حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ یہ مجاہدات کی راہ ہے، جس میں بڑی پارسائی اور نہایت محنت درکار ہے۔ ناصر الدین حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے تیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز فرمائی ہے، پس ایسے مرتبہ کو پہنچے کہ ایک عالم کے مقتداء (رہبر) بن گئے اور ولایت کا کمال حاصل کیا بغیر جان کی بازی لگائے کمال حاصل کرنا محال ہے۔

حضرت خواجہ ناصر الدین معرض عن سوی اللہ محمد باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راتوں کو زندہ کرنے والے تھے (یعنی رات بھر عبادت کیا کرتے تھے) اور فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! رات کو کیا ہو گیا کہ اتنی جلدی گزر جاتی ہے افسوس ذرا بھی دیر نہیں کرتی اور تاخیر نہیں کرتی۔

دینز ایک دن حضرت والا نے فرمایا کہ ۱۱۷۴ھ میں وطن سے دہلی شریف آیا تھا اور اس وقت میری عمر سترہ یا اٹھارہ سال کی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آں جناب کی ولادت باسعادت ۱۱۵۶ھ میں ہوئی ہو۔ اس بندہ راقم (شاہ رؤف احمد) نے تاریخ ولادت شریف پر ایک تاریخی قطعہ نظم کر دیا ہے تاکہ مریدین کو آپ کی عمر شریف کے بارہ میں کوئی شبہ نہ پیدا ہو۔

چو نجم چرخ ہدیٰ حضرت غلام علی  
شد ظہور فلکن در جہاں جہاں بشگفت  
سن ولاد شریفش چو جست رافت دل  
مہ سپہر ہدایت شدہ طلوع بگفت

۱۱۵۶ھ

(جب ہدایت کے آسمان کا ستارہ حضرت غلام علی دنیا میں ظاہر ہوئے تو جہاں کھل اُٹھا۔ اے رافت! دل نے جب آپ کی ولادت شریف کا سن معلوم کرنا چاہا تو کہا۔  
”ہدایت کے آسمان کا چاند طلوع ہوا“

(۲۹) ایک دن کمالات کی نسبت کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ نسبت بوجہ انتہائے لطافت اور بے رنگی، ادراک میں نہیں آتی۔ چنانچہ نہ پانے کا احساس اور احوال سے محرومی کا خیال اس نسبت کو پانے والوں کا کمال ہے۔ اور ان احوال کے حاصل کرنے والے لوگ اپنے انجام سے ناواقف ہوتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم، اللہ کی قسم اپنے کو ٹھیکرے کی طرح خالی پاتا ہوں، جو لوگ میرے پاس آ کر توجہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو ہر توجہ میں بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان لوگ جھوٹ تو بول نہیں سکتے شاید مجھ میں کچھ نسبت (کا اثر) ہو۔

(۳۰) حضرت والا دعا کے وقت الحمد للہ شریف میں چند کلمات کا اضافہ فرما کر اس طرح پڑھتے تھے کہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ إِيَّاكَ نَعْبُدُ بِهَذَا آيَتِكَ  
وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ بِعِنَايَتِكَ إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ بِكَمَالِ فَضْلِكَ صِرَاطَ  
الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وَهُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ وَأَصْحَابُهُ غَيْرِ  
الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ؕ آمِينَ

(سب تعریفیں اللہ کے لئے جو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے سارے جہانوں کا، بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا، مالک ہے یوم جزا کا، ہم تیری ہدایت کے طفیل تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری عنایت کے صدقہ میں تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ اپنے فضل بے پایاں سے چلا ہم کو سیدھے راستہ پر ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا اور وہ (حضرت) محمد ﷺ اور ان کے آل و اصحاب ہیں۔ نہ ان کا (راستہ) جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا (اللہ) اس کو

قبول فرمائے۔“

نیز یہ دعائیں بھی پڑھا کرتے تھے کہ:

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ  
وَ اتُوبُ إِلَيْهِ. وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَاءِ  
نَفْسِهِ وَزِينَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ أَضْعَافَ مَا سَبَّحَ لَكَ الْمُسَبِّحُونَ،  
الْحَمْدُ لِلَّهِ أَضْعَافَ مَا حَمِدَ لَكَ الْحَامِدُونَ، اللَّهُ أَكْبَرُ أَضْعَافَ مَا كَبَّرَ لَكَ  
الْمُكَبِّرُونَ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَضْعَافَ مَا هَلَّلَ لَكَ الْمُهَلِّلُونَ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ  
أَضْعَافَ مَا مَجَّدَ لَكَ الْمُمَجِّدُونَ، وَالشُّكْرُ لِلَّهِ أَضْعَافَ مَا شَكَرَ لَكَ  
الشَّاكِرُونَ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي 'مِمَّا ابْتَلَى الْخَلْقَ، بَعْضَهُمْ بِآلَا مَرَضِ الْبَا  
طِنَةِ كَمَا لَشْرِكِ وَالنِّفَاقِ وَالْحَسَدِ وَالْكِبْرِ وَالْبُغْضِ وَالْغِيْبَةِ وَالْبُدْعَةِ، وَبَعْضَهُمْ  
بِآلَا مَرَضِ الظَّاهِرَةِ كَالْبَرَصِ وَالْجُدَامِ وَالْحُمَى وَالصُّدَاعِ اللَّهُمَّ كُنْ لِي كَمَا  
كُنْتَ لِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ ارْزُقْ عَنْ قُلُوبِنَا الْحُجُبَ  
وَالْأَسْتَارَ السَّائِرَةَ الْحَاجِبَةَ عَنْ مُشَاهَدَةِ جَمَالِكَ الْمُبَارَكِ يَا اللَّهُ اللَّهُمَّ أَحْيِنِي  
لَكَ وَ أَمِتْنِي لَكَ وَ أَحْشُرْنِي لَكَ وَ اجْعَلْنِي لَكَ كَمَا جَعَلْتَ مُحَمَّدًا لَكَ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[میں اللہ کی پاکی اسکی تعریف کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔ میں اللہ بزرگ و برتر کی پاکی  
اسکی تعریف کے ساتھ بیان کرتا ہوں، اللہ سے جو میرا رب ہے میں ہر گناہ کی مغفرت طلب کرتا  
ہوں اور اسکی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اللہ رحمت کاملہ نازل فرمائے (حضرت) محمد پر اور  
آپکی آل اور سب اصحاب پر، اپنی مخلوق کی تعداد کے برابر اور اپنی رضا کے مطابق اور اپنے عرش  
کے وزن کے برابر اور اپنے کلمات (مبارکہ) کی گنتی کے موافق۔ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں  
اس مقدار سے زیادہ جو تیری پاکی بیان کی پاکی بیان کرنے والوں نے، میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں

اس سے زیادہ جو تیری تعریف کی تعریف کرنے والوں نے، میں اللہ کی بڑائی بیان کرتا ہوں اس سے زیادہ جو بڑائی بیان کی تیری بڑائی بیان کرنے والوں نے، میں کلمہ 'لا الہ الا اللہ' ادا کرتا ہوں اس سے زیادہ جو کلمہ 'اداکیا لا الہ الا اللہ' پڑھنے والوں نے، میں کلمہ 'لا حول ولا قوۃ الا باللہ' ادا کرتا ہوں اس مقدار سے دو چند جو بزرگی و تعظیم بیان کی تیری بزرگی و عظمت بیان کرنے والوں نے، میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اس مقدار سے دو چند جو شکر ادا کیا تیرا شاکرین نے، تمام تعریف اللہ کے لئے جس نے مجھ کو بچایا ان مصائب سے جس میں مخلوق کو مبتلا کیا، مخلوق میں سے بعض کو مبتلا کیا پوشیدہ امراض میں جیسے شرک، نفاق، حسد، کبر، بغض غیبت اور بدعت میں اور ان میں سے بعض کو مبتلا کیا ظاہری امراض میں جیسے برص، کوڑھ، سخت بخار اور درد سر میں۔ اے اللہ! تو میرے لیے ایسا (مہربان) ہو جا جیسا کہ تو ہوا اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، اے اللہ! دور فرما دے تمام پردے اور حجابات ہمارے قلوب سے جو تیرے جمال مبارک کے مشاہدہ (دیدار) میں حجاب و پردہ بن سکیں۔ اے اللہ! اے اللہ! تو اپنے لیے مجھے زندہ رکھ، اپنے لیے مجھے موت دے اور اپنے لیے مجھے محشر کے دن زندہ کر اور کر دے مجھ کو اپنے لیے جیسا تو نے کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیے] [

(۳۱) حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مولانا و مرشدنا مرزا صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ صوفی کے لئے ضروری ہے کہ خیال رکھے کہ وہ خفگی جو لوگوں کے اذیت پہنچانے سے ہوئی ہے دل میں کتنی دیر باقی رہتی ہے۔ اگر گھڑی دو گھڑی رہے تو خیر اور اگر تمام رات رہے تو (صوفی کو) از سر نو تو بہ کرنی چاہیے (اور یہ سمجھنا چاہیے) کہ ابھی نسبت کے نور نے اس کے باطن پر قطعاً اثر نہیں ڈالا۔

ایک روز حضرت والا نے اس تذکرہ پر یہ شعر پڑھا کہ کمالات نبوت کی نسبت اور اس برتر مقام کی بیہوشی ایسی ہے کہ ادراک کا ہاتھ اس کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا اور سوا جہالت اور عدم دانست کے اس منزل کی اور کوئی راہ نہیں ہے (وہ شعر درج ذیل ہے)

بس بے رنگ است یار دلخواہ اے دل  
قانع نشوی برنگِ ناگاہ اے دل

اصل ہمہ رنگہا ازاں بیرنگ است

مَنْ أَحْسَنَ صِبْغَةً مِنَ اللَّهِ اِمْرِي دِل

[اے دل وہ وہ محبوب بالکل بے رنگ ہے۔ وقتی رنگوں پر اے دل قانع نہ ہو۔ کیونکہ تمام

رنگوں کی بنیاد وہی وہ بے رنگ ہے (کیونکہ) اے دل! اللہ کے رنگ سے بہتر اور کون سا رنگ ہے]

و نیز ایک روز حضرت والا یہ دعائے ماثورہ پڑھ رہے تھے کہ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ

وَحُبِّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبِّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِيْ اِلَى حُبِّكَ

[اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور ان کی محبت بھی جو تجھے دوست رکھتے ہیں اور ایسے

عمل کی محبت نصیب فرما جو تیری محبت سے قریب کرنے والا ہے]

اور فرمایا کہ پہلے جملہ یعنی اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ سے مراقبہ کی طرف اشارہ سمجھ میں

آتا ہے اور دوسرے جملہ (یعنی وَحُبِّ مَنْ يُحِبُّكَ) سے رابطہ معلوم ہوتا ہے (اللہ کے برگزیدہ

بندہ سے تعلق) اور تیسرے جملہ (یعنی وَحُبِّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِيْ اِلَى حُبِّكَ) سے ذکر کی جانب

اشارہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس کی تعلیم فرمائی ہے۔

حضرت والا نے ایک روز یہ بھی فرمایا کہ ”خیال ہی خیال میں خانہ کعبہ میں جا کر

صاحب خانہ کو تلاش کرتا ہوں اور اس کے بعد بیت المقدس جا کر صاحب خانہ کی تلاش کرتا ہوں

اور پھر اسی تلاش میں بیت المعمور پہنچتا ہوں پھر عرش پر پہنچ کر صاحب عرش کی جستجو کرتا ہوں، پھر اس

سے اوپر جاتا ہوں یہاں تک کہ اپنے محبوب تک رسائی حاصل کر لیتا ہوں اور خود اپنے کو سراپا آنکھ

بنا کر اُس کے (محبوب کے) پیروں کی خاک ملتا ہوں اور اپنی پیشانی اس کے سجدوں کے لئے اس

طور سے رگڑتا ہوں کہ خود فنا ہو جاتا ہوں پھر بقا پاتا، ہوں پھر فنا ہوتا ہوں اور یوں دل مہجور کو بہلاتا

رہتا ہوں۔ پھر حضرت والا نے یہ شعر پڑھا۔

ز ناتوانی خود ایں قدر خبر دارم

کہ از رُخْش نہ توانم کہ دیدہ بردارم

[اپنی ناتوانی اور ضعف کے بارے میں بس اتنا پتہ ہے کہ اس کے رخ تاباں سے

آنکھیں ہٹا نہیں سکتا]

(۳۲) و نیز ایک دن حضور پر نور میں حضرت اشرف جہانگیر قدس سرہ کا تذکرہ چھڑا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک شخص نے ان سے بطور تمسخر کہا کہ آپ کا نام ”جہانگیر“ ہے۔ حضرت کو غصہ آیا فرمانے لگے کہ میں ”جہانگیر“ نہیں ”جانگیر“ (یعنی جان لینے والا) ہوں۔ وہ شخص اسی وقت مر گیا۔ (حضرت نے مزید فرمایا کہ) ایک روز اثناء راہ میں ایک اثر دے نے اُن پر حملہ کیا آپ نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا وہ عصا موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح وہ (ڈنڈا) سانپ بن گیا اور اپنے حریف کو ہلاک کر دیا۔

۱۲ محرم الحرام ۱۲۳۱ھ کو حضرت والا نے راقم سطور (شاہ روف احمد) کو کمالات نبوت کے مراقبہ کی تلقین فرمائی اور اس سے چند دن قبل غصہ خاک پر توجہ فرمائی تھی اور فقیر اس کا اثر اپنے میں پاتا تھا۔ چنانچہ ایک عریضہ میں حضور والا کی خدمت میں عرض کیا ہے۔

(۳۳) آخر محرم میں حضرت والا بعارضہ تپ و لرزہ علیل ہو گئے ہر مرتبہ لرزہ و بخار شدید سے شدید تر ہوتا اور یہ راقم ہر مرتبہ حاضر ہوتا تھا اور دیکھتا تھا کہ عین شدت مرض میں بھی اللہ جل شانہ کے ذوق و شوق میں غرق ہوتے تھے اور جس قدر زیادہ تپ و لرزہ کی شدت سے پریشان ہوتے اسی قدر زیادہ لذت اور چاشنی یاد الہی میں آپ کو ملتی تھی۔ کبھی فرط شوق میں دونوں ہاتھ پھیلا کر عالم خیال میں محبوب حقیقی کو اپنی آغوش میں لیتے اور کبھی خود کو حضور میں حاضر سمجھ کر لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ فَقَدْ طَالَ مَا قَضَيْتَ کی صدا زبان مبارک پر ہوتی اور اسی حال میں بیہوشی سی طاری ہو جاتی اور کبھی اسی شدت مرض میں زبان مبارک پر یہ شعر جاری ہوتا۔

لَوْلَا كَلِمَاتُكَ يَا اللَّهُ وَاللَّهِ لِمَا قَتَلْتَ لَوْلَا كَلِمَاتُكَ

(قسم خدا کی! اگر تو نہ تھا، تو کیوں قتل کیا۔ قسم اللہ کی! کیوں قتل کیا اگر تو نہ تھا۔)

(۳۴) و نیز ایک دن اسی مرض میں فرمایا کہ حق تعالیٰ قیامت میں ارشاد فرمائے گا کہ مَرَضْتُ



فَلَمْ تَعِدْنِي (میں بیمار تھا تو تم نے میری عیادت کیوں نہ کی) سننے والے حیران ہو کر عرض کریں گے کہ بارالہا! تو تو امراض اور تکالیف سے پاک ہے؟ حق جل و علا فرمائے گا کہ فلاں شخص بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھے پاتا کہ میں اس کے ساتھ تھا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ مرض بھی عجیب نعمت ہے کہ حق تعالیٰ مریض کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر بڑے ذوق شوق کے ساتھ یہ شعر پڑھ لیں

دے دے کہ یار گزارد قدم بخانہٴ ما

سزد کہ کعبہ شود سنگِ آستانہٴ ما

[جس لمحہ ہمارے گھر میں یار قدم رکھتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنگِ آستان کعبہ بن گیا ہے]

افسوس کہ مریض بیماری سے نجات چاہتا ہے اور اس بیماری کو کوستا ہے اور اس طرح محبوب کی ہم نشینی سے محروم ہو جاتا ہے۔ ہاں البتہ دعائے صحت کرنا سنت کی اتباع کرنا ہے۔ آپ نے تمام بیماری کے عالم میں کبھی صحت کی نہ خود دعا کی اور نہ کسی سے دعا کی ہدایت فرمائی، حالانکہ لوگوں نے بار بار اجازت مانگی کہ ختم صحیح بخاری شریف اور حضرات خواجگان قدسنا اللہ باسرار ہم کا ختم پڑھا جائے۔ مگر آخری مرتبہ میں جو پانچویں تھی فرمایا کہ آج دل میں خیال آتا ہے کہ شفاء کے لئے جناب کبریا میں دعا کروں۔ پس ثمرہ دعا ظاہر ہوا کہ پھر تپ لرزہ نہیں آیا۔

(۳۵) انہیں ایام میں ایک روز یہ بھی فرمایا کہ آٹھویں تاریخ ہفتہ کے دن ماہ صفر میں اس مرض سے صحت پانے کے بعد ایک دن یا دو دن دل میں آتش دوزخ کا خوف بہت طاری رہا، بہت رنجیدہ ہوا دیکھا کہ (حضرت) پیغمبر خدا ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ آتش دوزخ سے مت ڈرو کیونکہ جس کے دل میں میری محبت ہوگی وہ دوزخ میں نہیں جاسکتا۔ و نیز شروع مرض میں کہ ایک مرتبہ تپ لرزہ ہوا (اس وقت) جامع علوم عقلی و نقلی معارف آگاہ مولوی بشارت اللہ صاحب جو حضرت والا کے بڑے خلفاء میں سے ایک ہیں حضور والا میں حاضر ہوئے حضرت والا ان کے آنے سے بڑے خوش و خرم ہوئے اور اپنے مکان سے حضرت مرزا صاحب قبلہ کے مزار پر انوار تک استقبال کیا پھر ان کو اپنے مکان میں لے گئے اور بڑی نوازشات فرمائیں۔ اور فرمایا کہ خدا

کا شکر ہے کہ تم جو نسبت یہاں سے لے گئے تھے اس سے زیادہ لائے ہو میں تم سے راضی ہوں اور اپنی رضا کی کلاہ (ٹوپی) دینا چاہتا ہوں حالانکہ اس سے پہلے حضرت نے ایسی کوئی کلاہ کسی کو عطا نہ فرمائی تھی۔

صفر ۱۲۳۱ھ کی دسویں تاریخ میں مولوی محمد عظیم و مولوی شیر محمد صاحبان کو کمالات اولوالعزم کے مراقبات کی تلقین فرمائی و نیز اس بندہ نالایق گنہگار راقم الحروف کو بھی اسی مراقبہ کمالات اولوالعزم کی ہدایت فرمائی۔

(۳۶) یوم بدھ ۱۹ ماہ صفر کو غلام حضور فیض گنچور میں حاضر ہوا۔ حضرت والا بخاری شریف کا درس دے رہے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تسبیح و تحمید وغیرہ پڑھتا تھا اور اس کا ثواب آنسو اور علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر کی روح فتوح کو پہنچاتا تھا۔ ایک دن سہو اترک ہو گیا تو آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور ارشاد فرمایا کہ ”میرا ہدیہ کیوں نہ بھیجا۔“ امام ترمذی نے اپنی شمائل میں حضور کی جو شکل شبہت نقل کی ہے وہی میں نے مشاہدہ کی تھی۔ و نیز آنحضرت ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ بیان فرمائی کہ اس دالان کے چبوترہ کے نیچے حضرت والا قیام پذیر تھے مغربی زینہ کے متصل بقدر ایک بالشت دو انگل پچھم کے رخ تھے۔ و نیز فرمایا کہ دوسرے دن آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں پس میں نے عرض کیا کہ کیا حدیث مَنْ رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ (جس نے مجھے دیکھا حقیقتہً مجھے ہی دیکھا) صحیح ہے؟ ابھی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے۔ پس عارف آگاہ مولوی بشارت اللہ بہراپچی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث شریف کی اجازت چاہی۔ حضرت والا نے عطا فرمائی۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشتیاق ملاقات کی شدت سے گریہ وزاری کر رہا تھا یہاں تک کہ خاکپاشی کی نوبت آگئی اور اس عمل سے جو ظاہر سنت کے لحاظ سے ممنوع ہے ظلمت بھی دل میں آئی بہر حال اسی میں نیند آگئی دیکھا کہ میرا روح اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مرزا صاحب قبلہ قدس سرہ کے ایک مرید ہیں آئے اور کہنے لگے کہ جناب محبوب

رب العالمین علیہ افضل صلوٰۃ المصلین واز کی سلام المسلمین تمہارے انتظار میں بیٹھے ہیں، میں والہانہ انداز میں دوڑتے ہوئے حضور میں پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے معاف فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ معاف کے وقت تو آنحضرت صلی اللہ وسلم کی شکل مبارک تھی، معاف کے بعد حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں ہو گئے اس کے بعد حضرت والا (شاہ غلام علیؒ) نے یہ شعر ارشاد فرمایا۔

شَویم گرد و بدنبال تو سَنَش اہتم

دگر برائے چہ روز است خاکساری ما

[کاش! خاک بن کر اس کے گھوڑے کی رکاب میں پڑ جاؤں، اس کے علاوہ ہماری

خاکساری کس دن کے لئے ہے]

اور یہ بھی فرمایا ایک دن نماز عشاء سے پہلے ہی نیند آگئی تھی، دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ وسلم تشریف لائے ہیں اور قبل عشاء سونے کو منع فرما رہے ہیں بلکہ اس کا معمول بنانے والے کے لئے وعید (آخرت میں سختی ملنا) فرمائی۔

(۳۷) حضرت والا نے آخر ماہ صفر ۱۲۳۲ھ جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ کے اس راقم سطور کو رام پور جانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور حضرات پیران عظام نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ و سہروردیہ کی ارواح مبارکہ پر علیحدہ علیحدہ فاتحہ پڑھ کر، دوبارہ چاروں طریقوں میں تعلیم کی اجازت عطا کی اور رخصت فرمایا اور اسی وقت اس ناچیز پر ”حقیقت قرآنی“ تک توجہ فرمائی تھی۔ پھر میں رامپور پہنچ کر سات مہینہ گھر میں مقیم رہا اور اوقات کو ذکر و مراقبہ سے معمور رکھتا۔ صبح اور عصر کے بعد حلقہ کرتا اور طالبین (مریدین) کو توجہ دیتا۔ ان اوقات میں برابر اس کمترین درویشان اور اس کے متوسلین کے حالات باطنی دریافت فرمانے کے لئے عنایت نامے آتے رہے۔ پھر ماہ شوال سنہ مذکور میں اس بندہ راقم سطور کی طلب میں حضرت نے ایک گرامی نامہ صادر فرمایا۔ اس نامہ عالی کو سر پر رکھے بجانب حضرت دہلی روانہ ہو گیا اور حضرت والا کے حضور میں پہنچا۔ حضرت والا نہایت خوش ہوئے اور

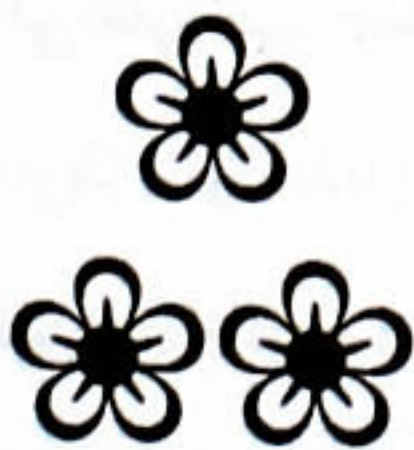
فرمایا کہ تمہارے باطن میں ترمیم کرتا ہوں۔ پھر چند روز کے بعد اخوت پناہ عرفان دستگاہ مولوی بشارت اللہ بہرائچی اور سراپا نور مرزا عبدالغفور اور معرفت نشان شیخ خلیل الرحمن سلیم اللہ تعالیٰ اور کترین راقم السطور کو لطیفہ قلب سے توجہات فرمائیں چند ماہ کے عرصہ میں حقیقت کعبہ تک ان تینوں اکابر کے ساتھ اس بندہ پر توجہات فرمائیں، اس کے بعد مولوی بشارت اللہ صاحب کو بہرائچ کی طرف رخصت فرمایا اور مرزا عبدالغفور صاحب کو خورجہ کے لئے اجازت مرحمت فرمائی اور پھر تنہا اس بندہ ناچیز کو حقیقت کعبہ سے آخر مقامات طرفین تک جو سلوک طریقہ مجددیہ میں مقام لاتعین سے نامزد ہے توجہات فرمائیں اور ہر مقامات کے مراقبات کی تلقین کی۔ اور ان بشارات عالیہ سے جس کی بندہ کے اندر لیاقت نہ تھی سرفراز فرمایا، پھر کلاہ رضا مرحمت ہوئی اور برادران طریقہ اور پیران باسلیقہ پر توجہ کرنے اور حلقہ کرنے کی ہدایت فرمائی۔ دو مہینہ تک حضرت والا کی خانقاہ کی مسجد میں صبح و شام حلقے کیے اور توجہات دیں۔ اسی درمیان ”مراتب الھول“ کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں مراقبات و حالات اور اسرار ہر اس مقام کہ جو خود پر منکشف ہوئے تھے، اپنی سمجھ کے مطابق لکھ کر حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت والا بہت خوش ہوئے اور چند بشارتیں اپنی زبان مبارک سے فرمائیں لیکن بلند و عالی الفاظ جو بندہ کے حق میں تھے تحریر کرتے ہوئے شرم دامنیگر ہے کیونکہ میں اس کی لیاقت نہیں رکھتا۔

(۳۸) پھر حضرت والا نے ماہ جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ میں بندہ کو قصبہ کوٹہ و سرونج کی طرف وہاں کے طالبین کی تلقین کے لئے رخصت فرمایا۔ پس حضرت والا کی قدمبوسی کر کے میں کوٹہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین . ربنا لاتواخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به واعف عنا و اغفر لنا و ارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین اللهم اغفر لنا و ارحمنا و عافنا و ارزقنا و اصبرنا و لوالدینا و لجميع المؤمنین و المؤمنات

والمسلمين والمسلمات وصل على نبيك المصطفى واله بدور التقى  
 واصحابه نجوم الهدى وسلم تسليماً كثيراً كثيراً برحمتك يا ارحم الراحمين  
 ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس کی مخلوق میں سے بہتر (حضرت) محمد پر اور آپ کی آل و  
 اصحاب تمام پر اپنی رحمت کے طفیل رحم فرمانے والے جو سب سے زیادہ رحم فرماتا ہے۔

اے رب ہمارے! ہمیں نہ پکڑا اگر ہم بھولیں یا چوکیں! اے ہمارے رب! اور ہم پر  
 بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا، اے رب ہمارے! اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال  
 جس کی ہمیں سہار نہ ہو اور ہمیں معاف فرما دے اور بخش دے اور ہم پر مہر کر، تو ہمارا مولیٰ ہے، تو  
 کافروں پر ہمیں مدد دے۔

اے اللہ! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے والدین کی اور جمیع مومنین و مومنات اور مسلمین  
 و مسلمیات کی (مغفرت فرما) اور ہم پر رحم فرما، ہم کو عافیت عطا کر اور ہم کو رزق عطا کر اور ہم کو صبر عطا  
 فرما (مصائب پر) اور رحمت کاملہ اور بہت بہت سلام نازل فرما اپنے برگزیدہ نبی پر اور آپ کی آل جو  
 تقویٰ کے کامل چاند ہیں اور آپ کے اصحاب (کرام) پر جو ہدایت کے ستارے ہیں۔ اپنی رحمت  
 کے طفیل اے رحم فرمانے والے جو سب سے زیادہ رحم فرماتا ہے۔



## دُعَائِيہ کلمات

کتاب ”دُرُّ المَعَارِفِ“ میں صلوٰۃ و سلام اور دیگر دعائیں کلمات جو ناموں کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

- ۱- صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ  
درود و سلام نازل فرمائے اللہ آپ پر اور آپ کی اولاد پر
- ۲- عَلَيْهِ صَلَوَاتُ اللهِ الرَّحْمَنِ  
آپ پر اللہ مہربان کی رحمتیں نازل ہوں۔
- ۳- عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ صَلَوَاتُ اللهِ الْمَلِكِ الْأَكْبَرِ  
اللہ جو بڑا بادشاہ ہے اس کی رحمتیں نازل ہوں آپ پر اور آپ کی آل پر۔
- ۴- عَلَيْهِ صَلَوَةُ اللهِ الْمَلِكِ الْأَعْلَى.  
اللہ جو بلند مرتبہ والا بادشاہ ہے اس کی رحمت نازل ہو آپ پر۔
- ۵- عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَأَكْمَلُ التَّحِيَّاتِ اللهُ الْمَلِكِ الْأَعْلَى  
بلند مرتبہ والے بادشاہ اللہ کی بہتر درود و کامل سلام آپ پر نازل ہوں۔
- ۶- عَلَيْهِ مِنَ الصَّلَوَةِ أَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيمَاتِ أَكْمَلُهَا.  
آپ پر درود میں سے بہتر درود اور سلام میں سے کامل سلام نازل ہو۔
- ۷- عَلَيْهِ صَلَوَاتُ اللهِ الْمَلِكِ الْمَنَّانِ  
احسان کرنے والے، بادشاہ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں آپ پر
- ۸- عَلَيْهِ صَلَوَاتُ اللهِ الْمَلِكِ الصَّمَدِ  
بے نیاز بادشاہ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں آپ پر
- ۹- عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ الْمُصَلِّينَ وَأَزْكَى سَلَامِ الْمُسْلِمِينَ  
درود بھیجنے والوں کی بہتر درود اور سلام بھیجنے والوں کا پاکیزہ سلام آپ پر نازل ہو۔

- ۱- رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
اللَّهُ أَنْ سَ رَاضِي هُو۔
- ۲- رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَأَرْضَاهُ عَنَّا  
اللَّهُ تَعَالَى أَنْ سَ رَاضِي هُو وَأَرَانُ كُو هَم سَ رَاضِي كَرِے۔
- ۳- رِضْوَانُ اللَّهِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ عَلَيْهِ  
بِلَا مَعَاوِضَ عَطَا كَرِنِے وَآلِے بَادِشَاهِ اللَّهِ كِي رِضَا (خُوشِي) هُو أَنْ پَر۔



- ۱- قَدَسَ سِرُّهُ  
أَنْ كَا بَهِيْدِ پَاكِ كِيَا كِيَا۔
- ۲- قَدَّسَنَا اللَّهُ تَعَالَى بِأَسْرَارِهِ السَّامِي  
هَم كُو اللَّهُ تَعَالَى أَنْ كِے بَلِنْدِ اسْرَارِے سَ پَاكِ كَرِے۔
- ۳- قَدَّسَنَا اللَّهُ تَعَالَى بِسِرِّهِ الْأَطْهَرِ  
هَم كُو اللَّهُ تَعَالَى اِنْ كِے پَاكِيْزِے بَهِيْدِے سَ بَا بَرَكْتِ فَرْمَاے۔



- (۱) نَوَّرَ اللَّهُ مَرْقَدَهُ الْمَجِيدِ  
اللَّهُ تَعَالَى اِنْ كِي مَعَزْزِ قَبْرِ كُو مَنُورِ فَرْمَاے۔
- (۲) نَوَّرَ اللَّهُ مَرْقَدَهُ الْأَطْهَرِ  
اللَّهُ تَعَالَى اِنْ كِي پَاكِ قَبْرِ كُو نُورِے سَ بَهْرِ دِے۔
- (۳) نَوَّرَ اللَّهُ مَضْجَعَهُ  
اللَّهُ تَعَالَى اِنْ كِي آرَامِ گَاهِ كُو مَنُورِ كَرِے۔



# فہرست مطبوعات حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی

جون ۲۰۰۸ء

نمبر	کتاب کا نام	مصنف	صفحات	قیمت
۱	مقامات مظہری	حضرت عبداللہ شاہ غلام علی دہلوی	۲۳۲	۲۵۰/-
۲	معارف مکتوبات امام ربانی	مولانا نعیم اللہ خیالی	۲۹۶	۲۵۰/-
۳	دُرُ الْمَعَارِفِ	حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی	۲۹۶	۲۰۰/-
۴	مقامات خیر (جدید)	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی	۸۰۰	۱۱۰/-
۵	تقویم خیری	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی	۷۶	۱۰۰/-
۶	سوانح بے بہا امام اعظم ابوحنیفہ	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی	۳۸۴	۹۰/-
۷	مجموعہ خیر البیان	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی	۱۷۶	۷۰/-
۸	حضرت مجدد اور ان کے ناقدین	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی	۲۵۶	۷۰/-
۹	القول الجلی (فارسی)	حضرت مولانا شاہ محمد عاشق پھلتی	۵۶۰	۶۶/-
۱۰	مقامات خیر (قدیم)	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی	۸۰۰	۵۰/-
۱۱	معمولات خیر	مولانا نعیم اللہ خیالی	۱۶۸	۵۰/-
۱۲	تاریخ القرآن	حضرت علامہ مفتی عبداللطیف رحمانی	۱۴۴	۴۰/-
۱۳	علامہ ابن تیمیہ اور ان کے معاصر علماء	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی	۱۳۲	۴۰/-
۱۴	زیارت خیر الانام ترجمہ شفاء السقام	حضرت علامہ ابوالحسن علی تقی الدین سبکی شافعی مترجم: مولانا قاضی سجاد حسین	۱۷۶	۳۳/-
۱۵	حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی	حضرت مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی	۱۶۰	۲۵/-
۱۶	مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی	۱۴۰	۲۲/-
۱۷	بیان خیر البشر	مولانا نعیم اللہ خیالی	۱۴۰	۱۸/-



۱۶/-	۱۲۸	مولانا نعیم اللہ خیالیؒ	۱۸	مدراج الخیر در بیان طریقہ نقشبندیہ مجددیہ
۱۶/-	۱۶۰	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۱۹	بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید
۱۶/-	۸۴	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۲۰	مسئلہ ضبط ولادت
۱۶/-	۸۸	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۲۱	وحدة الوجود اور بیان وحدة الشہود
۱۶/-	۴۸	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۲۲	غنا و سماع اصفیا
۱۵/-	۹۶	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ	۲۳	المجموعۃ السنیۃ
		حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ		(ا) رسالہ ردّ و انقض (عربی/فارسی)
		حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بہ خواجہ محمد امین		(ب) رسالہ المقدمۃ السنہ (عربی)
		حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ		(ج) مکتوب فارسی
۱۵/-	۴۸	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۲۴	اثبات استحسان برائے محفل میلاد ذیشان علیہ السلام
۱۴/-	۴۸	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۲۵	سہ رسائل معرفت افزا (ا) قیومیت (ب) مقالہ (ج) مکالمہ
۱۴/-	۷۲	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ اور حضرت علامہ سید اخلاق حسینؒ	۲۶	ہندوستانی قدیم مذاہب اور حضرت مرزا مظہرؒ
۱۰/-	۱۶۸	مرتب: مولانا سید نظام الدین احمد کاظمی حیرت	۲۷	عرفانیات باقی (فارسی)
۸/-	۴۶	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۲۸	القول الجلی کا مقدمہ اور اختتامیہ
۶/-	۸۰	حضرت علامہ شہیر ابوالوفا افغانیؒ	۲۹	فیصلہ بیخ مسئلہ
۶/-	۱۴۰	جہاں آرا بیگم دختر شاہجہاں	۳۰	مونس الارواح (فارسی)
۶/-	۲۸	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۳۱	خیر المقال فی اثبات رویۃ الہلال
۶/-	۷۲	حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددیؒ	۳۲	سوانح حیات سید عارفین شاہ بلالؒ



در المعارف شریفہ شاہ راجہ

یافتہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از آیتش و در بیان کلام فصیح بجزئیات آیتش حدیثی  
ابتداء است که بر عارض جوهر احسان از آب لسان  
فیض ترجمان انبیاء کرام علیهم الصلوٰۃ والسلام ملک  
و جلال کشیده و پیرایشش شاهد مقدمه میان بلغاء بر نور  
نیایش واحدی انتہا است که بر خساره کور عرفان  
از طراوت زبان کور فندان اولیا عظام تازی و ضیا  
مخندیت انبیا را جوهر احسان و می اولیا را کور عرفان  
و می عقل عقلا در ادراک او فی کتبہ السما و صفا

صفحه اول در المعارف مخطوطه از کتب خانه درگاه حضرت شاه ابوالخیر رحمہ اللہ، دہلی

ولو الدنيا وجميع المومنين والمومنات وراسلكن وراسلكن  
 وحمل على نيك المصطفى والوالد والوالدة والوالدة  
 وسلم ليلين كثيرا تمت هذا الكتاب في شهر رجب  
 الحروف فقير حور شيد احمد محمدي عفر  
 ذنوبه وسائر عيوبه في سنة ١٢٣٠  
 نوشته بانه سيمه سيمه نوبنده زكيت فردا

تمام شد

طو طو طو  
 طو طو طو  
 طو طو طو

الآن لبنا لله اخوتنا عليهم السلام

باعانت خداوند کریم ملفوظات امام متیقین آیت من آیات رب العلمین  
سلطان الاولیاء محبوب الہی حضرت شاہ عبدالعزیز المعروف بشاہ غلام علی قدس سرہ



المستنبیہ

زیادہ ہو الحسن الفاروقی المدنی

# کتاب معارف

مؤلفانہ

شمع بزم اولیاء اور ثبات انبیاء مقبول بارگاہ احد حضرت  
شاہ رؤف احمد علیہ الرحمۃ کہ یکے از اجلہ خلفائے حضرت موصوف بووند

مطبوعہ مطابع دارالعلوم دیوبند

ٹائٹل ڈر المعارف (فارسی) مطبوعہ محبوب المطابع، دہلی

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آرایش عروس و بیابچه کلام فصحا بجا بیست و نهم است که بر عارض جوهر احسان از  
 آب لسان فیض ترجمان نبی کرام علیهم الصلوٰۃ والسلام رنگ جلا کشیده و پیرایش شاید مقدمه بیان  
 بلغا بزبور نیایش - واحد بی انتہا نیست که بر خساره گوهر عرفان از ظراوت زبان گوهر نشان اولیاً  
 عظام تازگی و ضیا بخشیده پیوست انبیا را جوهر احسان دہی ۱۰۰ اولیا را گوهر عرفان دہی - عقل عقلا در ادراک  
 ادنی کہ اسما و صفات او دایره وار سرگردان ست و فہم کبر او عقل صغرای مقام ذات او آئینہ تمثال  
 حیران سے ز علیا علی و بالا ز بالا ہے بلندی ہستی گنج در آبخا - مقاسم از عقل انبیا پاک پیر  
 را ہم بکوش نیست اوراک سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی  
 العظیم - وصلوات و انیات و تحیات زاکیات بروح پرستوح ان سرور انبیا رہبر اتقیا ہمارا و حج رسالت  
 و عنقار قاف قربت خلیل جلیل رب جمیل و لیل سبیل خداوند جمیل اول او ان لیل لائل مستدار انوار الہیہ  
 و متہا عروج کمالی مثل اعلا الہیہ و ہیولہ عوالم عنیب متنابہ شافع امم جمیع انبیا کرام شانی ہمہ امراض  
 و اسقام سید ہر دوسرا خواجہ دین و دنیا امام انبیا پیشوار اولیاء شیعہ روز جزا محبوب کبریا منخرافینیا  
 محبت سببی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ صلوٰۃ اللہ الملک الاطلی باد اما بعد می گوید فقیر  
 رؤف احمد مجددی نسا و طریقہ عنفی عنہ کہ چون اخوت پناہ والا دستگاہ کاشف اسرار شریعت  
 و طریقت واقف انوار حقیقت و معرفت ما فظ کلام اللہ الجید شاہ ابوسعید سلیم اللہ تعالیٰ کہ  
 کاسرار السعیدین و عظیم بقیہ از جہین ہمیش ظاہر ست - و انوار السعیدین سعد فی لطن اتمہا ز پیشانی نور فشائش

از زبان مبارک ایشان خود چیزی از بشارتها فرمودند لکن آن الفاظ عالی در حق خود نوشتن جای شرم است  
 که لیاقت آن ندارم پس حضرت ایشان در شهر جهادی الثاني سنه یکهزار و دویست و سی سوم من الهجرة المبارکة  
 النبویة علی صاحبها الصلوة و التحیات بنده را بطرف بلده کوته بفرستید و پنج برای تملیقن طریقہ بطلابان آنجا  
 رخصت فرمودند پس قدسوس حضرت ایشان شده را ہی کوته گردیدم. و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد  
 وآله اصحابہ جمعین برجتک یا ارحم الراحمین

ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا ربنا ولا تحمل علينا اصرکما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا و لا تحملنا الا طاقتہ  
 لنا و عفف عنا و اغفر لنا و رحمانت مولانا فانظر علی القوم الکفرین ط

اللهم اغفر لنا و رحمانا و عافنا و ارزقنا و اصبرنا و اولوالدینا و کجیع المؤمنین و المؤمنات و المسلمین و المسلمات و صل  
 علی نبیک المصطفیٰ و آلہ و روحہ الطقی و اصحابہ نجوم الہدیٰ و سلم تسلیما کثیرا کثیرا برجتک یا ارحم الراحمین ؎  
**خاتمه لطبع** - خدای سخن و سخن بر زبان آفرین راستایم که نہا نختہ اندیشہ را فخر و دروغ مضامین ساخته و  
 عروس فکر از زیور مرصع بواقیت و جواهر معالی نواخته کلک گهر سلک پیران گرامی و خنوران نامی را ہنگامہ آبی گہر پاشی  
 ساخت و ضمیر نکتہ سنجان و ناز کنیا لال را از مضمون رنگازنگ نیا شستہ بچشم قبول نواخت بسمل

ای وحید و بیگانه و یکتا	خارج از حد فہم قاصر ما	تو خدای کسی خدا تو نیست	صدا مثل تو سوا می تو نیست
مہلکدای تویی و لم یولد	وی منترہ تویی ز ارم و ولد	در دل ما قرینے رگ جان	شرح این نیست کا کام زبان
لب کشاید مجال انسانیت	خبر تحیر نصیب خاصانیت	ذات پاک تو نزد اہل عقول	ہست پاک از جہا و نقص و حول
من یزوداں کہ از زود متعال	ہست پاک ز حلول ہم از حال	شبہ و تمثال عیاں کردی	خوشین را بخود نہاں کردی
آنچہ ظاہر شود کشف و شہود	ہست تمثال او نہ ذات و ود	دور بنیان بارگاہ است	غیر ازین پندہ اند کہ ہست
ہستی و در نظر نہ آئی و ای	چون نگیریم ما بہ ہایا ہای	ہلہ زان تو حجاب چرا	ای فدایت شوم نقاب چرا
آتش ہم استخوانم سوخت	حسہ وصل جسم و جانم خست	سو ختم سو ختم تعال تعال	آتشم نشان بآب مصال
فرض کردم کہ نیست با مجال	ہمچو موسی بہ شبہ و تمثال	شادان شاگرد دل محزون	تلبکہ دیدہ را کنم حجوز

در پاس برگزیدہ یزدان قبول و محبوب سجان مجال لسان انسان نیست کہ بطنی گراید. و انسان ضعیف البنیان چرا  
 کہ تقایم مدوح خداوند بر تو توانا کتباید شنایش از حد قدرت شناگران بیزن. و پاس آن الا قدر از حیطہ امکان فرزند  
 باعث نظر بکلیات است و بسبب این جملہ موجودات ہر سبب و سبب تقسیم شفیق و مہربان و ہم خیر کمال خلاق بلجا و ما و اعلان

از افادات شاعر کا انجمن ابوی افلاک سیم الدھستان سیم مطہ

الَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ.

باعانت خداوند کریم

ملفوظات امام المتقین آیہ من آیات رب العالمین سلطان الاولیاء  
و محبوب الہی حضرت شاہ عبداللہ المعروف بشاہ غلام علی قدس اللہ سرہ

المسمی بہ

## دُرُّ الْمَعَارِفِ

مؤلفہ

حضرت شاہ رؤف احمد علیہ الرحمۃ

مترجم: محمد فضل الرحمن

تصحیح: قاری سید محرم شاہ نقشبندی مجددی

حسب فرمائش

حضرت مولانا محمد اللہ خان صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی  
سجادہ نشین خانقاہ عنایتیہ۔ رام پور (یوپی)،

ناٹل ڈرُ المعارف (اردو) مترجم جناب محمد فضل الرحمن، مطبوعہ عنایتیہ فاؤنڈیشن، کراچی





دیباچہ کلام فصحا کے عروس کی زیبائش اس احد بے ابتداء کی ستائش کے زیوروں سے ہی رنگ و جلا پاتی ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والسلام کے زبان فیض ترجمان کے ذریعہ جوہر احسان کے عارض (یعنی چہرہ) پر سنوارے گئے۔ اور مقدمہ بیان بلغاء کے شاہد (یعنی معشوق) کی پیدائش اس واحد بے انتہاء کے نیائش کے زیوروں سے تازگی و ضیاء پاتی ہے جو اولیاء کرام علیہم الرحمۃ و الغفران کے زبان گوہر فشاں کے واسطے سے گوہر عرفان کے رخسارہ پر سجائے گئے۔ شعر (ترجمہ) :

انبیاء کو جوہر احسان ملا

اولیاء کو گوہر عرفان ملا

اس تعالیٰ شانہ کے اسماء و صفات کی ادنیٰ حقیقت سے بھی عاقلوں کی عقل دائرہ کی طرح سرگرداں ہے اور بڑوں کی سمجھ اس سبحانہ کی ذات کے معمولی غور و فکر سے بھی آئینہ کے مثال حیران ہے (ترجمہ)

۷

